

THE EVIL 100

تاریخ عالم کے

سوشیطان

ہولناک، خوفناک، دہشت ناک لوگوں کی روداد
(صرف بالغوں کے لیے)

مارٹن گلیمین والکاٹ

ترجمہ: قاضی ذوالفقار



فہرست مضامین

7	☆ ☆ مترجم کا پیش لفظ
9	☆ ☆ خبردار
11	☆ ☆ پیش لفظ
13	☆ ☆ اولف اٹلر
19	☆ ☆ جوزف شائن
24	☆ ☆ چنگیز خان
28	☆ ☆ مہیب آنیمیاں
32	☆ ☆ ایلا دی ہن
36	☆ ☆ پول پاٹ (کبوترا کا قصائی)
40	☆ ☆ ولاد سوم (ریکولا) (تینیں ٹھونک کر ہلاک کرنے والا)
45	☆ ☆ طلعت پاشا۔ الور پاشا
50	☆ ☆ تیمور (حمرنگ)
54	☆ ☆ طوماس دی طار قنادا
58	☆ ☆ کالی گھا
62	☆ ☆ نسل دوم (ہلخاریوں کا قاتل)
66	☆ ☆ ایڈلف آرغ۔ مان
71	☆ ☆ ڈاکٹر جوزف مینجیلی (ملک الموت)
76	☆ ☆ دی نازی ڈاکٹر
81	☆ ☆ الزبتھ ہاتھوری
86	☆ ☆ نیرو
90	☆ ☆ جینی تو سولجی
95	☆ ☆ ہیزک ہملر
99	☆ ☆ عدی امین

- 25- کیترائن ڈی میڈلسی
- 26- آگسٹو پوٹے
- 28- جم جوز
- 29- ہالی ڈے کی ٹوجو
- 30- البرٹ فٹ
- 31- پیڈرو آرماندو لوہیز
- 32- ہنری ڈیوڈ لافرو
- 33- ہرمن ویسٹر موبیٹ
- 34- ڈونالڈ کیسکو
- 35- ٹوماس مک ویہ
- 36- جیمس ڈی رابکس
- 37- برنولڈ کے
- 38- اینڈری چکاتلو
- 39- اناطولی انوپریکو (ختم کرنے والا)
- 40- دہائے گرین کا قاتل
- 41- جیک برڈ (کلبازا بردار قاتل)
- 42- جیرالڈ سٹانو
- 43- ٹیڈ ہنڈی
- 44- فرڈ ہارمان
- 45- رچرڈ ککلسکی (برقائی آدمی)
- 46- موبس ہسٹول (اے بی سی قاتل)
- 47- مارٹن بریٹ
- 48- جان واکین کیسی (قاتل مسخرہ)
- 49- ڈین ایلن کورل (میلنگی گولیاں دینے والا)
- 50- جیم ٹوپان

- 215- لوئی "میلنگی" پوٹائلو
- 219- ڈاکٹر مارٹیل پی شٹ
- 223- چارلس ایک اور لیٹارڈ ایک
- 227- جارج پٹارڈ
- 231- اریل لیٹارڈ ٹیلن (مرد عیال قاتل)
- 235- جمہور اور ہوہلی
- 240- کارل ہنڈریم
- 245- تھامس ہملٹن
- 250- جیمز ڈاھر (مل واک کا آدم خور)
- 255- ڈینس ٹیلن
- 259- رچرڈ رامیرز (راتوں کو گھات لگانے والا)
- 263- چارلس ویت مین
- 268- مائیکل ریان (ریسوریان سوداگر مسایہ)
- 273- ہنری لی لوکس
- 279- امیک ہارس اور ڈائی لان کلی بولڈ (پانچ قاتلوں کو نشانہ بنانے والے)
- 283- مارک لپائن
- 287- جوشم کورل (خلع روہر کا شکاری)
- 291- ہارڈ آنرو
- 295- البرٹ ڈی سالووا "جارج ناصر" (پوسٹن کا گلا گھونٹ کر ہلاک کرنے والا)
- 301- پیٹرٹ کلف (یارک سٹار کا قاتل)
- 305- فریڈ ویسٹ اور روز میری ویسٹ
- 309- چارلس سٹارک ویدر اور کارل این فوگیت
- 313- ایڈمنڈ کیمبر سم
- 317- کینتھ بیلیش اور ایلجو ہنو جونیر
- 322- ہالی جوئے لانگ

مترجم کا پیش لفظ

اگلے ہی صفحے پر مصنف نے ”خبردار“ کے تحت لکھا ہے کہ یہ کتاب بچوں کے لیے نہیں ہے اور حساس قارئین اسے اپنی ذاتی صواب دید پر پڑھیں۔ مترجم کو یہ کتاب اپنے پیشتر کی فرمائش پر پڑھنا پڑی اور سرسری طور پر پڑھنے کے دوران ہی مترجم دل تمام تمام کر رہ گیا۔ آپ اعجاز کر سکتے ہیں کہ جب مترجم نے اس کے ایک ایک لفظ کا ترجمہ کیا ہوگا تو اس کا کیا حال ہوا ہوگا؟ تاہم خدا تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ معاملہ ”ولے بخیر گزشت“ والا رہا۔

حیرت ہوئی کہ سفاکی بے راہ روی، ظلم و جبر، نسلی تعصب اور مذہبی تفرقہ بازی میں وہ لوگ معراج کمال کو پہنچے جن کو ہم مہذب اور ترقی یافتہ گردانتے ہیں۔ جن کے دیہوں کو ہم بھاگ بھاگ کر قانونی اور غیر قانونی طریقے سے جانا چاہتے ہیں۔ مصنف نے وہ کوئی بھی تحریر کی ہے جس کی بنا پر اس نے 100 انسان نما شیطانوں کا انتخاب کیا ہے۔ گو یہ کوئی اس کی اپنی وضع کردہ ہے اور مترجم کے لیے ضروری بھی نہیں کہ وہ اس کو سو فیصد دست تسلیم کرے۔ پیشتر پر بھی یہ پابندی نہیں ہے بلکہ قارئین بھی اپنی رائے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ پر شیطان کو انسان بتانا مشکل بات ہی ہے۔ ان 100 شیطانوں کی فہرست میں سے 46 تو مصنف کے اپنے ہم وطن یعنی امریکن ہیں 7 انگلستانی، 9 جرمن، 5 فرانسیسی اور 6 روسی ہیں گویا 100 میں سے 73 برسے لوگ مہذب دنیا سے تعلق رکھتے ہیں باقی 27 کا تعلق دنیا کے باقی چار براعظموں سے ہے۔

- 76- پیٹر کیڈرٹن (ڈوسل ڈورف کا خونی چمکاؤ اور ”ڈوسل ڈورف کی مصیبت“)
- 77- گولڈا کی زرمونگالیف (دعوات کا لوکیلا دانت)
- 78- فریڈرک کووان
- 79- جیک دی رپر (چٹ پٹے جیک — تم بڑے شریر ہو۔)
- 80- مارک ہیکس
- 81- رچرڈ سپیک
- 82- چارلس میلن
- 83- جوئل راکن
- 84- مسام کا بیٹا
- 85- بروج قاتل (آسمانوں پر 12 خیالی برج ہیں)
- 86- ایمان بریلی اور مائرہ ہنڈلے
- 87- جان جارج ویک (تیرہاں جل دینے والا قاتل، قاتل چمکاؤ، تیرہاں جل دینے والی مصیبت)
- 88- پال برنارڈ اور کارلا ہوموگا
- 89- ویٹلی الین ڈاؤ
- 90- گیری ہیڈک
- 91- تھیڈور ٹیکوٹسکی (یوتا بمبار)
- 92- ایڈی کین (پلین فیلڈ کا بوجھ، پلین فیلڈ کی بددع)
- 93- لی ہاروے اسوالڈ
- 94- جان وکس ہوتھ
- 95- لیون۔ ایف زولگور
- 96- چارلس جے مکھی
- 97- سون سمٹھ
- 98- قادر جمہور پٹر
- 99- دی مارکوس ڈی سٹا
- 100- کیپٹن وائس کے خالق

مترجم نے اپنی ساری زندگی الحمد للہ پڑھنے لکھنے میں گزاری ہے۔ کتاب خدا کے کچھ کرداروں بلکہ ہر کردار کے مطالعے کی وساطت سے مترجم بھی آشنا ہے تاہم ان کے کثرتوں، ارادوں، خواہشات اور منصوبوں کی تفصیل سے اللہ و الحفیظ زبان پر حاوی رہا۔ برائی کے سنگین پہلوؤں سے بھی انسان کی واقفیت بہت ضروری ہے تاکہ وہ خود اپنے آپ اپنے ہال بچوں، اپنے پیاروں اور اپنے جیسے دوسروں انسانوں کو خبردار کر سکے کہ کبریٰ کی کھال میں بھیڑیا ہو سکتا ہے اور عطریات کی منہمی منی شیشی میں اریوں مہلک جراثیم بھی ہو سکتے ہیں۔ گلی یا سڑک کے کونے پر بیٹھے ہوئے ہاتھ پھیلا کر مانگنے والے ہمساری کی گدڑی میں ایٹمی برقیاتی اور لیزر کا کوئی تباہ کن اٹھیا رہا بھی ہو سکتا ہے۔ دن رات مسجدوں کی بارش کرنے والا کوئی بزرگ جہنم سے مفرور شیطان بھی ہو سکتا ہے۔

بھی ٹھیک ہے آپ معصوم بچوں کو برائی کے چہرے سے آشنا نہ کرائیں مگر ان کو اپنی دانائی سے اس سوئی "معفت بد" کی موجودگی سے واقفیت تو دلائیں اور خود بھی اس سے آشنائی حاصل کریں تاکہ ہم آپ اور وہ اس سے محفوظ رہ سکیں۔ اخلاقی بگاڑ اور بکھردری سے دوسروں کو محفوظ کرنا ہی اصل عبادت ہے۔ اس کتاب کو نہ چڑھ کر آپ ہم اور وہ عبادت سے کیوں محروم رہیں۔

دل قہام کر ہی سہی مگر اس کتاب کو ضرور پڑھیں۔ یہ لازمی نہیں کہ آپ مصحف کی ہر بات کو من و عن تسلیم کریں ویسے مجھے اس کتاب کے مطالعے کے بعد کافی کچھ نیا حاصل ہوا ہے۔

ان 100 دعوہ صفت افراد کی فہرست سے ماڈرے ٹک 'اسامہ بن لادن' دلاوا میر یمن، صدام حسین اور طالبان سے حلقہ واقعات کو نکال دیا گیا ہے کیونکہ پاکستانی عوام کے مختلف طبقے انک کو نظر رکھتے ہیں۔

سوی یکم اردی ۲۰۰۴



قاضی ذوالفقار احمد

514. جہاں سے لے کر

ملک و اقوال کا ذکر و بیان

7443817 : ٧٤٤٣٨١٧

خبردار

یہ کتاب شیطان مفت خاتمِ نبییت اور نئے لوگوں سے حلق ہے۔ یہ بھی واضح حقیقت ہے کہ گندے لوگ غلیظ، نفرت انگیز اور غیر انسانی کام ہی کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی زندگی کے حالات لکھتے ہوئے یہ ضروری تھا کہ ان کے کرداروں کو مکمل واضح طور پر صاف صاف بیان کیا جائے۔

اس کتاب میں شیطان صفت لوگوں کی طبیعت اور جنسی ایذا رسائی، نقل و حرکت مری، نفاخت اور نرملوں سے لپکتی، آدم خوری، انسانی اعضا کی قطع و بے لاشوں سے جنسی طمانیت، عزم محبتوں سے مہاشرت اور دیگر باہوں کن اور مکروہ و جنموں سے جانچنی وغیرہ وغیرہ کے کوائف و معاملات بعض قارئین کے لیے اچھائی پریشان کن ہو سکتے ہیں۔ جن کے کثرت انسانیت سے بعید اور اچھائی پریشان کن ہیں لہذا ————— جناس قارئین کے لیے اس کتاب کا چھنا ان کی اپنی صلاح ہے۔ —————

یہ کتاب بچوں کے لیے نہیں ہے۔

پیش لفظ

”برائی موت کی دو کائنات ہے جو خدا نے اپنی پیکار سے پیدا کی۔“
ملن کی ”گمشدہ جنت“ سے

برائی کیا ہے؟

یہ آجی نوعیت کا سوال نسل انسانی کو اس وقت سے پریشان کر رہا ہے جب انسان نے پہلے پہل شعور حاصل کیا اور انسان نے یہ تصور کرنا شروع کیا کہ وہ قائم بالآخر ہے۔
ازاں بعد سوال پیدا ہوا کہ برائی کیا ہے؟ پھر یہ سوال ابھرا کہ کیا انسان فطری طور پر اچھا یا برا ہے؟ ان سوالات کے جوابات دھونڈنے کے لیے انسان نے مذہب کی طرف رجوع کیا۔

وسیع مفہوم میں برائی کو یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ برائی اس مخالفت کا مجموعہ ہے جو افراد کو اپنی خواہشات اور ضروریات کے مطابق کائنات میں زندہ رہنے کے تجربات سے حاصل ہوتا ہے۔ انسانی زندگی دکھوں کا مجموعہ ہے نیز زندگی اور تجربات انہی دکھوں سے حقیقت ہوتے ہیں۔ پس انسانی بھری اور بھلائی کے حوالے سے برائی وہ شے ہے جسے موجود ہی نہیں ہونا چاہیے۔ ہرگز موجود نہیں ہونا چاہیے!!

ہم اس برائی کو بیماریوں کے چروں پر دیکھتے ہیں جنہوں نے بیماریوں کو مویشیوں کے بازے میں دیکھنے کی مانند گیس چیمبروں میں دھکیلا۔ ہم نے اس کو نعرہ کے مہم میں دم کو جانے والی سڑک کے کنارے زندہ مگر مکمل جشی نظاموں کے پلٹے

اجسام سے اٹھنے والے دھوکے کی بدلو میں دیکھا۔ ہم اسے جون واٹن کیسی کے رنگدار چہرے کے رومن میں دیکھتے ہیں۔ ہم اسے کو ان خالوں کی پاگل آنکھوں میں دیکھتے ہیں جو جانتے بوجھے سفاکی سے کسی نسل کا خاتمہ کرنے کے لیے خواتین پر ہجر ماندہ حملے کر کے ان کو ہلاک کر دیتے ہیں اور بچوں کو لادیت کی موت مارتے ہیں۔

صاف بات تو یہ ہے کہ برائی کے حوالے سے نرے لوگ یعنی The Evil 100 ایک نہ لکھی جانے والی کتاب تھی۔ اس کو ایسے لوگوں کی تائید و تکرار تھی جو آنے والی برائیوں کا اندازہ اپنے احساس سے کر سکتے۔ کیا کتاب کے لیے ان لوگوں کی فیمل کن تعداد حاصل کرنا ضروری نہیں تھا جو لوگ نرے کی بدامالی سے موت کا شکار ہوئے۔ جڑا ہم یہ بھی کہتے ہیں اور ذہنوں میں رہی کسی سادیت کی بنا پر استہزائیہ مسکراتے ہوئے کہتے ہیں کہ "برائی نقصان تو پہنچاتی ہے۔ دوسرے کے ذہنوں سے خوشی حاصل کرنا بے گناہ لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنا برائی نہیں تو اور کیا تھا؟ کسی شخص کے طرز عمل کو جانے بغیر اسے نرے کی صف بندی میں جگہ پانے کے اہل سمجھنے کے لیے معروف معنوں میں اس کی برائیوں کو ماننا ضروری تھا۔ ان جزئیات کو اکٹھا کرنا مشکل کام تھا لہذا کتاب لکھنا ناممکن حد تک مشکل تھا۔

ایک اور اہم جزو جس سے نرے اور ظالم لوگوں کی صف بندی میں وقت لگا وہ متاثرین اور مظلوموں کی بے یار و مددگاری کا اندازہ لگانا بھی تھا۔ کسی نے اگر دوسروں کی معصومیت اور بے یار و مددگاری کا اپنی خیانت بخشی اور ظاہری سے قائم اٹھایا یا ان کا استحصال ان کی کمزوری کی وجہ سے کیا تو اس کو 100 برے لوگوں کی فہرست میں مناسب درجے کا مقام دینا ضروری تھا۔ دلیل دی جاتی ہے کہ بڑی برائی اور کچھ نہیں کہ کوئی اپنی قوت اور سماجی سرچے سے دانستہ کسی کمزور کو نقصان پہنچائے۔

برائی اپنے آپ کو کئی طریقوں سے آشکارا کرتی ہے۔ ان طریقوں کی گنجی بھی برائی کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ یہ 100 نرے لوگ (ایمیل ہٹلر) انسانیت اور نسل انسان کا گھٹن ہیں، چاہ کن جراثیمی ذہن ہیں۔ انسانیت کی زندگی کے لیے برائی کی کہانیاں ایک لٹاک ہیں۔



آدلف ہٹلر

(1889ء تا 1945ء)

"وہ جذبات جو ہٹلر کے دماغ کا اعلاہ کئے ہوئے تھے انہی کی دلیل اور سلی تھے۔ اور وہ یہ تھے: نفرت، نفرت، نفرت! ہٹلر! اور جہاں وہ حاوی نہ ہو سکا اس کی جگہ دہرائی۔"

ٹن مل ٹاک کی کتاب "عظم کا مطالعہ" (A Study of Tyranny) سے

اب ہٹلر کی اپنی کتاب میں رکپ یعنی "میری جدوجہد" سے ایک حوالہ پڑھیے۔ "اچانک میرا سامنا ایک انوکھے شخص سے ہوا جس نے ایک سیاہ خاتون (لیبا کوٹ) پہنا ہوا تھا۔ میرا پہلا خیال یہ تھا کہ کیا وہ ایک یہودی ہے؟ میں اس آدمی کو چھو

نظروں سے مگر چمکنا ہو کر دیکھتا رہا۔ میں جوں جوں اس کے عجیب و غریب خدوخال اور اس کے جسم کے حصوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے دیکھتا گیا تو توں ایک سوال میرے دماغ میں ابھرتا گیا کہ کیا یہ جرمن ہے؟ اپنی زندگی میں میں نے پہلی مرتبہ چند ہٹلوں سے ساری نسل کے خلاف ایک کتابچہ خریدیا۔

کیا کوئی وہ پردہ جو کے یا بد معاشی کا معاملہ تو نہیں چل رہا؟ خاص طور پر تہذیبی زندگی میں جس میں کم از کم ایک یہودی شامل نہیں ہو رہا۔ اس قسم کے پھوڑے میں احتیاط سے نشتر لگا کر کسی بدیہ دار جسم سے کیڑے ان کی ابتدائی شکل میں دریافت کئے جاسکتے ہیں۔ ایک چھوٹے یہودی کو اچانک روشنی سے کئی بار اٹھا لیا جاسکتا ہے۔

☆

انسانیت کو حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، گاندھی اور مدد فریڈ جیسے مہارک مقدس انسان میسر آتے رہے ہیں۔ اسی کے برعکس انسانیت پر ہٹلر جیسے عذاب بھی نازل ہوتے رہے ہیں۔ اسے اس کتاب میں رسوائی کے حوالے سے بدترین اول شخص جو اس کو ارض پر آیا قرار دیا گیا ہے۔

دوسرے جن اشخاص کا ذکر اس کتاب میں آیا ہے ہٹلر سے زیادہ لوگوں کی موت کا سبب بنے ہیں لیکن اجسام کی تعداد ان بڑے اشخاص کی صف بندی کا معیار نہیں ہے۔ برائی کے پورے منظر میں ایک دانا و بیٹا لیور، ہارڈ ڈوب، ہٹلر یونیورسٹی میں برائی اور برائی کرنے والوں کا تجربہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”کوئی قوم کوئی طبقہ ہم میں سے کوئی بھی بے قصور نہیں ہے۔ برائی کی جن گہرائیوں اور سطحوں کا شعور کیا جاسکتا ہے میری رائے میں ان میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ میں نہ تو یہ کہہ رہا ہوں کہ آج کے دور کے جرمنوں سے ان کے اجداد کے حوالے سے ہار پر کی جائے اور نہ ہی ان کے اجداد کو معاف کر دیا جائے۔ بہر حال جاری ایک خوفناک ورسوائی تاریخ رکھتے ہیں جو نسل انسانی کے لیے ایک آگاہ ہے۔“

ادب کا کہنا ہے کہ جرمنوں کو اولف ہٹلر نے متاثر کیا ان کی حوصلہ افزائی کی اور انہیں اپنی زندگی ہی میں ان مقاصد کی طرف لے گیا۔ جنہیں وہ ”آخری حل“ قرار دیتا تھا۔ یہ ”آخری حل“ کیا تھا؟ کہ ایسی تمام اقوام کو ختم کر دیا جائے جنہیں وہ دکھایا خیال کرتا تھا۔ ایسی اقوام میں یہودی، خانہ بدوش لوگ، کالے لوگ، ہم جنس پرست، وحشی طور پر پس ماندہ اور معذور وغیرہ شامل تھے۔ وہ ہر لحاظ سے خاص آرمین جرمن نسل تکمیل دینے کے لیے اپنی کبروی پر مصر تھا۔

ہٹلر اپنے وہ حکومت کو تیسری ریخس۔ تیسری سلطنت کہتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ سلطنت دنیا کی جگہ لینے کے لیے ایک سلطنت قائم کر رہا ہے یا پھر وہ انیسویں صدی کی اس جرمن سلطنت کا احیا کر رہا ہے جس کی بنیاد آتھن سارک نے رکھی تھی۔ اپنے منصوبے کی تکمیل کی خاطر ہٹلر کی نازی پارٹی نے جرمنی میں ہر قسم کی آزادی کو ختم کر دیا اور قصداً اس نے مخالفین کی قید و بند کے پروگرام پر عمل شروع کر دیا۔ پہلا نشانہ یہودیوں کو دکھایا گیا لیکن نازی پارٹی نے ہٹلر کے نظریات کے مطابق جلد ہی اپنا دائرہ کار دکھایا تو مول اور انسانوں کی طرف بھی بڑھا دیا۔

اولف ہٹلر کی ذات سے ہڈی کا جو سلسلہ چلا اور جس کے نتیجے میں انسانیت کے خلاف جو خرافات برپا ہوئیں وہ آج سیدھے الفاظ اور سادہ بیان میں اٹھل سے پہلے معلوم ہوتی ہیں۔ عالمی برابری آج محض ایک خاموشی مسموم ہے اور اس کی تصویلات ہلکا ہلکا ہیں۔ لیکن دہشت گردی کی جو حقیقتیں 1939ء سے 1945ء میں رہا رکھی گئیں ان کا ذکر ہی نہیں کیا جاسکتا۔ اس دور کی سادہ سی نوعیت کی حرکتوں کے مناصبات پر بیٹے ہی سے ہمارے ذہنوں میں لاقصد تصوراتی، حتمی اور آنتیں باہر نکال دینے والے ہوئے محکم جاتے ہیں۔ جن کے نام آخری حل، آتش طوفانی چمکے، زکاتن بی گیس، ٹریپنگ کال سے بے لیب شیعہ ملی تحریکات کی نسل کشی وغیرہ وغیرہ ہیں۔ ہم یہ سب کچھ اس وقت جان گئے جب لوگ مر گئے اور ان کی تجلیں ختم ہو گئیں۔ اولف ڈس آتش طوفان کا کارڈ ہٹلر جس نے اپنے علم سے ناقابل تصور کو حقیقت بنایا۔ ہٹلر نے ٹریپنگ کال کے لیے ایسے گیس چمکیر ڈھائے جن میں ایک وقت وہ چمک لگوں کو گیس کے سپرد کیا جاتا تھا۔

اولف ہٹلر 1889ء میں آسٹریا میں پیدا ہوا۔ وہ کلارا اور انا اس ہٹلر ایک کسم آفسر کا بیٹا تھا۔ اس کی بہن پالا کے سوا تمام بہن بھائی بچپن ہی میں مر گئے تھے۔ پالا کی موت کے بعد بھی زندہ رہی۔ اس نے اپنا نام پالا سے وولف تبدیل کر لیا۔ اس نے شادی کی نہ بچے۔ 1960ء میں اس کا انتقال ہوا۔ ہٹلر کے کچھ رشتہ دار نیو یارک کے قریب لانگ مائی جزیرے میں گمناہی کی زندگی بسر کرتے دریافت ہوئے۔

ہٹلر کی بہن نے ایک مرتبہ ایک اخبار نویس کو بتایا کہ ان کا باپ ایک مختصر بد زبان شخص تھا۔ اولف اس کو انتہائی خسر دلانا اور روزانہ ہی اس سے خوب خوب بچتا۔

ہٹلر ایک بالائق طالب علم تھا۔ دو مرتبہ وہ فنون لطیفہ کی اکادمی میں داخلے کے امتحان میں نفل ہوا۔ ہٹلر چونکہ ایک مصور بننا چاہتا تھا اس لیے کچھ عرصہ وہ اپنی مائیں کی تصاویر اور خاکے کھینچ کر اپنی روزی کما تا رہا۔ (سواشکا آفٹا کا پراسرر نشان ہٹلر ہی کی تخلیق ہے) 1907ء میں وہ اپنی ماں کے ساتھ وی آنا میں رہتا تھا کہ اس کی ماں مر گئی۔ اسے آسٹریا کی حکومت سے بھی سخت نفرت تھی کیونکہ وہ ہر نسل کے لوگوں سے ایک جیسا ہی سلوک کرتی تھی۔ یہ نفرت ہی ہٹلر کی ابتدا تھی۔

1913ء میں ہٹلر جرمنی آ گیا اور پہلی جنگ عظیم میں جرمن فوج میں شامل ہو کر جرمنی کے لیے لڑا۔ اسے اپنی جنگی خدمات کے عوض دو تھپے ملے۔ ہٹلر کے جس کھانڈ نے ہٹلر کے تمغوں کی سفارش کی وہ یہودی تھا۔ اولین درجے کا ایک کراس ہٹلر اپنی موت تک پہنچا رہا۔ اس تھپے (میڈل) کو آج بھی ہٹلر کی لاتعداد تصاویر میں دیکھا جاسکتا ہے۔ 1920ء میں ہٹلر نازی پارٹی میں شامل ہوا اور جلد ہی وہ پارٹی کا سربراہ بن گیا اس نے ڈرامائی طور پر پارٹی کے ممبران کی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ کیا۔ اسی نے وائی طور پر سواشکا کو اپنی پارٹی کا اقتیاری نشان بنایا اور پھر اس نے "عوامانی دستوں" کی بنیاد رکھی۔ یہ نازی لیٹیشیا بعد میں منتخب لوگوں پر مشتمل فوج بنی جس کی ذمہ داری ہٹلر کی زندگی کی سچیش سیکورٹی تھی۔ بعد میں اس خصوصی فوج کی دھاک جرمنی کے علاوہ اس کے متوجہ علاقوں میں اس قدر بڑھی کہ اس سے جرمنی کی عام فوج کے امر بھی گھبراتے تھے۔ یہ فوج اپنی کارروائی کے لیے صرف پارٹی اور پارٹی لیڈر کو جواب دہ تھی۔

1923ء میں ہٹلر کو حکومت جرمنی کے خلاف بغاوت کے الزام میں پانچ سال کی

قید ہوئی۔ ہٹلر نے اپنی نازی لیٹیشیا کے ذریعے جنوبی جرمنی میں بودیرن حکومت کا تختہ الٹنے کی کامیاب کوشش کی تھی۔ پانچ سال کی قید کی سزا میں سے اس نے صرف تیرہ ماہ کی قید کی 11 نومبر 1923ء 20 دسمبر 1924ء کاٹی۔ اس نے اپنی قید کے دوران اولف میں کو وہ الفاظ اور خیالات قلمبند کرائے جو بعد "مین کیمپ" (میری جدوجہد) کے عنوان سے کتابی صورت میں شائع ہوئے۔

رہائی کے بعد اس نے نازی پارٹی کی تعمیر نئے سرے سے کی جس کی بنا پر یہ 1932ء تک جرمنی کی طاقتور ترین سیاسی پارٹی بن گئی۔ اگلے سال ہٹلر کو چانسلر بنا دیا گیا۔ اس عہدے کو ہٹلر نے جلد ہی آمریت کا رنگ دے دیا اور اپنے لیے اس نے "فہرر" کا خطاب پسند کیا جس کا مطلب "کامل رہنما" ہے گویا وہ ایک مطلق العنان آمر کی شکل میں "کامل رہنما" تھا۔

ہٹلر نے فوری طور پر جرمنی کی تمام سیاسی جماعتوں کو موقوف کر دیا اور تمام ہٹلری جرمن ریاستوں کے اختیارات بھی خود سنبھال لیے۔ ان تمام ریاستوں میں نازی گورنر مقرر کئے گئے اور تمام قضی آراء ہاں بافضل منسوخ کر دی گئیں۔ اقتدار مطلق سنبھالنے کے ساتھ ہی ہٹلر نے جمہوریت سے یہودیوں کی ایذا رسانی شروع کر دی۔ ان کی جرمنی کی شہریت ختم کر دی گئی جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اب کسی سرکاری دفتر میں نہ تو ملازم ہو سکتے تھے نہ ووٹ دے سکتے تھے نہ زمین کے مالک بن سکتے تھے۔ طبی پیشہ یا وکالت کے ساتھ ساتھ ملکی بھی ان کے لیے غیر ممنوع تھی۔

ہٹلر نے 1939ء میں دوسری جنگ عظیم کی ابتدا جرمنی کے پولینڈ پر حملہ کرنے سے ہوئی اور اگلے چھ سال وہ اپنے "آخری مل" کے لیے کام کرتا رہا۔ اس نے یہودیوں کی کھینچ کر مارنے کے لیے کیمپ قائم کئے۔ بغیر کسی کمزوری کے احساس کے اس نے اجتماعی تقارروں کی صورتوں میں ساٹھ لاکھ یہودیوں کا قتل عام کیا۔ ساٹھ سے نوے لاکھ ایسے افراد کو بھی موت کے گھاٹ اتارا گیا جنہیں اس نے بوجہ ناپسندیدہ فضول اور گنہگار خیال کیا۔

ہٹلر نے 30 اپریل 1945ء کو جرمنی کی جینی شکست نظر آتے دیکھ کر خودکشی کرنی جس کے ایک ہفتہ بعد ہی جرمنی نے ہتھیار ڈال دیئے۔ تین ماہ بعد 6 اگست 1945ء کو

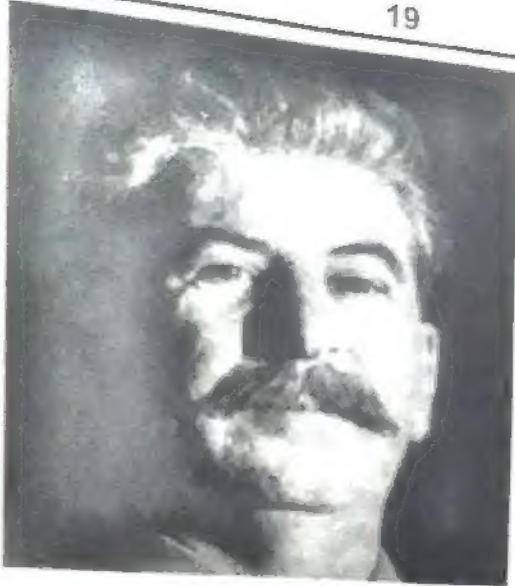
امریکہ نے ہیروشیما اور کچھ دنوں کے بعد ناگاساکی پر ایٹم بم پھینکے اور یوں دوسری بگم عظیم کا اختتام ہوا۔

یہ سوالات آج بھی اپنی جگہ موجود ہیں اور اکثر پوچھے بھی جاتے ہیں کہ:
ہٹلر ایسا کیونکر کر سکا؟

اس نے یہ سب کچھ کیوں کیا؟

ان سوالات کے جوابات بہت زیادہ الجھے ہوئے اور مایوس کن ہیں اور اس سمجھیر سچائی کو ظاہر کرتے ہیں کہ ”فطرت انسانی نہ صرف برائی تشکیل دیتی ہے بلکہ اسے اعلائیہ اختیار بھی کرتی ہے۔“ اڈلف ہٹلر نے اپنے جیسے کچھ انسانوں کو خون چوسنے والے کیڑوں کی صورت دیکھا اور جرنی کی بہتری کے لیے انہیں ان کی ایذا رسانی سمیت دنیا ہی سے ختم کرنا چاہا۔ جب وہ طاقت کی میزمری پر چڑھ رہا تھا تو اس نے انسانی جھوموں کو الفاظ کے تنویری عمل سے غافل کیا انہیں ورغلا یا اور انہیں اپنے نظریات کی وجہ سے ایک جگہ پر اکٹھا کر لیا۔ ان سحر لوگوں نے ہٹلر کو ایک ہیر و سمجھا اور اس کی شکل میں ایک نجات دہندہ خیال کیا۔ وہ جو اس وقت نہ دیکھ سکے۔ اور جو ہم آج واضح طور پر دیکھ رہے ہیں کہ ہٹلر اصل میں سانپ پر چڑھی ہوئی تیز دھار برائی کا دوسرا نام تھا۔

===== ☆ =====



2

جوزف سٹالن

(1879ء تا 1953ء)

”وہ جانتا تھا کہ وہ تاریخ میں ایک ظالم ترین اور استبدادی شخصیت رکھتا ہے لیکن اسے اس کی کچھ پروا نہ تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ تاریخ کے تقاضوں ہی کے مطابق عمل رہا ہے۔“

میکو دین ڈیلاس — یوگوسلاویہ ماہرین کی کتب
”سٹالن سے مکالمہ“ سے اقتباس

انرا کو ختم کر دو۔ — جوزف سٹالن کا نعرہ
سٹالن کی موت کے تین سال بعد 1956ء میں سوویت یونین کی بیسویں پارٹی

کانگریس سے خطاب کرتے ہوئے نکلتا خروشیف نے عوامی سطح پر یہ بیان دیا کہ شائلن ایک بہت بڑا قاتل اور قہر تھا۔ جب خروشیف نے حقائق سے حریدہ ہوسے اٹھانے شروع کئے تو مورخ اینڈریو ایورٹ نے شائلن کو "عجیب و غریب برائی" کا لقب دید۔ یوگوسلاویہ کے کمیونسٹ باغی ماکوویچ ڈوڈا اس کے شائلن کو مسیحیت کے حوالے سے "نیا شیطان" قرار دیا اور کہا کہ شائلن تاریخ کا سب سے بڑا مجرم ہے جس نے اپنے دور حکومت میں شخصی آزادی کو انتہائی بے رحمی سے کچلا۔ اس نے اپنی سیاسی قوت کو جبر و استبداد پھیلانے میں زیادہ سے زیادہ استعمال کیا جس کی بنا پر تاریخ میں اس کا کوئی ثانی نہیں ملتا۔

بدیہی طور پر مطلق العنانیت انسان کو بداحوار بنا دیتی ہے۔ شائلن کئی حوالوں سے بدکردار بد اخلاق بد چلن اور سیاہ کار تھا۔

جوزف شائلن 1880ء میں سلطنت روس کی جارجیائی ریاست کے مقام گوری میں پیدا ہوا۔ اس حوالے سے وہ روسی نہیں بلکہ جارجیائی تھا۔ یہ خلش اسے مرتے دم تک ستاتی رہی۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ شائلن کی ماں ڈینی طور پر پسماندہ ہو چکی تھی جبکہ اس کا باپ طبی طور پر بد زبان اور شرابی تھا۔ یہ خاندانی خاکہ تسلسل سے لاتعداد قتل کرنے والے جیسے کچھ ہیڈش اور جاں واکن کیسی کے خاندانی پس منظر سے مطابقت رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ دلچسپ بات یہ ہے کہ شائلن کی ماں اسے ایک پاوری بنانا چاہتی تھی۔ ایسی ہی خواہش موسیٰ کی ماں اپنے بیٹے کے بارے میں بھی رکھتی تھی۔

شائلن سے متعلق یہ بھی مشہور تھا کہ وہ ظالم ہے اور سادیت پسند بھی ہے۔ اپنے ساتھیوں کا عامہ الناس میں تشویر اڑاتا اور ان کے ساتھ ان کی بدخواہی کے عملی مذاق بھی کرتا۔ وہ دوسروں کو جسمانی دکھ درد میں مبتلا کر کے اور ان کو ذہنی طور پر پریشان کر کے خوش ہوتا۔ بہت سے ماہرین نفسیات کا فیصلہ یہ ہے کہ ایسے رجحانات رکھنے والے افراد بد فطرت ہی ہوتے ہیں۔

خروشیف نے شائلن کی جیسی سبکدوشی کی بہت سی عملی مثالیں بھی بیان کیں۔ زندگی کے آخری سالوں میں اس کے جیسی دہی خطرات نے اسے نوجوان لڑکیوں کے لیے سادیت پسند بنا دیا۔ بہت سی نوجوان لڑکیاں غائب ہونے لگیں۔ روسی خلیہ امداد

کے جی بی کے سربراہ لاورنٹی بیریا کو شائلن نے یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ لگیوں سے کم سن لڑکیوں کو اس کی تسکین پورا کرنے کے لیے پیش کرے۔ بیریا ایسی لڑکیوں کو اغوا کرنے کے بعد بتاتا کہ اگر انہوں اس کے ساتھ جانے سے انکار کیا یا شور مچایا تو ان کے خاندان کو جان سے مار دیا جائے گا۔ وہ بچاریاں سک کر رہ جاتیں اور اس کا حکم بجا لاتیں۔ بیریا اور شائلن دونوں ان محصوروں سے خرمستیاں اور بد مستیاں کرتے اور جنسی تلفظ پاتے۔

شائلن مشہور بھی تھا۔ وہ باقاعدگی سے اونچی ایڑی والے جوتے پہنتا کیونکہ وہ اپنے قد کے حوالے سے بھی دہی تھا۔ وہ اپنے چہرے پر چچک کے دانوں کی وجہ سے فوٹو گرانی سے بھی اہلک تھا۔ بچپن میں اسے کچھ دھم بھی آئے تھے اور چچک بھی نکلی تھی۔

شائلن کا پیش رو ولاڈی میر لینن تھا۔ شائلن 1922ء سے 1953ء تک روسی کمیونسٹ پارٹی کا جنرل سیکرٹری رہا۔ وہ 1941ء سے 1953ء تک سوویت روس کا وزیر اعظم بھی رہا۔ اسے 100 نمبرے لوگوں میں نمبر دو پر اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ براہ راست 250 لاکھ روسیوں کی موت کا واحد ذمہ دار تھا۔ یہ لوگ اس کے اپنے لوگ تھے۔ بعض تحقیق تو اسے پانچ کروڑ انسانوں کا قاتل گردانتے ہیں۔ اموات کی یہ تعداد تو وہ ہے جو شائلن کی پالیسیوں اور ان کی تکمیل کے لیے دیئے گئے احکام کے نتیجے میں عمل میں آئی، لیکن مطلق العنان ہونے کے ناطے سے ان ہلاکتوں میں اس کی شخصیت کے ایسے اجزا بھی شامل ہیں تو ایک اتنی بڑی مملکت یا سلطنت کے سربراہ کے شایان شان نہیں۔ وہ انتہائی شاک تھا اور اسے انسانی زندگی کا کوئی احترام نہ تھا۔

شائلن کی پالیسیوں کے نتیجے میں قتل اور بھوک پیدا ہوئی۔ روسی معاشرے میں اہل چم اور (سول وار) خانہ جنگی میں بھی بہت زیادہ روسی شہری مارے گئے۔ انتہائی کاشکاری کے عمل اور ذاتی ملکیتوں کی موتی سے بھی پھندا روس قتل کی زد میں آ گیا۔ سپاہیوں کو حکم دیا گیا کہ وہ مشین گنوں سے ایسے کسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیں جو شائلن کے حکم سے انحراف کے طور پر اپنی جانداویں، فصلیں اور مال موسیقی سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں تھے۔ بعض اوقات اس سلسلے میں پھدے کے پھدے گاؤں لاشوں سے اٹ گئے۔ قوی تحویل میں لینے کی اس حکمت عملی کے نتیجے میں ایسی ایسی رکاوٹیں پیدا ہوئیں جن کا ذکر خود شائلن نے بھی کیا۔

سٹان کے اپنے بیان کے مطابق 1933ء میں ایک کروڑ اسی لاکھ کھلی گھوڑے ڈیڑھ کروڑ مویشی ذبح کر دیے گئے اور کسانوں نے ہزاروں ایکڑ میں کھڑی فصلوں کو آگ لگا دی تاہم یہ احتجاج بھی سٹان کے پھر دل کو موم نہ کر سکا۔ نتیجے کے طور پر سٹان کے حکم سے احتجاج کرنے والے کسانوں کو گرفتار کر کے جلاوطن کر دیا گیا۔ ان کو اپنے کیمپوں میں جبری مشقت کے لیے بھیجا گیا جہاں وہ کام کرتے کرتے مر گئے یا پھر انہیں گولیاں سے ہلاک کر دیا گیا۔

جب ملک کے اندر لاکھوں لوگ بھوک کا شکار تھے تو اس وقت سٹان اپنے ملک کا لاکھ ہزار کی دنیا کو براہ کر کے بڑی مقدار میں درمیاں حاصل کر رہا تھا۔ اس درمیاں میں سے ایک روپ بھی اس نے اپنے لوگوں کا پیٹ بھرنے کے لیے خرچ نہیں کیا۔ سٹان نے روس پر 1929ء سے اپنی موت 1953ء تک حکومت کی۔ اس طویل دور میں سلیم شاہ تاریخی حقائق کے مطابق تقریباً دس لاکھ نفوس کو سٹان اور ریاست کاخین قرار دے کر قتل کر دیا گیا۔ اسی لاکھ افراد سٹان کی پالیسیوں سے ختم لینے والے قتل کی ذمہ دار تھے۔ لاکھ افراد جبری مشقت کے آرٹیکل اور سائبریا میں کام کئے گئے کیمپوں میں ہلاک ہو گئے اور تقریباً اتنی ہی تعداد میں روسی افراد کو روس کی آبادی کے سرکاری ریکارڈ کے مطابق کم شدہ (Missing) قرار دیا گیا۔ جب جرمنی کو جنگ عظیم دوم میں شکست ہوئی تو تقریباً جنگی قیدیوں کے کیمپوں میں بطور کے خوراک کیمپوں کی طرح یورپی اور ایشیائی قیدیوں کو قطاروں میں کھڑا کر کے گولیاں بار دی گئیں۔ یہ قتل بھی سٹان کے ایما اور اس کے خاص افسر ہرنیلوں کے احکام سے ہوئے۔

ہم استناداً کہہ سکتے ہیں کہ زندگی سے ہاتھ دھونے والے اراکین کروڑوں سے ہر فرد کی قبر خود سٹان نے کھودی۔

اپریل 1940ء میں مغربی روس کے کینن جنگل میں پولینڈ کے تین ہزار قیدیوں کی ہوائی کافر دار بھی سٹان ہی تھا۔ اسی سال مارچ کے مہینے میں ہٹلر کے ساتھ ایک غیر متعارف سٹان کے تحت سٹان نے مشرقی پولینڈ پر چڑھائی کی اور اس پر قبضہ کر لیا۔ روسی فوجی دستوں نے پھر سے تین ہزار پولش جنگی قیدی ہوائی روس میں منتقل کئے۔ یہ ہاتھ نہ دھوتے بلکہ وہ محفوظ دستے تھے جن کو روسی حملے کے بعد فوج کی مدد کے لیے

طلب کیا گیا تھا۔ ان افراد میں ڈاکٹر 'ویل سائنس' میں اور کھادی افراد بھی شامل تھے۔ مغربی روس میں سولہ لاکھ کے قریب کینن جنگل ہے۔ سٹان کے ذہنی حکم کے تحت ان قیدیوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا حکم لیا۔ یعنی گولیاں سے ہٹا دیے پر عمل کیا لیکن اس نے پہلے سے 'سٹالن' کے اعلیٰ ترین طریقہ کار یعنی گولیاں سے ہٹا دیے پر عمل کیا لیکن اس نے پہلے ہر قیدی کو اپنی اپنی قبر کھودنے کا حکم بھی دیا۔ 1943ء میں ان قیدیوں کو بعض جبری فوجیوں نے صلیب کا جگہ 1990ء میں روسی حکومت نے اس قتل عام کی ذمہ داری قبول کی۔

سٹان 1953ء میں قتل شد۔ اس کی پادری سے حاصل ہونے والی 74 سال کی عمر میں وہ اپنے مرض میں خود کو عظیم قصور گناہ قرار دے رہا تھا جس میں خود زندگی کے آخری ایام میں وہ اپنے ڈاکٹروں اور دیگر ساتھیوں کے قتل کے بارے میں سوچا کرتا تھا کیونکہ اسے ان پر ہٹلر اور اسٹالن کا نفسی اثر تھا۔ یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ اس کی طبیعت کو ایک لپٹا تھا جس کی وجہ سے اس کی حالت بد سے بدتر ہوتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ وہ بالکل بے ہوش ہو گیا۔ مگر یہ سب کچھ حقیقی حست ہے تو یہ ایسے قیدیوں کی حالت تھی جن کے لیے قتل کا بدلہ تھا جو اپنے سپرد کی تو پتہ کرتا تھا لیکن اسے حسی کروڑوں کی کوئی پروا نہ تھی۔



آہستہ آہستہ اپنے قبیلے کا سردار بنا۔ پھر ایک جنگجو منگول سرداروں کی مجلس خاص نے اسے میراث کے طور پر چنگیز خان کا لقب دیا جس کے معنی "شہنشاہ کائنات" ہوتے ہیں۔ چنگیز خان اور اس کے منگول جنگجو اپنی سلطنت کی توسیع کے لیے جنوبی چین، وسطی ایشیاء، ایران اور جنوبی روس پر چڑھ دوڑے اور اپنی اس یلغار میں انہوں نے لاکھوں افراد قتل کئے۔

خان نے بہت سی فتوحات حاصل کیں جن کے نتیجے میں "بہت سے ممالک کے عیانات کے مطابق وہ دنیا میں ایک نہایت ہی طاقتور شخص کے طور پر تسلیم کیا گیا۔ اس کی سلطنت اور دور اقتدار کا اصل دور اس وقت شروع ہوا جب تیرہویں صدی میں اس نے منگول قبیلوں کو یکجا کیا اور پھر نہایت منظم طریقے سے ہمسایہ ممالک اور سلطنتوں پر حملے کے انہیں مطلوب کیا۔

چنگیز خان کے منگول سردار کسی شہر پر حملہ کرتے تو وہ وہاں ناقابل یقین حد تک لوگوں پر ظلم و ستم ادا کرتے اور چاہی جاتے۔ وہ غریب کی سرشاری سے بڑھوں پر ظلم ادا کرتے بچوں کو داغ کرتے اور عورتوں سے زیادتی کے مرتکب ہوتے۔ اس بد اخلاقی کے بعد وہ گھروں کو کھنڈر بنا دیتے اور ضرورت پڑنے پر ان کی تمام اشیاء لوٹ لیتے کے بعد پھر شہر کو آگ لگا دیتے۔ قتلوں کے گھاروں سے غول ہوتے جنہیں اچھے دیکھ کر خوفناک فہم لگاتے۔ ایک مرتبہ خان کو اطلاع ملی کہ شہر کے کچھ لوگوں نے موت سے بچنے کے لیے اپنے آپ کو مردہ لوگوں کے اجروں میں گھس کر اپنی جان بچانے کی کوشش کی ہے۔ خان نے دوسرے جن جان بچانے والوں کے سرگرم کر دیکھے مگر اپنے ساتھیوں کو ہم دیا کہ ہر یکے کے سر پر دو گولہ بھی سزا دے کر ان کی موت کو یقینی بنا دیا۔

کئی سال کی ایسی غارتگریوں کے بعد چنگیز خان کے شہر اہل بی لہ چسائی نے اپنے منظم رہنما کو بھیج کر اسے فوجیں بھیج کر اسے قمع کرنے کا حکم دیا۔ ان کے حکم کے مطابق چنگیز خان نے اپنے شہر اہل بی لہ چسائی کے قتل کے حکم کو عمل آ کر اپنے لیے دیا تھا۔ اس نے اپنے شہر اہل بی کو جواب دیا "میں نے انہوں کی دہائی کی باتوں کے بارے میں سوچا اور میں یہ دیکھ سکتا ہوں کہ میں نے یہ جاننے پر آمادگی کی کہ ان کے ساتھ کیا ہو گا۔" چنگیز خان نے انہیں جواب دیا کہ ان کی دہائی کی باتوں کی کیا بات

ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس کے سلاک دل میں اپنے شیر اہل کی بات سے کوئی لیب احساس پیدا نہیں ہوا اور نہ ہی اس کے دماغ میں کسی ایک سوچ نے غلط پیدا کی۔

خان اگرچہ لکھ نہیں سکتا تھا مگر بھی اس نے چھاس قوانین بنائے تھے جن میں سے نصف سے کم باقی وہ لکھے ہیں۔ مشہور مورخ ہیرلڈ لیمب نے 1927ء میں خان کی سوانح میں انہیں قوانین پیش کئے ہیں جن میں ذیل کے قوانین بھی شامل ہیں۔

☆ ہاسوس، بھولے گواہ، بد چلتی کے مرتکب تمام افراد اور چادو گروں کو سزا دے موت دی جاتی ہے۔

☆ حرام کاری کی سزا بھی موت ہے اور حرام کاری کے مرتکب افراد کو ہاتھ سے قتل کیا جائے۔

☆ شادی کا قانون تھا ہے کہ ہر شخص اپنی بیوی خریدے گا۔ ایک آدمی دو بیویاں سے بھی شادی کر سکتا ہے۔ داد کی داغ بیل نہیں رکھ سکتا ہے۔

چنگیز خان جب اپنی طاقت و قوت کے عروج پر تھا تو اس کی سلطنت عراق کا قافل سے لے کر بحرہ اودک تک پھیلی ہوئی تھی۔ یہ وسیع و عریض سلطنت تمام ایشیائی اور یورپی آبادی کو وحشت و بے رحمیت کے درپے لے کر لے کر کے حاصل کی گئی تھی۔ چنگیز خان نے ایک مرتبہ اعلان کیا تھا "میں دشمنوں کا قتل عام اور ان کی جائی و مہادی ہادی رکھوں گا۔ تاکہ میرا نام بھرا رہے۔" خان اعظم کے نام کو صدیاں گزرنے کے بعد اہل نظر کے لوگ ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ کوئی اور آمر چنگیز خان کے نام کو دوبارہ دہرا کرے والا پیدا ہو۔

5



مہیب آئیواں

(1530ء تا 1584ء)

”لوگ کو مار بیٹھ ترک کر کے کڑھ نہ کڑھ کیلک وہ اڑے کی مار بیٹھ سے مر نہیں جائے گا بلکہ اس کی موت بھر ہوگی۔ جب تم اس کے جسم کو پھینچے ہو تو تم اس کی روح کو موت سے بچا لے ہو۔ اگر تم اپنے بیٹے سے محبت کرتے ہو تو اسے اکڑ سزا دیجے مرنے کو تم ہر میں خوشیوں مانگو۔ اس پر مسکراؤ نہیں مرنے ہی اس کے ساتھ کیلک اس لیے کہ وہ بچے ہونے کی وجہ سے تمہارا غم نہیں بھلا دے لیکن جب وہ بڑا ہوگا تو تمہارے غم کو بڑھا دے گا اور تمہاری روح میں زیادہ لگی بڑھا ہوگی۔“

سولہویں صدی کے نصف کی ایک تاریخ کے لیے راجا کتب ”دی ایسٹرن“ سے لکھا کہ ”آئیواں“ سمیت کچھ کی پیدائش کی طرح کی جانتے

آئیواں وکیل کی وقت۔ آئیواں چہارم۔ ماروس تھا جس نے 1547ء میں تخت روس سنبھالا۔ اپنے عہد میں اس قدر مشہور تھا کہ اس کے نام کے ساتھ مہیب

کا ایک ساتھ بن گیا۔ ”مہیب آئیواں (Ivan, the Terrible) کے بارے میں ہر دوسرا تحریر ہارڈ

ریمل آف ویٹرن نے اگلیں کا ایک مضمون میں بتاتے ہیں کہ ”بے حد ظلم اور انتہائی عروسی شاہ آئیواں کے کردار کی تعمیر کی نمایاں خصوصیات تھیں۔“ بہت سے مطلق العنان آمرانہ کی طرح مہیب آئیواں بھی شاہن کی محبوب شخصیت تھا۔ کیونکہ کوئی بھی اس کی پسند یا پسند پر تنہید کرنے کو موجود نہ تھا۔ آئیواں اس احساس کے ساتھ کہ کوئی اس پر اہل افسانے والا نہیں ہر ایک ترین توہمات کا شکار ہوا۔ بے شک وہ بڑھا لکھا تعلیم یافتہ شخص تھا لیکن برائی کی راہ میں تعلیم کوئی کردار ہوا نہیں کرتی۔

اپنی جوانی کے ایام میں آئیواں جانوروں پر تشدد کر کے لطف اندوز ہوتا۔ وہ کتوں کو ہالکونی سے نیچے پھینک دیتا۔ ایک مرتبہ اس نے سب کے سامنے ایک شریف آدمی کی زبان کاٹ ڈالی کیونکہ اس نے جو کہا تھا وہ آئیواں کو پسند نہ تھا۔ اس نے پہلا قتل جیو سال کی عمر میں کیا۔ اسی طرح اس نے اپنے سب سے چھپتے بیٹے کو دو پتے کے بعد چھرا کھنپ کر قتل کر دیا۔ جنہیں وہ اپنا دشمن سمجھتا ان کے ساتھ تو وہ انتہائی بے رحمانہ اور خوفناک سلوک کرتا۔

آئیواں کی عمر اس وقت سترہ سال تھی جب وہ زار روس بنا۔ (اس نے تین سال کی عمر ہی میں بطور وراثت کے تخت حاصل کیا تھا) جلد ہی اس نے ہزاروں افراد پر مشتمل اپنی ایک پولیس تشکیل کی جس کا ہم لوہو پھینچا (جو خدمت کرتے ہیں) رکھا۔ زار سے عداوت رکھنے کے لیے اس میں لاتعداد افراد گرفتار کیے گئے جن کو بغیر کسی قانونی کارروائی کے جرم آخر کوڑے مارے گئے، پھینچ کر ہلاک کیا گیا، ڈبو دیا گیا، کھڑکی کے عین سے باہر کر سڑکیں کی طرح آگ پر بھونک گیا یا گولہ کی بنی ایک بڑی سی کڑی میں ڈال کر ہلاک کیا۔ کچھ کو کھولتے تیل میں ڈالا گیا یا ان کو برہنہ کر کے برف میں لٹا دیا گیا بعضوں کے ہل آگ کے شعلوں سے جلائے گئے۔ بعض اوقات زار حکم دیتا کہ غلاموں کو اس کے سامنے سزا دی جائے اور ایسے کی واقعات موجود ہیں کہ مہیب آئیواں سزا پانے

والوں کی حالت دیکھ کر وہ انتہائی محظوظ ہوتا۔ لوگوں کے ترچے، سینے اور سزا سے بچنے پر جہد اور ان کی ناکامی پر تالیاں بٹکتا۔

1570ء میں نوڈوڈوڈ کے ایک قصبے کے 60 ہزار رہائشیوں کا قتل عام ایک کے اندر اندر کیا۔ اس کی خصوصی پولیس فورس ادب رقی خٹا نے اوسطاً دس سیکنڈ میں انسانی جان لی۔ انہوں نے یہ قتل عام ہر منٹ 'ہر گھنٹہ دن رات' ہفتہ بھر لگا تار جاری رکھا۔ ہر لحاظ سے دہشت ناک امر یہ تھا کہ پولیس فورس نے بچوں کو ان کے والدین کی آغوش کے سامنے موت کے گھاٹ اتارا۔ وہ بچوں کو فرش پر زور سے پٹخ دیتے اور اگر وہ ترچے سے دنگر درائع سے ہلاک کر دیتے۔

آئیوان کو روسی حکمران شرفاء سے سخت نفرت تھی۔ وہ ان کو تنگ کرنے کا موقع ضائع نہ ہونے دیتا۔ صرف مردوں ہی کو نہیں بلکہ ان کے کنبوں کو بھی ذلیل کرنے اس کی دفع الوقتی کا ایک پسندیدہ مشغلہ یہ تھا کہ وہ شرفاء کی خواتین کو اغوا کر لیتا اور بدمذہب کر کے ایک جنگل میں چھوڑ دیتا جہاں اس کی پولیس فورس کے جوان ان کو جھوٹا لٹاتے اور ان سے جنگی درندوں جیسا سلوک کرتے۔ محبیب آئیوان رنگ دلیاں مانتا بہت شوقین تھا۔ وہ دیہاتوں میں لوٹ مار کرتا اور وہاں کی عورتوں کو اپنے محل کے سہائے اور بے حیائی کے سامان سے آراستہ تہ خانے میں لانے کا حکم دیتا۔ وہاں وہ صرف ان خواتین سے فحش کلائی میں دل لگی کرتا بلکہ ان پر جنسی تشدد کے کلی طریقے آزماتا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ اس بات کا امکان حلیم کیا گیا ہے کہ محبیب آئیوان کو گندی اور خوفناک کرتوتوں پر اپنے آپ کو تعویذ اساجرم محسوس کرتا تھا۔ (اگر ایسا ہوتا تو وہ اپنی کرتوتوں سے تائب ہو جاتا۔ مشکل ہے کہ اسے یہ احساس ہو۔) جب وہ اپنے سے "تھکاو" کو تشدد کا نشانہ بنا کر ان کو موت کی وادی میں بھیج چکا تو ان کے مقامی خاندانوں میں بھیج دیتا۔ وہ ساتھ ہی خاندانوں کے تبارک الدنیا لوگوں کے لیے رقم بھی بھیجتا کہ وہ مرنے والوں کی روحوں کے لیے دعائیں کریں۔ کیا اس کا یہ رد عمل کا خمیر صاف گھسنے کے لیے تھا؟ یا یہ ایک فریب کاری تھی کہ وہ یہ ثابت کر سکے کہ انہوں نے جو تشدد کیا ہے اور جو جانیں موت کے حوالے کی ہیں وہ ملک کے مفاد میں سیاسی

پر ضروری تھیں لیکن اسے ان پر افسوس ہے۔

محبیب آئیوان 1584ء میں مر گیا۔ کہا جاتا ہے کہ مرنے وقت اس نے خاندان سے تبارک الدنیا عبادت گزار کو بلا کر اس سے مذہبی دعائیں سنیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ محبیب شخص جس کا نام آئیوان تھا اور جو انسانوں کے لیے ایک ہمہ وقت کی دہشت اور موت کا پجاری تھا، یہ یقین رکھتا تھا کہ مذہبی دعائیں سننے کے بعد وہ جہنم کے دائمی شعلوں سے بچ سکے گا؟



6



اٹلا دی ہٹن

(406ء تا 453ء)

"ہٹن عجیب ذیل اول کا حامل تھا۔ پہلے قد کشادہ چھاتی، بڑے سر، چھوٹی چھوٹی دھنسی ہوئی آنکھیں اور چھٹی ناک اس کا رنگ ہلکے سدری جلد سیاہ تھی۔ اس کی چھدی دھنسی تھی جسے اس قدر قہار خوف و وحشت کو سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال کرتا تھا۔"

کھٹک مصنف چارلین کے حملے سے اپنی گریٹ کی تصنیف "مٹھس کا شہنشاہ" (The Emperor of the Steppes) سے متاثر ہیں

اٹلا دی ہٹن کا نام بڑے توکان کی س فہرست میں آتا تھا۔ یہ کیا گیا؟ اس لیے کہ اس نے بھی علاقائی فتوحات کے لیے انسانی ہتھیار کے پٹے لگائے اور حیات انسانی کے تباہی سے مکمل لاپرواہی کا ترکہ چھوڑا ہے۔ ہٹن لوگ ویسے بھی خونخوار قتلوں کو روا رکھنے کی شہرت رکھتے ہیں اور آج کے اپنے جنگجوؤں میں ایک انتہائی خونخوار جنگجو ہٹن کی جانیں لینے اور جانی و مادی پھیلانے کا پیدا کیا۔

اٹلا دی ہٹن سے حلق مضامین میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ بڑے عجیب اور ناگوار طور پر سخت ہیں جیسے وحشی، ظالم، خطرناک، خدہ، در بدنہ اور خونخوار وغیرہ۔ ان الفاظ کے علاوہ اس کے کچھ تصنیفی نام بھی ہیں جیسے "خدا کی مار" بالکل انہی معنوں میں جن معنوں میں دانٹے نے "زمین کی مار" لکھا ہے۔ رومن ادیب مارسیس نے اٹلا اور دوسرے ہٹن کو دو پاؤں والے دھڑے کہا ہے۔ اٹلا کو اس نے "غضب" کا نام بھی دیا ہے کیونکہ وہ تاریخ عالم میں سب سے زیادہ خوف طاری کرنے والا بیان کیا گیا ہے۔ بعض مورخین اسے "ہٹن کا قاتل" بھی پکارتے ہیں۔ اسے "مکمل تباہ کار" اور "برائی بھل انسان" بھی کہا جاتا ہے۔ رومیوں کا تو یہ یقین ہے کہ جس جانی جن کرتوتوں اور جن اموات کو ایک اٹلا نامی انسان سے منسوب کیا جاتا ہے وہ ایک انسان کی قوت و استطاعت خواہ وہ کتنا ہی وحشی اور خونخوار ہو ناممکن ہے۔ وہ اسے انسان نہیں بلکہ کوئی دوسری مخلوق سمجھتے ہیں۔ اس کے بارے میں "انسان نہیں" (Not Human) لکھتے ہیں۔

اعزاز اٹلا نے 433ء سے 453ء تک چودہ لاکھ پچاس ہزار مربع میل علاقہ فتح کیا اور اپنی سلطنت پر حکمرانی کی جس میں وسطی اور مشرقی یورپ اور مغربی روسی میدان شامل تھے۔ اس نے پانچویں صدی میں براعظم یورپ کو پامال کیا لیکن وہ گال نامی علاقے جو جدید فرانس، ہالینڈ، بلجیئم اور شیلی اٹلی پر مشتمل ہے کو بغیر نہ کر سکا۔ اٹلا کا قہرلیس (جنوب مشرقی بلقان کا جزیرہ نما علاقہ بحیرہ ایجیئن کا شمال) کا محاصرہ اس قدر جان لیوا تھا کہ مرنے والوں کی تعداد گنتی ہی نہ جا سکی۔

441ء سے 442ء کے درمیان اٹلا اور اس کے جنگجوؤں نے دریائے ڈینیوب کے جنوب میں سویل کے قاصد پر واقع شہر تائی سس کو تباہ و برباد کیا۔ وہاں سے اٹلا اور اس کے ہٹن نے خونیں ہٹن اور ظلم کے نئے اعزاز کیے۔ حملہ آوروں نے عزتیں لوٹیں

عادت گری کی مثال کیا اور اپنی مرضی کے مطابق لوگوں کے جوڑ جوڑ الگ کئے۔ جب سال بعد رومن سفیر بانی کس میں اطلا کو آ کر ملے تو انہیں لاشوں کے گھنے سڑنے کی بو باعث شہر سے باہر قیام کرنا پڑا۔ دیا کے کنارے تمام تر انسانی ہڈیوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔

447ء میں مشرقی سلطنت کے خلاف ایک فضیل کارروائی میں اطلا اور اس کے آدمیوں نے ستر سے زیادہ قصبے اور قلعے اس طرح تباہ کئے جیسے کڑی کی بلیا اپنے رانے کے تمام سبزے اور ہریالی کو کھا جاتی ہے۔ انہوں نے مصیبتیں تار تار کیں۔ جو شے مانے میں ملی اسے جلا ڈالا اور جوڑی روح نظر آیا اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

452ء میں اطلا نے شمالی اٹلی میں ایک لڑکا کا نام ونشان مٹا دینے والا عاصرا کہا۔ جب پوپ لیو کو علم ہوا کہ اطلا کا انکا نشانہ دم ہے تو پایائے اعظم نے اسے اٹلی کی سرحد پر چھوڑ دینے کا مشورہ دیا۔ پہلے تو اطلا نے پوپ کی اٹلی سے نکل جانے کی درخواست کی مگر رد کر دیا۔ پھر گویا ایک مجروحی روٹا ہوا۔ اطلا کے مطابق اس کے پاس جنت پتھر اور بھٹ پال آئے اور انہوں نے اسے کہا کہ وہ پوپ لیو کی اطاعت کرے۔ جبکہ بات منہ رکھنے کا بہانہ اور السانہ ہے۔ اطلا کے اٹلی سے نکل جانے کی تین وجوہات تھیں۔ اطلا کے من ماحول کی تیاری میں جتنا ہو کر مرنے لگے تھے۔ آپ سے باہر ہو کر لوگوں کی تاحیث و تراج ایک مشکل مرحلہ تھا وہ پچھلے سال کی فیلانز کی لڑائی کو نہیں بھولا تھا۔ آخری بات یہ تھی اٹلی کی سی صورت حال سے وہ چار تھا اور اطلا جانتا تھا کہ اسے اسے لاؤ لٹکر کے لیے غوراکہ حاصل کرنا مشکل ہوگا غوراکہ کتنے ہی دیہاتوں اور کھیتوں پر پھندہ کر لے۔

453ء میں جب اطلا ہیراکلار آیا تھا تو اسے اپنے ہمائی ہالیا کے ساتھ قتل میں شراکت کرتا چہی تھی۔ یہ ایک تکلیف دہ صورت حال تھی۔ بارہ سال کی شراکت سے ہیراکلار نے اپنے ہمائی ہالیا کو قتل کر دیا اور غوراکہ کا واحد بادشاہ بن گیا۔ اٹلی مشکل حالات میں تھی۔ اطلا اپنی کھیل سے کھیل غوراکہ کی پوری کرنے کی تدبیر دیکھتا تھا۔ وہ پانچ لاکھ لاکھ لاکھ کی سے ایک لکھ چڑی موت کا احکام کرتا اور کھیل کھیل میں دیکھ رہا تھا۔ تاریخ شہادت کے مطابق اطلا آدم غوراکہ تھا اور ایک سورج پر وہ لپکتا تھا۔

بچوں کو بھی کھا گیا۔ اس کی موت 453ء میں ہوئی۔ اس نے ایک نوجوان لڑکی آئیڈلکو کے ساتھ تنی شادی کی اور اگلی صبح وہ اپنے بستر پر ہی مرا پڑا پایا گیا۔ اس کی پہلے بھی درجنوں بیویاں تھیں لیکن آئیڈلکو اس قدر خوبصورت تھی کہ اطلا اس کو حاصل کئے بغیر نہ رہ سکا۔ شاید شدت جذبات سے اس کی رگیں پھٹ گئیں۔ چونکہ اس کی موت بھی عین سہاگ رات کو ہوئی تھی اس لیے اس بات کا سو فیصد امکان ہے کہ اس کے خون میں موت کے وقت عالم برپا ہوا ہوگا تاہم اس دور میں اس صورت حال کی تصدیق نہ ہو سکی۔ پانچویں صدی کی تمام اطلاعات اور معلومات غیر صدقہ اور غیر صحت مند ہو سکتی ہیں۔ یہ امکان بھی ہے کہ شادی کے جشن کے بعد جب وہ تھکے میں گیا ہوگا تو اسے دل کا دورہ پڑا ہو۔

اطلا کی لاش کو سونے چاندی اور لوہے کے تین کنن پہنائے گئے۔ اس کی تدفین کے وقت اس کے ایک عظیم الشان راہنما ہونے کی حدیں گاٹی گئیں۔ اس کی ناشدنی حرکات اور لوگوں کے دکھ درد عزتوں کے کٹنے شہروں کے کھنڈر ہو جانے اور لاکھوں جانوں کے نقصان کی کوئی بات نہیں کی گئی۔ اس کے چھ بیٹوں نے اطلا کی تمام ورثتیں پائیں لیکن اپنے باپ کی موت کے ایک سال بعد ہی 454ء میں انہیں جرمنی قبائل کی ہتھکڑی کا سامنا کرنا پڑا اور ان ہتھکڑی کو وہ کھل نہ سکے۔ ان قبائل میں آشورو کو تھ کا قبیلہ بھی تھا جسے ایک مروجہ تو غوراکہ انہوں نے اس قبیلے کو زخموں سے چھٹی کر دیا تھا لیکن اب وہ انہوں سے اپنا انتقام لے رہا تھا۔

7



پول پاٹ

”کبوڑیا کا قصاب“

(1924/25/28ء تا 1998ء)

”ہمارا خیر صاف ہے۔۔۔ پول پاٹ“

پول پاٹ جو موت کے کھیتوں (Killing Fields) کی حقیر کا ماہر تھا۔ کبوڑیا کا سیاسی ماہر تھا۔ اس کی ”غیر روایتی“ نامی گھڑا کیسٹ فورک نے 1975ء میں کبوڑیا کی حکومت کا تختہ الٹ دیا تھا۔ پول پاٹ کے وہ الزام میں جانیں کو تختہ کے بعد موت کے گھاٹ اتارا گیا جبکہ 1975ء سے لے کر 1979ء تک کبوڑیا نے سزائے موت لے کر تیس لاکھ افراد کو تختہ اہل بنایا۔ پول پاٹ حکومت کا تختہ 1979ء میں دست نام کی

خروج نے الٹا اور وہ دارالحکومت چھوڑ کر بھاگ گیا۔ پول پاٹ نے دانستہ نسل کشی کی بدترین مہم چلائی۔ اس پر سب سے بڑا الزام یہ ہے کہ وہ تاریخ اقوام میں واحد ایسا آمر ہے جس نے اپنے ہی ملک کی ایک چوتھائی آبادی کو صفائی ستی سے مٹا دیا۔ پول پاٹ کی غمروغ کے کارکن اس کے حکام کی تعمیل رائے میں انتہائی بے رحم تھے۔ انہوں نے مردوں اور عورتوں پر کسی اختیار کے بغیر تشدد روا رکھا۔ بچے بھی ان کی بربریت سے محفوظ نہ تھے۔ ان کا طریق کار یہ تھا کہ وہ ماں باپ کی آنکھوں کے سامنے ان کے بچوں کو زندہ دفن کر دیتے یا پھر وہ بچوں کی خوف سے اپنی آنکھوں کے سامنے ان کے والدین کو قتل کرتے۔ بچے اپنا ذہنی توازن کھو دیتے۔ بچوں کو موت کے پردہ کرنے کا ایک اور طریقہ یہ بھی تھا کہ وہ ان کے سروں کو پے در پے درختوں کے تنوں سے گھراتے۔ یہ ظالم گھڑیلے آدمیوں کے سروں کو موت کے لیے کدالوں یا پتلیوں سے شدہ طور پر پھونٹتے اور عورتوں کی شہ رگوں کو کاٹنے کے لیے کھجور کے چوں کو تیز کر کے استعمال کرتے۔

کام کرنے کے بعد ان کے اوقات اظہار گفتگوں پر محیط تھے اور کسی کو بھی حردردی سے معاف نہ کیا جاتا خواہ وہ بیمار ہی کیوں نہ ہوتا۔ اگر کسی بھی وجہ سے کوئی کام نہ کر سکتا تو کدال کے چوٹی دستوں سے اسے اس حد تک چٹا جاتا کہ وہ مر جاتا۔ دیہاتوں پر حملے کئے جاتے اور دیہاتوں کو کھجور کی ٹھیلوں میں زندہ ڈبو دیا جاتا۔ بعض کو گلے تک ریت میں دبا دیا جاتا اور پھر ان کے سر زمینوں سے پھولے جاتے اور وہ بے چارے بے بار و منہاں مر جاتے۔ مزاحمت ختم کرنے کے لیے کئے ہوئے سروں کو برنجیوں پر چڑھا کر کھجور یا کے حمام کو دکھایا جاتا۔

پول پاٹ کے کیونسٹ گھڑیلوں یعنی اس کی خصوصی فوج غمروغ نے فوجی اطروں، سرکاری کارکنوں اور ان کی بیویاں، دیہاتوں، زمینداروں، کسانوں، تاجروں، بلایوں اور بچوں۔ گویا بغیر کسی تخصیص سے ہر ایک کو۔ اکثر ناقابل بیان قزیت دے کر رہا۔ ایک بڑی خانوں کو انہوں نے عسکری گن سے آنکھوں پر گولیاں مار کر دنیا سے فارغ کیا۔

کیونسٹ گھڑیلے یہ بھی کہتے تھے کہ ان کے تختہ کرنے کے طریقہ اپنی کارکردگی

میں خام یا ست تو نہیں۔ وہ اپنے فکا کو اس وقت تک آخری کاری ضرب نہ لگاتے جب تک کہ وہ اقبال جرم نہ کرتا۔ اور اگر وہ اقبال جرم کر بھی لیتا تو جان بخشی کی بجائے موت ہی اس کا مقدر بنتی۔

پول پاٹ اور اس کے کیوبسٹ گدیے کیوبڈیا کو دور وسطی میں لے جانا چاہتے تھے اور اس مقصد کے لیے وہ ماڈرن ٹیک کی ناکام تلاشیں ماڈرنزم کا نفاذ کرتا چاہتے تھے۔ ماڈرنزم کا مفہود خیر بدگرام اس کے کام ہی نہیں آیا تھا تو اب پول پاٹ کے کام کیسے آتا؟ بالکل خالی از معنویت حکمت عملیوں جیسے فوری طور پر کیوبزم لانے کے لیے ماڈرن کیوبڈین کو کانے پاجامے پہنانا چاہتا تھا۔ لیکن پول پاٹ نے بدترین قدم اٹھایا کہ اس نے جھوٹے لوگوں کو فتنہ کرنا شروع کر دیا۔ غیر زبان بولنے والوں کو سروا دیا۔ یہاں تک کہ جو بھی چشمہ استعمال کرتا اس کو بھی اس نے ذمہ نہیں چھوڑا۔

بی بی سی نے لکھا کہ پول پاٹ نے فلت میں اپنے ملک کو اپنے تصورات کے مطابق مثالی زرعی ریاست بنانے کے لیے شہروں کو خالی کرانا شروع کر دیا۔ اسی مقصد کے لیے اس نے سرمایہ ذاتی جائداد اور مذہب کو شہر ممنوعہ قرار دیا اور کیون کی شکل میں اجتماعی دیہاتی زندگی کو فروغ دینا چاہا۔ پول پاٹ خود تسلیم کرتا ہے کہ اس نے مکمل کیوبسٹ معاشرہ پیدا کرنے کے لیے اپنے ملک کی گھڑیوں کو "سٹر سال" سے شروع کیا۔ اس نے کیوبڈیا میں تمام بد مذہب مراکز جہاں کر دیئے۔ اس نے تمام سکول اور کالہجی مراکز بند کر دیئے اور جدید شہروں کے باشندوں سے کہا کہ وہ دور دور کے علاقوں میں چاول کاشت کرنے والے زمیندار بن جائیں۔ اس کا خیال تھا کہ جب ملک کا ہر شہری خود کاشت پیدا کرنے لگے گا تو ملک کو کسی بھی بیرونی امداد کی ضرورت نہ رہے گی۔ اس کی اس حکمت عملی کا اہم یہ تھا کہ کیوبڈیا کی ساری معیشت برآمدات اور غیر ملکی ڈالروں کی محتاج تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ماڈرن اس طرح نے ہل دی ملک کا قانونی ڈھانچہ اور نظام بدل بگاڑ کر رکھ دیا بہت سی بد مذہب مراکز کی جہ سے مردوں اور عورتوں کی باہمی نسبت گر گئی اور کیوبڈیا کی معیشت جس جس ہو گئی۔ سپاہی اور پولیس کو اپنے طرز عمل گرفتاریوں اور گرفتار لوگوں پر تشدد کے بارے میں کوئی باز پرس کرنے والا نہ رہ گیا۔ کیوبسٹ گدیوں کی ہائی کمان ہی عرض سادہ سخی اور یہی ہائی کمان جملہ برائیوں اور موت کی سزاؤں تک کی ذمہ دار تھی۔

بہت سی دوسری کیوبسٹ حکومتوں کی طرح پول پاٹ کی حکومت بھی خوشی اور تفریح کے خلاف تھی۔ مردوں اور خواتین کے میل جول، تکمیل کوڈسے نوشی اور سگریٹ نوشی تک پر پابندی تھی۔ ہر وہ شے جو نفون لطیف کے زمرے میں آتی تھی اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ حرام کاری کے لیے تو سزائے موت تھی۔

پول پاٹ کا اصل نام سلوٹھ سار تھا۔ وہ کیوبڈیا کے ایک زمیندار کے گھر 1920ء میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک بد مذہب خاندان اور روس کیوٹولک سکول میں پڑھتا رہا کی دہلی کے وسط میں پیدا ہوا۔ وہ ایک بد مذہب خاندان اور روس کیوٹولک سکول میں پڑھتا رہا لیکن وہ کوئی اچھا طالب علم نہ تھا۔ ہائی سکول کے واسطے کے امتحان میں وہ پاس نہ ہو سکا تو اس نے سال بھر کٹوری کا کام سیکھا۔ پھر وہ فرانس چلا گیا تاکہ وہاں سے ریڈیو ایکسٹرنس کا کام سیکھے۔ یہی وہ وقت تھا جب وہ بائیں بازو کے کیوبڈین قوم پرستوں میں مکمل مل گیا۔ انہی قوم پرستوں میں سے بعض کیوبسٹ گدیے راہنما بنے۔ سار تعلیم سے فارغ ہوا تو 1953ء میں وہ واپس کیوبڈیا آ گیا۔ یہاں اسے استاد بننے کے لیے موزوں قرار دیا گیا اور وہ 1954ء سے 1963ء تک سکول میں پڑھاتا رہا۔ 1963ء میں اس نے اپنا نام سلوٹھ سار سے تبدیل کر کے پول پاٹ رکھ لیا اور آئندہ کے بارہ سال اس نے کیوبڈین کیوبسٹ پارٹی کی تشکیل میں صرف کر دیئے۔ 1975ء میں اس نے اپنے گدیوں کی مدد سے لون پل کی حکومت کا تختہ الٹ دیا اور اپنے آپ کو وزیراعظم نامزد کر دیا۔

لگے چار سال کیوبڈیا کی تاریخ میں بھوک، ناقص غذا، بیت طبریا، بچپش، تھوری امراض کے پھیلاؤ، بیماری اور مارا مارتاؤ کے نتیجے میں ہلاکتوں کے سال تھے۔ یہ سب کچھ پول پاٹ کی ناقص اور غلط پالیسیوں اور اس کی مکمل ذاتی سردمہری کی وجہ سے ہوا۔

پول پاٹ کی حکومت کو اپنے پڑوسی ملک ویت نام نے ختم کیا۔ ویت نامی شہرہ گئے تھے کہ پول پاٹ نے کیوبڈیا کے ساتھ کیا کیا ہے؟ گو وہ روپوش ہو گیا لیکن بیرونی کی سنگٹ کے سرمائے کے سہارے اس نے اپنے کیوبسٹ گدیوں پر اپنی دسترس باقی رکھی۔ 1997ء میں پول پاٹ کو اس کے گدیوں نے گھر ہی میں نظر بند کر دیا اور کسی مقصد کے سامنا کرنے سے پہلے دل کا دورہ پڑنے کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ جس کم جہاں پاک۔



ولاد سوم ڈریکولا

(بیمیں ٹھونک کر ہلاک کرنے والا)

(1431ء تا 1476ء)

”جہاں سے خون پینے والے آدمی خزانہ ڈریکولا کی انتہائی عالم اور خوفناک کہانی شروع ہوتی ہے۔ وہ کسی طرح لوگوں کو نہیں ٹھونکتا تھا ان کو بھونٹتا تھا۔ پھر ایک دہائی میں ان کے سر ہلاک ہوا تو لوگوں کی کھال اتارتا اور انہیں گھسی کی مانند گھوسے ٹکڑے کر دیتا۔ وہ مصوم بچوں کو بھونٹتا اور ان کی ماؤں کو اپنے بچے کھانے پڑتے۔ (ڈریکولا ان کو کھانے کا حکم دیتا تھا۔ اور بہت سی خوفناک کہانیاں اس کیلئے اور سرزمین سے منسلک ہیں۔

جہاں حکومت کرتا تھا۔
ڈریکولا سے حلق ایک کناچہ سے اکتھاس
جو 1499ء میں نورمبرگ میں پھپھا۔

کنٹ ولاد سوم ڈریکولا 1431ء میں رومانیہ میں ٹرانسلوینیا میں پیدا ہوا وہ براب المعروف اژدہا کا بیٹا تھا۔
ڈریکولا کا تعلق انگریزی زبان کے دس معروف الفاظ میں سے ہے۔ ڈریکولا کے معنی رومانیہ کی زبان میں اژدہا کے ہیں۔ اس کے آخر میں 'ا' کے معنی "کا بیٹا ہونے" کے ہیں۔ اس وقت رومانیہ میں رومن کیتھولکوں کا زور تھا جبکہ مسلم ترک اس پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ علاقے میں چونکہ سیاسی عدم استحکام عام تھا اور یہی حال رومانیہ کا بھی تھا جس کے نتیجے میں تین مرتبہ ڈریکولا اقتدار سے معزول ہوا اور تینوں مرتبہ وہ دوبارہ اقتدار میں آیا۔

ڈریکولا کا خوفناک دور حکومت 1456ء سے 1462ء تک رہا۔ یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ ان سات سالوں میں اس نے تقریباً ایک لاکھ افراد پر تشدد کیا اور انہیں نہیں ٹھونک کر ہلاک کیا۔ جب اسے اقتدار سے ہٹا کر جیل میں ڈالا گیا اس وقت تک وہ یہ سب کچھ کر چکا تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ اس نے یہ تمام قتل چند وجوہات کی بنا پر کئے۔ اس کا شمار زیادہ تر اس کے دشمن تھے یا پھر عسکری ترک یا ملک کے خداداد اور فتنہ انگیز باغی لیکن بعض اوقات وہ اپنی خوش طبعی یا اپنی بے رحمتی دور کرنے کے لیے بھی اپنا قلم و ستم روا رکھتا تھا۔

خیر ان کن طور پر ظالم ڈریکولا نہیں ٹھونک کر لوگوں کو موت کے حوالے کرتا۔ ایک مرتبہ اس نے اپنے محل اور قلعے کے گرد گرد قطار دو قطار دیواروں میں بیس ہزار ترک قیدیوں کو نہیں ٹھونک کر لٹکایا یہ واقعہ دوسرے مقاموں کے لیے ایک انتہاء تھا کہ ان کا اہتمام بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ اس ہلاکت فیز نظام کے کو دیکھ کر عسکری ترک کی کیا باتے ہونٹوں سے اللہ کی پناہ مانگتے دانت چلے گئے۔ حالانکہ گزری دلو ہے کی نہیں ٹھونک کر انسانوں کو ہلاک کرنے کا فن اس نے ترکوں ہی سے سیکھا۔ قید کے دوران وہ کھڑکی سے باہر جھانکتے

ہوئے دیکھا تھا کہ ترک اپنے دشمنوں کو جیل کے میخان میں اسی طرح دھری دیا میں
خفل کرتے تھے۔ ڈرنکولا کو ایک پتھر لی کھڑی میں ہر روز کڑوں سے بٹا جاتا تھا۔ کئی
کڑی سے اس کے جسم کو داغا جاتا۔ ساتھ ہی بھوک اور پیاس کی سزا دی جاتی۔ یہیں
ٹھونکنے کے دوران ڈرنکولا نے قیدیوں کو تیروں سے ہلاک ہوتے پھانسیوں پر لٹکے اور
بڑے بڑے پتھروں کے نیچے کھینچے اور ان کو بھوکے وحشی دھندوں کے سامنے زندہ ڈالے
ہوئے بھی دیکھا تھا۔ ڈرنکولا کو یہیں ٹھونک کر قیدیوں کو ہلاک کرنے کی دھمکانے اور
بربریت کی مظہر سزا زیادہ پسند آئی تھی کہ یہ اس کی فطری وحشی سے زیادہ مطابقت رکھتی
تھی۔

مشہور انگریزی ناول نگار بریم سٹوکر نے حقیقی اور تاریخی ڈرنکولا کو اپنے انسانی
کردار ڈرنکولا کے کردار میں پیش کیا لیکن اصل ڈرنکولا کوٹ ولاد ڈرنکولا نے کئی قیروں
سے اٹھنے والی خوفناک وحشوں کی طرح زندہ انسانوں کا خون پی کر ان کو اپنی صف میں شامل
کرنے کا کام نہیں کیا۔ تاہم کوٹ ولاد ڈرنکولا کے تاریخی سوانح میں اس کے اپنی موتی کو
اپنے انسانی شمار کے خون میں ڈبو کر کھانے کے واقعات ملتے ہیں۔

ہینٹ ہارٹولمب کے دن اپنے دوسرے دور حکومت میں 'کوٹ ڈرنکولا نے
اپنے فوجی دستوں کو حکم دیا کہ وہ رومانیہ کے برلوف نامی شہر پر قبضہ کر لیں۔ یہ شہر رومانیہ
پلیس کی چلی پہاڑیوں پر تھا۔ پہلے تمام شہریوں کو گھبراہٹ کے اوپر لایا گیا تاکہ وہ نیچے
اپنے شہر کو نکالی گئی آگ کو دیکھ سکیں۔ پھر اس نے اپنی خون غلاما دیکھنے کی شوقین لڑکیوں
کے سامنے تقریباً تیس ہزار تاجروں اور شرعاً کو گھبراہٹ کے اوپر لٹا کر ان کے اجسام میں
بیسٹین ٹھونکا کر۔ جب یہ سارا عمل ابھی جاری تھا تو اس نے پہاڑی کے بلاتریس صے پر
دھت کا میز لگایا اور جب وہ دھت کھا رہا تھا تو ساتھ ساتھ ہی اپنے سپاہیوں کو کھانڈوں اور
تکڑوں سے زندہ قیدی شہریوں کے اجزاء ایک ایک کر کے الگ ہوتے دیکھ رہا تھا اور ایسے
قیدیوں کی جوا بھی اپنے حواس میں تھے کی جھپٹیں بن رہا تھا۔

صبح کے ناشتے کے وقت اس کے سامنے انسانوں کے کٹے ہوئے ہاروں
تاجوں 'سروں اور ہڈیوں کے پہاڑ ایک خوفناک نظارہ پیش کر رہے تھے جبکہ نیچے جتا جتا
شہر ابھی تک دھوکے کے بادل میں رہا تھا۔ پہاڑی پرستوں کے ٹھونکنے جانے سے بچنے

ولاد سوم ڈرنکولا
انسانی خون زمین کو سرخ رنگ میں تبدیل کر چکا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے رات کے وقت
جینی آسمان نے روتے ہوئے خون کے آنسوؤں کی بارش برسا دی ہے۔ چیخوں کراہوں
اور دم توڑتی زندگی کی سسکیاں فضا کو مائل کر رہی تھیں جبکہ ابھی بہت سے آدمیوں 'مورتوں
اور بچوں کی قربانی باقی تھی اور متوقع موت اور ظلم سے دہشت زدہ یہ انسانی رو میں چین
کرتے ہوئے خدا سے اس عارت مری سے پتلا مانگ رہی تھیں۔ غم و اندوہ کے اسی شور
میں کوٹ ڈرنکولا کی خوشی پہنچاں تھی۔

اس خون آشام دھت کے دوران ڈرنکولا کے پسندیدہ شرفاء میں سے ایک
معزز مہمان سے ایک لفظی ہوئی۔ جب کسی شخص کو یہیں ٹھونکیں جاتیں تو خون کے علاوہ
اس کی استخوان کی جملہ طاقتیں بھی باہر نکل آتیں۔ اس طاقت اور غول سے ایک ملی جلی
کراہت آئیز بدلتی تھی۔ جب ہزاروں افراد کے ساتھ عالمانہ کارروائی ہو رہی ہو تو قلعہ کا
اعلاہ ہر باشعور فرد کر سکتا ہے لیکن جب ذہن میں قلعہ ہو تو ہر دنی قلعہ کا شعور نہیں ہوتا۔
ڈرنکولا اور اس کے ساتھی ایسے ہی تھے تاہم انسانیت کی کوئی معمولی سی رفق باقی رکھنے
والے لفظی کے مرکب معزز مہمان نے تھوڑی سی ناک سکڑی۔ اس کے ناک سکڑنے کے
عمل کو کوٹ ڈرنکولا نے دیکھ لیا اور اس نے فوراً ہی اس معزز مہمان کو بھی یہیں ٹھونک کر
طاقت اور خون کا مرکب بنا دینے کا حکم دیتے ہوئے کہا: "اس کو اپنے ساتھیوں ہی میں
بیچ دو۔" معزز مہمان چونکہ آج تک ڈرنکولا کے احقر پر پورا اترا تھا لہذا اس نے یہ بھی
حکم دیا کہ اسے دھروں سے علیحدہ اور اونچا گاڑو تاکہ اسے بدلہ کا احساس نہ ہو۔
ڈرنکولا کی وحشی کی اور بھی کئی مثالیں ہیں:

① جب اس کی ایک محبوبہ نے جھوٹ موت سے اسے بتایا کہ وہ امید سے ہے تو
اس نے جاگے سے لے کر چھاتی تک اس کا ہتھ کاٹ دیا کہ بچہ کہاں تھا؟ یعنی
وہ کہیں بھی نہیں تھا اور محبوبہ نے اس سے جھوٹ بولا تھا۔ اس بلاخیر رحم سے وہ
محبت خوب ترپ کر مری۔

② جب اس نے سنا کہ اس کی مملواری میں کچھ لوگ بھاڑ ہیں اور غریب ہیں تو
اس نے ان میں سے 100 کے قریب افراد کو قلعے میں بلایا اور انہیں خوب کھلایا
اور شراب پلائی۔ جب وہ سیر ہو گئے تو اس نے دھت کے ہل کے جملہ

دلاور شاہ ہند کر دیئے اور اس کے اندر چھ اندازوں کو آگ لگانے والے تھے
برسنے کو کہا۔ ہال میں پردوں اور فرنیچر تک کو آگ لگ گئی اور ہر دھرت
زندہ جل کر مر گیا۔ اس پر ڈرنکولا نے کہا "یہ سبھی بہترین بات ہے کہ یہ لوگ
بہت بھر کر دم کو سدھا رہے ہیں۔

ڈرنکولا لوگوں کو قدرتی لباس میں کر تک زمین میں دھانے کا بھی پڑا شائق تھا۔
اس طرح وہ نہ تو کچھ کر سکتے تھے اور نہ ہی ہی بھاگ سکتے تھے۔ ایسے میں
پر سنگ باری کی جاتی یا پھر ان کو رائفل کی گولیوں سے بھون ڈالا جاتا۔ (یہ سب
میں ڈرنکولا پہلا فرد تھا جس نے ہارو کو موت کے لیے استعمال کیا۔)

وہ انسانوں کو زندہ تیل میں تکتا اور پھر جب ابھی وہ زندہ ہی ہوتے تو ان کو تیل
سے نکال کر ان کی کھال اتارتا اس طرح وہ اپنے سطلے بے دم جذبات کی
تسکین کرتا۔

ڈرنکولا ایک موجد بھی تھا۔ اس نے سگم دیا کہ ایک ایسا برتن تیار کیا جائے جس
میں کچھ آدھی آنکیں۔ وہ اپنے ہزار افراد کو بھجھ کر کے اس برتن کے اندر
کھڑا کرتا اور ایک سطلے میں بے سواغلی سے ان کے سر پر کوڑھاتا۔ جب
اس طرح آدھی قابو آچکے تو برتن کے نیچے آگ بھڑکاتا کہ اس کے ہزار
ہی لہانے کی کیفیت سے گزریں۔

اسے اپنی مملکت کی حدود میں خاندہ بدوش بلا اجازت آوارہ گھومتے نظر آئے تو اس
نے ان سب کو اپنی گرفت میں لے لیا اور ان میں سے تین کو ذبح کر کے کھاد
اور پھر ان کے ساتھیوں کو اپنے ہی ساتھیوں کا گوشت کھانے پر مجبور کیا۔

وہ بدکار عورتوں کے اصحابے مخصوصہ کو ان کے جسموں سے چھری چاقو کے
ذریعے کٹوا دیتا۔ پھر جب عورت ابھی زندہ ہوتی تو اس کی کھال اتارتا اور
اسے مرنے کے لیے پبلک مقام پر پتھروں سے لٹکوا دیتا۔ اس کی کھال کی نمائش
کے لیے الگ جین قریبی درخت یا لکڑی کا کھیا منتخب کرتا۔

ڈرنکولا ۱۶۷۴ء میں ترکوں کے خلاف جنگ کے دوران سرکٹوا کر ملک دم کو سدھا رہا۔

11



طلعت پاشا۔ انور پاشا

(1874ء تا 1921ء) (1881ء تا 1922ء)

ترکی میں سولہویں جنگ سے خلا حاصل کر رہا ہے کہ وہ داخلی طور پر
نہ دشمن یعنی وہ مقامی میاںوں سے بغیر کسی بیرونی طاقت کے منشا
ہے۔

طلعت پاشا

طلعت پاشا کو آرمینیا اور لبنانی لوگوں سے صاف کرنا چاہیے۔ ہم نے
وہ لوگوں کو کھارے سے ختم کیا ہے جبکہ مؤرخہ کر کو ہم بھوک سے ختم کر دیں
ہے۔

انور پاشا

وہ کرامت جس کا نام آرمیہا کے لوگوں کا سچا سمجھا 1915ء سے 1918ء کا اہتمام ہے (جس کے بعد پھر سے جنگی حالات 1920ء سے 1923ء تک ہوئے) کی مرکزی کمیٹی نے جو جہان ترک پارٹی نے عملی جامہ پہنایا۔ پارٹی کی تعلیم و ترویج طلعت پاشا اور انور پاشا نے کی۔ جو جہان ترکوں نے فیصلہ کیا کہ وہ تمام آدمیوں کو جان سے مار دیں گے کیونکہ وہ عیسائی ہیں۔ جبکہ ہم ترک مسلمان ہیں اور ہم نے حالیہ تاریخ میں یہ چاہا ہے کہ کفار کو زندہ نہیں رہنے دیا جائے۔

طلعت پاشا اور انور پاشا کے کارنامے کس قدر قابلِ فخر تھے ان کی طرف سے صرف ایک لفظ نظر کر سکتا تھا کہ وہ بھی انہی دو ہمتیوں کی طرح بہادری کا اہتمام کیا تھا۔ انہوں نے اپنے صلاح کاروں سے کہا تھا کہ آج کون ہے جو آرمیہا کے لوگوں کے اہتمام کی بات کرتا ہے؟

عثمانی سلطنت کے وارث ولی محمد شہزادہ مہداسید سے جب آرمیہا کی طرف سے اہتمام کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کہا:

”وہ تکلیف دہ نسلِ عام۔ ایک بدنامی دارِ عالمی قوم اور نسل پر ہے وہ تمام تر طلعت اور انور کی کارستانی تھی۔ خود سے چند روز خوشتر جب مجھے اس ہولناکی کا علم ہوا تو میں احتجاج کیا اور انور سے طاقت کرنے پر اصرار کیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا یہ درست ہے کہ وہ کوئی ایسی حرکت کرنے والا ہے تو اس نے جواب دیا۔ ”یہ فیصلہ ہو چکا ہے۔ یہ طاعن پروگرام ہے۔“

1915ء تا 1918ء کے دور کا ایک عظیم جہاد کا نام آرمیہا کی شہادت ہے۔ آرمیہا کی دوزخ کو کھانا، مختصر طور پر ترک عقائد کو یوں بیان کرتا ہے: ”آرمیہا غیر آدمیوں کے۔ یہ حکومت عثمانیہ کا منصوبہ ہے جس پر وہ پہلے ہی سے عملدرآمد کر رہے تھے۔ انہوں نے آرمیہا کی لوگوں کی جاننا دلوں پر مسلمان کتبے خانے شروع کر دیے ہیں۔ ابتدا تک دیر و تاسیہ کی تقسیم سے ہوئی۔ تمام جو جہان آرمیہا کے فوجیوں کو انہوں سے فارغ کر کے عام کام کرنے والے بنا دیا گیا۔ ایسا ہی سلوک ان آرمیہا کے لوگوں سے کیا گیا جو فوج میں نہیں تھے۔ ایک عام کارکن ہونے کا مطلب وہ کام کرنا

جس کا نام آرمیہا کے لوگوں کا سچا سمجھا 1915ء سے 1918ء کا اہتمام ہے (جس کے بعد پھر سے جنگی حالات 1920ء سے 1923ء تک ہوئے) کی مرکزی کمیٹی نے جو جہان ترک پارٹی نے عملی جامہ پہنایا۔ پارٹی کی تعلیم و ترویج طلعت پاشا اور انور پاشا نے کی۔ جو جہان ترکوں نے فیصلہ کیا کہ وہ تمام آدمیوں کو جان سے مار دیں گے کیونکہ وہ عیسائی ہیں۔ جبکہ ہم ترک مسلمان ہیں اور ہم نے حالیہ تاریخ میں یہ چاہا ہے کہ کفار کو زندہ نہیں رہنے دیا جائے۔

جس میں دن گزرتے جاتے عورتیں بچے اور لڑکے بچے مرا میں سے اپنے آپ کو کھینچ آگے بڑھتے۔ وہ کمرہ ہوتے جارہے تھے بہت سے تو ذرا عمل ہو کر زمین پر گر جاتے اور سڑکوں پر لٹ جاتے۔ ترک فوجی اپنے چہرے سے ہاتھ کمرہ فرار کو ٹھکین ٹھپ کر بھیڑ کی فیر ہی ملا دیتے اور خود آگے بڑھ جاتے۔

ہری محمد شہزادہ جو 1918ء میں امریکہ کا ترکی میں سفر تھا اپنی کتاب ”ایک قوم کا قتل“ میں ترکی کے ایک قصبے کی چلی کا حشر بیان کرتا ہے:

”انہوں نے تمام آرمیہا کی نسل کے چہرے سے سحر میں کے مرد گرفتار کر لیے تھے۔ ان کو چار چار کے گروہوں میں اکٹھے بانٹ دیا گیا اور انہیں بیزاریہ کی طرف جانے والی سڑک پر ڈال دیا گیا۔ جب وہ پانچ سے چھ گھنٹے حشر میں تھے تو وہ ایک اکیلی دلدی میں پہنچے۔ وہاں ان پر ترک کسانوں کا مسلح گروہ ڈال دیا گیا۔ انہوں نے

کھاڑوں 'درختوں' کھریوں اور آریوں سے ٹوٹ پڑا۔ یہ اخصار
ہندوؤں اور پستوؤں کی گولیوں کی نسبت زیادہ تکلیف دہ موت کا
سبب بنتے ہیں۔ ترک خود اس بات پر فخر کرتے ہیں چونکہ وہ کثرت
شعار ہیں اس لیے وہ بارود اور غول زیادہ ضائع نہیں کرتے۔ اس
طریقے سے انہوں نے انگوہ کی تمام مرد آبادی کو ختم کر دیا جن میں
امیر مرد اور زمیندار بھی تھے۔ ان کے اصحا خوفناک طور پر کاٹ کر
برباد کئے گئے تھے۔ ان کو وادی میں پھوڑ دیا گیا جہاں ان کو جنگل
دھندوں نے چیر پھاڑا والا۔"

موردہ چٹھاؤ ان عورتوں کے بارے میں جو پیچھے وہ مکی حسین لکھتا ہے کہ ان کو مکی
سوت کا سفر اختیار کرنے پر مجبور کیا گیا۔ وہ لکھتا ہے:

"تمام سفر مقامی مسلمان باشندوں سے مسلسل کشش پر مبنی
تھا۔ مسلمان آبادیوں کے کٹے میدانوں میں چلے ان کے شہر
ہوتے۔ ترکی غیر مہذب مرد عورتوں پر ٹوٹ پڑتے وہ ان کو کبھی مردہ
حالتوں میں اور کبھی جوتنی کیفیتوں میں جٹا پھوڑ جاتے۔ خوفناک
نظر بندی کے تجربات کے بعد فح جالے دلی آرمیہائی عورتیں اگل
صبح پھر اپنے سفر کا آغاز کرتیں۔ جوں جوں منزل کی طرف بڑھنے کا
سفر طویل ہوتا نظر آتا توں توں ترک سپاہیوں کا قصہ اور تندرستی
بڑھتی چلی جاتی۔ شاید وہ فح جالے دلی عورتوں سے اس لیے خائف
ہوتے کہ وہ زعمہ کیوں فح مکی ہیں؟ تنگ کر کر جانے دلی عورتوں کو
وہ عکینوں سے ہمیشہ کی غیر سلا دیتے۔"

سفر کی مصوبت تو قس ہی لیکن بھوک اور پیاس بھی کم مذاہب نہ تھا۔
اگر راستے میں کوئی دلیا آگئی جاتا تو عورتوں کے گمان سپاہیوں کو
تنگ کرنے کی خاطر پانی کے نزدیک تک نہ جانے دیتے۔ صحرا کے
سفر میں تن کے کپڑے ان کے بدن کو گری سے نہ بچا سکتے اور
پاؤں نہ صرف شدت حرارت سے جھلکتے بلکہ سوجن اور حکن بھی ان

کو بھڑک کر دیتی۔ ہزاروں عورتیں مگر کر گیا تو خود ہی مر گئیں یا پھر
ان کو مار دیا گیا کہ ان کے لیے جینے کی بجائے مرنے ہی میں
عافیت تھی۔ اس طرح جڑی دلوں میں عام حالت دلی عورتوں کا
جوں ڈانگاتے ڈھانچوں کا جلوس بن جاتا جو راستے میں پڑی ہر
جیر کو کھانے کی چیز بکھتا اور اس پر جھپٹتا اور مایوس ہو کر پھر آگے
قدم اٹھانے کی خاطر اٹھتا۔ کئی عورتوں کے چہروں کو بھوک بیماری اور
حکمن نے ایسا بنا دیا جیسے وہ زبان حال سے کہہ رہی ہوں کہ ان کو
تکین بھوک کر زندگی سے آزاد کیوں نہیں کر دیا جاتا مگر ان کی
اس خواہش کو ان کے گمرانوں کے چابک اور ڈھڑے نہ صرف دبا
دیتے بلکہ ان کو آگے کی سمت قدم اٹھانے پر مجبور بھی کرتے۔

یہ اعزاز کیا گیا ہے کہ ہر چار آرمیہائی جنہیں شام کو کیپوں کی طرف چلنے کا
قرار کیا گیا اس سے تین لازمی طور پر منزل پر پہنچنے سے پہلے ہی مر کھپ گئے۔ ایک قافلہ
جو طرہ ہزار نفوس پر مشتمل تھا اس سے منزل مقصود پر صرف 150 افراد زعمہ پہنچے حالانکہ
پارٹس سے ایک کی نسبت سے ساڑھے چار ہزار نفوس کو زعمہ ہونا چاہیے تھا۔

آرمیہائی لوگوں کے اس ارادی قتل عام کو بیسویں صدی کی پہلی وسیع انسانی
مہمائی شمار کیا جاتا ہے۔ آج کے دور کی تمام اقوام حلیم کرتی ہیں کہ 1923ء تک ایٹانے
کوہک کی آرمیہائی نسل مکمل طور پر برباد کر دی گئی۔ تاہم ترکی کی سرکاری رپورٹ یہ ہے
کہ لوگ پہلی جنگ عظیم میں آرمیہائی خانہ جنگی سے مرے۔ وہ اس بات پر یقین نہیں
کئے کہ سلطنت عثمانیہ نے آرمیہائی لوگوں کے قتل عام کا منصوبہ بنایا اور قتل مکانی میں ان
کو کایف اور لٹھوں سے مار ڈالا۔

1919ء میں طلعت پاشا اور انور پاشا کے خلاف ان کی عدم موجودگی میں مقدمہ
چلا کیا اور انہیں آرمیہائی لوگوں کا قاتل قرار دے کر سزائے موت کی سزا سنائی گئی۔ انور
پاشا 1922ء میں ترکیستان میں ایک باغی کی طاقت میں برپا بغاوت کی راہنمائی کرتے
حکماً مارا گیا جبکہ طلعت پاشا کو ایک آرمیہائی قاتل دہشت نے قہر حیات سے آزاد کیا۔

خون، لاشیں اور قرض کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

1400ء میں تیمور نے مغربی ایشیا کے شہروں پر یلغاریں کیں۔ اناطولیہ بھی اپنی یلغاروں میں پامال ہوا۔ ہمسایہ چھوٹی میں چار ہزار عیسائی سپاہی تھے۔ منگول جنگجوؤں نے ان سپاہیوں کو گرفتار کر لیا اور ان سے بڑی بڑی خدقیں کھدوائیں۔ ان کے پاس کوئی راہ فرار نہ تھی یا تو وہ خدقیں کھودتے یا پھر ان منگولوں کے ہاتھوں ہلاک ہو جاتے۔ جب یہ خدقیں جو دراصل اجتماعی قبریں تھیں تیار ہو گئیں تو تیمور نے قیدیوں کو ان خدقوں میں دھکیلا اور ان پر مٹی ڈالنی شروع کر دی۔ منگولوں نے عیسائیوں کی دم کی درخواست کہ قیدیوں کو ذمہ دکن نہ کیا جائے قبول نہیں کی اور قیدیوں کو ذمہ دکن کر ہی دیا۔

تیموری لشکر منگول اور ترک فوجوں پر مبنی تھا۔ اپنے چالیس سالہ عرصے یعنی 1382ء سے 1402ء تک اس نے فارس، ترکی، روس اور ہندوستان کے بہت سے علاقوں پر حملے کئے اور ان کو فتح کیا۔ وہ تقریباً ہر وقت ہی جنگ میں مشغول رہا۔

1370ء میں اس نے جنوب وسطی ایشیا میں الہ بکستان میں شہر سرخ کو اپنا دار الحکومت بنایا۔ اس کے بعد وہ دہشت گردی، قتل و غارت اور شہروں کی تباہی کے لیے سرخرو ہی سے روانہ ہوتا۔ وہ پختہ خور پر کسی شہنشاہ یا فاتح کی مقدس ذمہ داری خیال کرتا تھا اور یہ ذمہ داری وہ خود پر بھی عائد کرتا تھا کہ جس قدر بھی ممکن ہو لہا چڑا کر قتل کیا جائے۔ اس کا عقیدہ تھا کہ جتنی زیادہ اموات ہوں گی اتنی ہی فاتح کے مقدس مشن کی تکمیل ہوگی۔ تیمور خاندان بدوش منگولوں کی لہیں چوڑی فیرست میں سے آخری منگول فاتح تھا۔ وہ ایک پختہ عقیدے کا سختی سے پابند تھا (اسی سلطان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے پہلے چار خلفاء یعنی خلفائے راشدین حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے وارث تھے) لیکن اس کی دین اسلام سے پرہیز و قادیانی بھی اسے اپنے اہل و عیال سے باز نہ رکھ سکی۔ وہ کھدوے پرانے کھدوے کا قائل تھا اور وہ اپنے پورے آباؤ اجداد میں سے چنگیز خان کی طرح ہی قتل اور غارت سے سکون حاصل کرتا تھا۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ چنگیز خان نے بھی 1220ء میں سرخرو کا رخ کیا تھا لیکن اس نے اسے اپنا دار الحکومت بنانے کی بجائے اسے برباد کر کے رکھ دیا تھا۔

تیمور کی شخصیت سے حلق ایک قدیم قول جو بظاہر تو سہل ہے لیکن سچ ہے کہ تیمور کو فطرتاً ہی لپیٹ اور علم و ادب سے بڑی محبت تھی لیکن اس نے ان دونوں امتیاز سے کسی کوئی استفادہ نہیں کیا اور بالخصوص ان علوم و فنون کو جنگی مقاصد میں ہرگز ہرگز داخل نہیں ہونے دیا۔ بارہویں اور تیرہویں صدی میں سلطانوں کی قبیر کے لیے بہت زیادہ قتل اور غارت کو ایک قوت آفریں عمل قرار دیا جاتا تھا۔ تیمور نے بھی اس قوت آفریں عمل کو نظر انداز نہیں کیا تاہم اس نے جو خالصتہ امتیاز اختیار کئے تھے ذمہ انسانوں کو قبروں میں دفن کر دیا اور قیدیوں کو ذمہ ہی اجتماعی قبروں میں دفن کر دیا وغیرہ اس کی فطری طبیعت کے مظاہر ہیں۔

ساتھ سال کی عمر میں جب وہ یکن کو طاقت و تہرج کرنے کی سوچ رہا تھا موت نے اسے آ لیا۔ وہ اپنے تمام خزانے اور دینے اپنے بیٹوں اور بہنوں کے لیے چھوڑ گیا جو اس کے ذمگی بھر کے اناؤں یعنی قتل و غارت، مار دھاوا، تباہی و بربادی اور لوٹ کھسوٹ سے بھی استفادہ حاصل کرتے رہے۔

1941ء میں ایک روسی سائنس دان نے تیمور کی کھوپڑی کو قبر سے کھود نکالا اور اس نے پایا کہ تیمور 5 فٹ 8 انچ لمبا تھا۔ اس نے تصدیق کی وہ ہائیں ٹانگ سے لکڑا تھا۔ عرصہ بعد سے مرے ہوئے ایک فاتح کی کھوپڑی سے باہرین اس قاتل بھی ہوئے کہ انہوں نے اس کی مشابہت رکھنے والا ایک چہرہ بھی تراش لیا۔

13



طوماس دی طارقا

(1420ء تا 1498ء)

”ہر مذہب کی چھاؤں میں ایک طارقا کھات لگائے بیٹھا ہے۔ طوماس دی طارقا ایک مکمل ہے حیاتی تھا اس نے ان لوگوں کو جو اس سے اختلاف رکھتے تھے کبھی چاکنی مشطیں مار دی۔“

لادوم ”گاؤ انگریز آف دیون“
الفریک ہریت

طوماس دی طارقا پندرہویں صدی کا اٹلٹ نظر تھا۔ وہ ملکہ ازابیلا کی تحلیل کردہ تحقیقاتی عدالت ان کوئی زینشن (Zinshion) کا سربراہ تھا۔ یہ عدالت رومن

ہر مذہب کا داغ ہے۔ اس عدالت کو فراہم اور ازابیلا نے بحیثیت کیتھولک چرچ کی سبکی عقائد میں بدعت اور اہانت کے مقدمات بنائے اور حکم ان کی کیتھولک چرچ کے لیے قائم کیا۔ درپردہ ”ان کوئی زینشن“ نامی یہ عدالت طوماس دی طارقا کی ایسی منظم گہری چال تھی جس کا ہدف وہ یہودی تھے جنہوں نے اپنا مذہب چھوڑ کر مسیحیت اختیار کر رکھی تھی۔ طارقا ان ساتھ یہودیوں کو صلہ ہستی سے مٹانا اور ان کی باجیوں سے رومن کیتھولک چرچ کا خزانہ بھرنا چاہتا تھا۔ اس کا یہ مقصد بھی تھا کہ مسیحیت ”خالص خون“ تک محدود رہے اور اس خالص خون سے مراد سارے یورپ کے عام منہ دام لوگ اور خصوصیت سے کین کے باشندے تھے۔ طارقا کو ساتھ یہودیوں کے ان اخصالی منصوبہ میں مذہبی دیہاتوں اور سامی نسل کے ہٹ دھرم مخالفین کی تائید حاصل تھی۔

ان کوئی زینشن کے منصوبے کا اولین باجی معمار طوماس دی طارقا خود بھی کبھی اٹل تھا۔ اس کے باپ دادا نے اس کی پیدائش سے پہلے مسیحیت قبول کی تھی اور پھر انہوں نے کبھی باجی کو یاد نہیں کیا تھا کہ مہانا ان پر کوئی اٹل اٹھائے۔ اس عدالت کا مہم بننے سے پہلے طارقا رومن کیتھولک چرچ کے مرکزی چرچ میں پوپ کے ماتحت ایک باجی تھا اور وہ گناہگار مسکوں سے ”احتراف“ بننے پر مامور تھا۔ خود اس نے ملکہ ازابیلا کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا تھا اور پھر اس نے ملکہ ازابیلا کو یہ یقین دلایا تھا کہ کین میں کیتھولک چرچ کو یہودیوں سے بڑا خطرہ ہے کیونکہ وہ بدعتی اور اہانتی ہیں۔ اس نے ملکہ کو اپنی باتوں سے مجبور کر دیا کہ وہ ایک ایسی عدالت قائم کرے جس میں رومن کیتھولک کی سبکی عقیدے سے انحراف برستے دلوں پر مقدمات چلائے جائیں۔ ازابیلا بھی بالکل موگی کہ باجی ایک ایسی عدالت کی ضرورت ہے لہذا اس نے عدالت (ان کوئی زینشن) کے قیام کا اعلان کیا۔ اس عدالت کا سربراہ طارقا کو بنا دیا اور اسے طوماس کو صحت تک کی سزا دینے کا اختیار دیا گیا۔

اپنے اٹلے میں کامیاب ہونے کے بعد طارقا نے پندرہویں صدی میں خدا کے ہم پر خدای کے بندوں پر اس قدر ظلم و ستم کیا کہ دنیا کی کوئی مذہبی تاریخ اس کی محفل جلی کرنے سے قاصر ہے۔ ظلم و تعدی کی انتہا یہ تھی کہ عوام پر عمومی تشدد و بربریت کے

THE
EVIL
100

ساری باتیں

سوشیطان

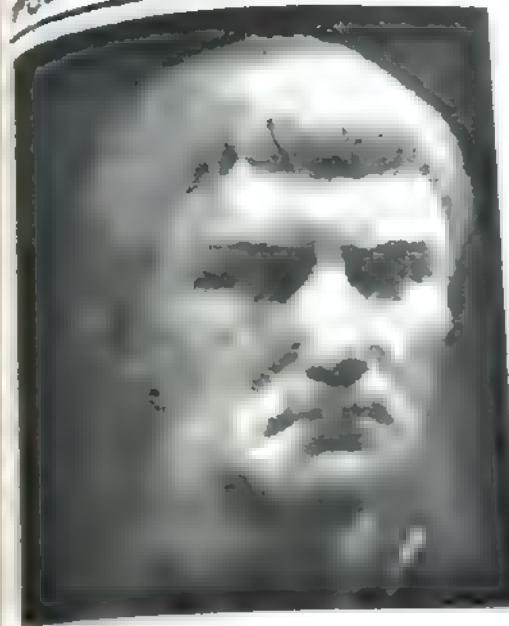
ہولناک کہانیوں کی ایک مجموعہ
(۱۰۰ باتیں)

ایک نیا سلسلہ

تجربہ کار مصنفین



14



کالی گھو

(12ء تا 41ء)

”ماتا کہ یہ عموں کر کے کہہ رہا ہے۔“

کالی گھو نے موت کا غم دیکھتے ہوئے کہا۔

”جب بھی میں وہ کہتا ہوں یہ غم صحت سر سامنے آ جاتا ہے۔“

کالی گھو اپنی بیوی سے کہتا ہے۔

”ابھی مجھ سے نفرت کرنے والے تاکہ وہ مجھ سے خوف کھاتے رہیں۔“

کالی گھو انکی اس کا حوالہ دیتے ہوئے۔

سر عام تشدد و غرور سے لبریز نظر آتا ہے۔

جتنی جرائم و محرمات سے ہم بہتری ہے اسول قتل، من کی سوج کے تحت شہریوں پر جبر و
 ستم و بے رحمی کی شبیہ اور روپیہ پیسہ پر اس کے مالکوں کی مرضی کے خلاف تصرف، حسن
 برائی کی خاطر مینشی اور متواتر نفسیاتی کون اور برائی کے خبط کو لمس ہر سوار رکھتا۔ ایسے اہل
 ہیں جو یہ پرکالی گھو کے ظالمانہ دور حکومت 37ء تا 41ء ہر ہر صدیقی قیمت کرتے ہیں۔
 کان گھو کے قابل اہرام طرز عمل کو آج دنیا شیزوفرنا (خیالات اور احساسات
 میں ہم آ جتنی نہ ہونے کا مرض) کی بیماری قرار دیتے ہیں لیکن اس بھانے سے اس کے
 عقلم اس کی برائیاں اور اس کے ناخوار کارناموں کا لغت بھرا طوق اس کے گلے سے نہیں
 اتارا جاسکتا۔

کالی گھو سے حقیقت ایک کہانی بیان کی جاتی ہے کہ وہ اپنے ایک دھندلے دھرم
 دور کے باطن سے ناراض ہو گیا۔ وہ کالی گھو کے اکھاڑوں پیشہ ور جنگجوؤں کے مقابلوں میں
 حصہ لینے والے دھندہ مفت جنگی جانوروں کا گھر بن گیا تھا۔ ہر اسکی کے ہر کالی گھو نے
 اس دھرم کو اپنے سامنے بلایا اور غم دیا کہ اسے ہماری زنجیروں سے لگا کر پٹا جاتا ہے۔
 زنجیروں نے اس کے جسم سے گوشت اتر کر رکھ دیا۔ اس کی ہڈیاں لوٹ کر بکھر گئیں۔ اس
 کا سر اور کھوپڑی تک کل گئی لیکن کالی گھو نے یہ بھی کہا تھا کہ اسے مرنا نہیں چاہیے بلکہ
 زندہ کر سارا عذاب بھگتا رہے۔ جمالی سے جب اس مظلوم کے دماغ کی بوکالی گھو
 کے لیے ناقابل برداشت ہو گئی تو جب کہیں جا کر اس نے اپنے دھرم کو اسے موت حوالے
 کرنے کا حکم دیا۔

جنگی جانوروں سے لڑائی کے اکھاڑے میں وہ جانوروں کی تعداد اور توانائی کے
 حوالے سے خوبی مقابلے میں انسانوں کی تعداد اتنا۔ وہ اعلاہ کر لیتا کہ کتنے آدمی
 جانوروں کے مقابلے میں آتا چاہئیں۔ اس تعداد سے کم تمام موجود ہوتے تو کالی گھو اپنے
 ہاتھوں کو غم دیتا کہ وہ اس کی اس خوبی مہاشی کے لیے اور اور کڑے آدمیوں سے تو
 آدمی بکڑا نہیں اور ان کو اکھاڑے میں پیچک دیں جہاں جنگی شیر ان کی ٹکا ہوتی کہ دیکھ
 اور بکھرن کو کھا جاتے۔ کالی گھو کے اس پاگل پن کی برائی سے کوئی آدمی بھی محفوظ نہ تھا۔

کالی گھو کے غم کی دیگر مثالوں سے تاریخی انا و دماغ داغ ہے۔ کبھی کبھی وہ رعایا
 پر اپنا تسلط ثابت کرنے کے لیے غلے کے ذخیروں کی جہاز بندی کر دیتا اور لاکھوں انسانوں

ہونے لگی تھی۔ چہرہ نہ تھے جو جلد ہی اس کے حجر و استبداد کا منظر بن گئے۔ جب کالی گلی سے گزرتے تو اس کی اچھائی رسوخ دلی مادی انطو یہ اختیار کر گئی۔ جس کے ہم میں کالی گلی سخت پیار ہو گیا۔ بہت سے مویشین اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ کالی گلی کے دماغ کو چون مونی تھی جو ایک دائرس پا سیتے کے زہر کے ذریعہ موٹی ہے اور اس زمانے میں ہے بہت سے برتن بنے تھے جن میں خصوصیت سے شراب موٹی کے پالے اور پام شہابی چیت رکھتے تھے۔ ان دنوں دماغ کو نقصان پہنچنے کے واقعات بھی عام تھے۔ اس بیماری سے بھائی کے باوجود کالی گلی کا پاکی میں کلی حقیقت تھی۔ سادہ کی طرف اس کا بھائی اور بڑے ہونے کا خبا اس کو مکمل طور پر انسانیت سے دور کیا لے گیا۔

جالی صحت کے بعد ہی اس کے لوٹ پلٹ کر مرز گلی نے سر اٹھایا جس میں کا لوروں کے لباس میں بیٹھیں ہوتا تھا آہنیے کے سامنے کونڑے ہو کر پھرے ہوئے کھڑے یا بہ صورت بھانے کی حرکات کرتا شامل تھا۔ وہ اپنی ان مشقوں کو عام لوگوں کے سامنے بھی دہراتا رہتا۔

اس کے دور حکومت کے آخری سال یعنی ۱۹۵۰ء میں بدین لوگوں کے جیبا گندہ لوٹ گیا۔ 24 جنوری ۱۹۵۱ء کو کالی گلی کے ہارے میں ایک مضبوطی کا مہاب ہوا۔ پالا جن کے کیوں میں اس کے اپنے ہی حفاظتی دوتے کے دو محافظوں نے اسے اس کی بیٹی بڑا ہوا بیٹی سیت گل کر دیا۔ لوگوں کی نفرت اس کے خلاف اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ دلی سے چند مرتبے کرتے جب وہ زمین پر گرنا تو بہت سے ملاطنت نے اس کے جسم میں اپنا کوریاں بھونک دیں۔ اس کی بیٹی بھی تھوڑے سے گل کی گئی لیکن اس کی بیٹی کو بھلے سے سر کے بل اتنی دیر تک گھریا گیا جب تک اس کا بچھا بہت کر لیا نہ بن گیا۔

فرام میں کالی گلی کی موت بیزوں کے غارتے کی علامت تھی۔



کو ذوق تھی کے ذریعے مرتبے دیتا۔ وہ مصروف اور دیگر جسمانی کمزوریوں رکھنے والے لوگوں ان کی موت کے وقت تک ٹھرا کر خوش ہوتا۔ جتنی اور زور آور مویشیوں کو اپنے ہفتوں کے آغاز سے میں لڑانے کی بجائے وہ قیدیوں کو دھندوں سے لڑاتا۔ ایسے قیدیوں کو اگر وہ کھانا پلا کر قوت ضرورت ملتا لیکن ان کی قوت دلی دھندوں کے مقابلے میں ہلا کر رکھتے کرتی۔ کالی گلی کو اپنی تالاف تھی کی وجہ سے ایک شاعر کا ایک شعر سمجھ میں نہ آیا تو اس اپنی بھی کمزوری کے اعتراف کی بجائے شاعر کو زندہ چلا دیا۔ وہ اپنے اعلیٰ مرکب ہندوستان کو اپنے دستوں کی چھاپ لگاتا پھر ان کے گھر کے کمرہ ڈالیا یا انہیں ہندو کی طرح اپنی پیروں میں بند کر دیتا۔ وہ اپنی بیٹھ کے ایک رکن سے غرض ہوا اسے بیٹھ کی عمارت کی بیڑیوں پر قتل کر دیا ڈالیا۔ محض گل پر ہی اختتام نہیں کیا گیا اس بیٹ پڑ دیا اور اس کے جسم کے الگ الگ گھروں کی دم کی گلیوں میں کھینٹ کر لڑا گیا۔ چوری کرتے ہوئے پکڑے جانے پر کالی گلی نے ایک غلام کو سزا کے طور پر اس ہاتھ قلع کر دیا اور ان کو ایک ذخیرہ میں باوجود کر اپنی سزا کی فہمیں کرتے ہوئے لوگوں، خزانہ کیا کہ کالی گلی چھٹی کرنے والوں سے کیا سلوک کرتا ہے

کالی گلی کا قتلہ دم کا باجواں بیزو تھا اور اسے اپنے موٹیے باپ کا تخت میں ملا۔ دم میں بیزو کے خاندان کی ابتدا جو بیس بیزو سے ہوئی صدی قبل از مسیح میں ہوئی کالی گلی کا سہا باپ پر پنگس (۱۹۵۵ء تا ۱۹۵۶ء) تھا جو کہ نیرو کا دانا بھی تھا۔ کالی گلی کی ہا کر کی بیٹی (۱۹۵۶ء تا ۱۹۵۷ء) تھی۔

کالی گلی کو کچھن ہی سے اس کے باپ کے حضور نظر فرمائی دیتے پسند کرتے تھے۔ انکی فرنی دھندوں نے اسے کالی گلی کا نام دیا جس کے معنی "چھوٹے بھوت" کے ہیں۔ وہ لڑکپن سے بھولے بھولوں کو پیٹتا ہوا پسند کرتا تھا۔ جب وہ بالغ ہوا تو وہ لہا وہ اور سر کے بالوں سے فارغ تھا۔ بالوں کے ہارے میں بڑائی دھاس تھا اور کسی کو اجازت نہیں دیتا تھا کہ کوئی اس کی بالوں اور دھندوں سے فارغ چہرہ صبا کو دیکھے۔ وہ بے خوابی فریب خیالی اور دھندوں کا مریش تھا۔ وہ اکثر مسرور کی دھان کو اپنے ساتھ کھنکھرتے ہوئے نکلتا۔

کالی گلی کے دور حکومت کے ابتدائی مہینوں میں اس کے سادہیت پرست اور کٹا

”لیکن وہ یہ بھی یقین رکھتا تھا کہ آدھیں اور وقت پر انحرافات اظہار درست بھی ہے اور ضروری بھی۔۔۔ وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ وہ اپنے چھوڑ ہزار بلخاریں قیدیوں کو چھوڑ دے گا۔“ انہیں نہ تو قتل نہیں کرنا چاہتا تھا اور نہ ہی ان کو قید میں رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے حال ہی میں اپنی 1014ء میں بلخاریہ سے اپنی تیس سالہ لکی جگہ دریائے سروشا کی بالائی دہلی میں خوزہ سر کے کے بعد جتنی بھی لیکن ان چودہ ہزار قیدیوں کے باوجود ان کا بلخاریں رہنما زرموٹیل شک لگا تھا۔ اسے اپنی فتح کا شعور تھا اور وہ ان چودہ ہزار قیدیوں پر مکمل دہش بھی رکھتا تھا کہ وہ انہیں یونہی چھوڑنا نہیں چاہتا تھا کہ کل کو وہ پھر اس کے لیے دروہ کر رہا تھا۔ انہیں اپنے رہنما زرموٹیل سے وفاداری کی قیمت لہا کرنا ہوگی۔ قیمت کیا تھی؟۔ ان کی بیٹائی!

ایک ناقابل تصور ظلم اور محک دلی سے تسل دوم نے اپنے چاہیوں کو حکم دیا کہ

”ہر قیدی کی آنکھیں چھوڑ دیں۔ لیکن سو قیدیوں میں سے ایک قیدی کی صرف ایک آنکھ نکالا جائے۔ وہ خوش قسمت 140 قیدی جن کی ایک ایک آنکھ نکال لی جائے گی وہ اپنے ہم اندھے سو ساتھیوں کی مدد پر ہی زرموٹیل کے قتل تک سامنا کریں گے اور بلخاریہ قیدی ایک قطار میں اپنے سے آگے کے اندھے قیدی کی بیٹائی کو پکڑے ہوئے ہوں گے۔“

زماں مولناک مظهر کا تصور کیجئے۔

تسل کے ہزاروں سپاہی جن کے ہاتھوں میں باؤ تھوڑے تھوڑے پھل

والے پائو یا سرخ کئے ہوئے آگ کر پلنے والے سوئے تھے قیدیوں کے کھم میں داخل ہوئے اور اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔ بلخاریں قیدی بیٹھے چلائے اپنے ہاتھوں سے ڈنگی بھراؤں کو حقارے دہاتے پتے اور اپنے اپنا کھ اندھے ہو جانے پر یکن کرتے کرتے پڑنے لگے۔ اب وہ سیاہی نہ رہے تھے بلکہ یہ بار بار دنگ اندھے ہو چکے تھے۔ ان کا پھٹا لب صفحہ لولے لنگڑے انسانوں جیسا تھا۔ بچپن کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ کئی سو جانے والے بلخاریں خیموں میں سے اپنے اپنے کونوں میں جاتے ہوئے ہزاروں کی تعداد میں فوکر لیا کھاتے ہوئے کرتے پڑتے سر گئے۔ وہ دن بعد صبح زار سوٹیل نے اپنی خدمت حال فروغ کو حسرت ناک انداز میں ڈال گاتے ہوئے قتلے تک پہنچے، دیکھا تو اسے اس قدر



15

تسل دوم

(بلخاریوں کا قاتل)

(957ء، 1025ء)

”مگر آپ کی کو ہانا چاہتے ہیں تو اسے اظہار سے دیکھئے۔“

”آگہ کے ہولناکی۔۔۔ اس طرح تو ہر شخص اندھا ہو جائے گا۔“
بلخاریں شریب الحق
کہتے ہیں

تسل جاتا تھا کہ اس کے حکم کی قسلی کے لیے بہت سے چاہیوں کی ضرورت۔

[illegible]

ماہنامہ سائنس و صنعت

پہل ایک غیر مہذب انسان تھا اور اسے طبیعت سے کسی جسم کی کوئی دلچسپی یا لگاؤ نہیں تھا۔ اس کے باوجود حسیب وہ لوگوں سے خطاب کرتا جو مجمع کو تامل کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ حسن حراغ بھی رکھتا تھا۔ وہ سادگی اور سادہ تارخ سے کوئی ایسی شہادت نہیں ملتی کہ اس نے بچوں کی پیدائش کی اور وہ ہمدونیت پسندی تھا اور اس کی شہادت بطور ایک عالم 'خود حراغ' اور 'جوش فطری' کے طور پر کی جاتی ہے۔

پہل دوم تامل بلارین عوام 15 دسمبر 1925ء کو 67 سال کی عمر میں انتقال کر گیا۔ اس نے کوئی ایسا قائم مقام اپنے فطری قدم پر چلنے کے لیے نہیں چھوڑا۔ جلد ہی اس کی رہنمائی اور ترغیبات تاریخ سے مل گئیں۔



شہید دل صدر ہو۔ وہ اس صدر سے ہی سے مرکب۔ دلاور سوسنل جو اسچے دشمن باغیچہ
شبیخہ جو لب باغیچوں کا قافلہ پکارا جانے لگا تھا سے قریق کھلا تھا جس اب اپنی کوئی
شہد صرف باغیچہ کو کھلتی رہی تھی بلکہ ان کے رہائش کو بھی نے دیا تھا۔

یہ رہنما سلوک جو تھل دم نے بلجاریہ کے مجدد ہزار ہے بلکہ وہ ملک
تبدیلیوں سے کیا اسے آج کے دور کا جنن الانومی، جسکی مجرم قرار دیتا ہے۔ بے شک یہ ظلم و
اور تشدد ہر ائے تشدد کے سوا کچھ نہ تھا اور اس کا یہ واحد جرم اس قدر مکتوتہ اور بھلائی
انسانیت ہے کہ تھل دم باطنی شہنشاہ کا باوجود اس کی قاتلانہ صلاحیتوں اور مسلم
نوبی حکمت عملیوں کی فضیلت رکھنے کے اسے مدوں میں شمار کرنے میں تاریخ حق بجانب

اجتماعی طور پر اعلان کرنے کی یہ خواہش ہی جہلِ عدم کو 100 عرصے لوگوں کی
صفت میں لانے کے لیے کافی تھی لیکن دو سال بعد یعنی 1016ء میں اسی غیبتِ اُزلیتیہ
ارشاد نے قدمِ نبویہ پر چڑھ چکی کے دوران یہی گمراہی اُس نے اپنے فوجیوں کو حکم دیا کہ
”وہ راہ چلتے بغاریوں کو ادا کر دیں اور اس سزا کی کے محل میں اس نے تمام شہر کو آگ لگا دی
یہودیوں اور یہودیوں کو بھی شامل کیا۔ خدا کی لعنت ہو اس شیطان پر۔“

تسل دوم دھماکے دار تھیوریٹ کا بیٹا تھا ابھی وہ تین سال ہی کا تھا کہ اسے پارلیمانی سلطنت کا اپنے بھائی کا تسلیم جان شمع کے شریک اقتدار بنایا گیا تاہم اسے مکمل اختیار حکومت اٹھارہ سال کی عمر سے پہلے حاصل نہیں ہوا۔ اس نے اپنے بڑے چچا کے حکمت سے کہ بلقان کا قائد ہونے کی حیثیت بھی حاصل کی۔ اس کے چچا نے تسل کے باپ کے انتقال کے بعد ۱۹۶۳ء میں اسے اقتدار سنبھالا۔

بلوفت کے بعد کل عمر کے جنوری سال سے پہلے باؤنٹنی سلطنت میں اقتدار کے جملہ تمام اختیارات اُسے حاصل تھے اور تمام شہری اور فرنی و سکن اس کے ہاتھ میں تھے۔ وہ ایک جمہوریت پرست مرد تھا۔ وہ مکمل موٹائی پر مبنی حکومتوں کا راس تھا اور محضی قسطنطنیہ میں بسنا ضروری سے مثال ہوئے والی معمولات کا ازرو عام پسند کرتا تھا۔ زندگی کے جنوری سال کے آخر میں اس نے اپنی دلچسپیاں سلطنت کی توسیع اور علاقہ کی ریاستیں قائم کرنے پر مہم داخل کر دیں۔ اسی سلسلے میں اس کی دارموسکی سے دشمنی ہوئی وہ اپنی بلغاریہ حکومت

بہت کم ہونے کی وجہ سے ان کی تعداد کم ہے۔ لیکن یہ کہہ کر جاننا چاہیے کہ

ایڈلف آئمان

”جو شخص یہ کہے کہ اس بات پر یقین نہیں ہے۔“

ایڈلف آئمان

غیر مذہبی میں جسکی جرائم کے بارے میں تحقیقات کے مافیہ ور ہیں کے سامنے

آئمان پر منہ بولنے والی الزامات قائم کیے گئے۔

آخر کار آئمان لاکھوں یہودیوں کے قتل کا ذمہ دار ہے۔

اس نے ان یہودیوں کو قتل سے پہلے ایسی حالت میں زندہ رکھا جو ان کے قتل

کے لیے وضع کی گئی تھی۔

اس نے ان کو بدترین جسمانی اور ذہنی نقصان پہنچایا۔

اس نے ایسے قتل کیے جن کے نتیجے میں یہودیوں کو ہانچ کر دیا گیا اور انہیں

ذرا بچ سے بچوں کی جیٹش پر پھینکی گئی۔

وہ لاکھوں یہودیوں کی غلامی کا ذمہ دار تھی اور جلاوطنی کا سبب بنا۔

اس نے یہودیوں کو قتل کی ”سلی“ ذہنی اور سیاسی جلاوطنی پر تشدد کا نشانہ بنایا۔

اس نے غیر انسانی اقدامات یعنی ”جر لوت“ بذریعہ تشدد اور ایذا رسانی کے اور یہ

سے یہودیوں کی جان بچانے کی کوششوں کو نقصان پہنچایا۔

اس کے تمام جنڈ کرہ جرائم قابل تصور، جسکی جرائم ہیں۔

اس نے قتل یا نصف لاکھ پولینڈ کے باشندوں کو جلاوطن کیا۔

اس نے چند ہزار سربوں (سربا) کو اغوا کر کے لٹا لٹا کر ہائی (ہاشوں) کو

جلاوطن کیا۔

اس نے لاکھوں غلام ہوشوں کو جلاوطن کیا۔

اس نے لٹا لٹا کر کے ایک گاؤں کے ایک سرچشک میں کوئل اور جلاوطن کیا۔

اور یہ بیان کیے گئے کہ آخری تین الزامات اس پر جس جرائم پیشہ شخصوں کا کہہ

ہونے کی وجہ سے غیر ممکن کی حد تک نے قائم کیے۔ یہ نہیں سمجھیں مافیہ ور کی ”سبب“



16

ایڈلف آئمان

(1906ء تا 1962ء)

”مجھے واضح طور پر یاد ہے جب پہلی مرتبہ آئمان نے کلاؤٹ ہوٹل کی

ساتھالی میں میں نے گھر پر کاہنہ کیا۔ اس نے مجھے گھر سے نکالی اور اوپر

میں مجھے ایک قبر کے پاس لے گیا جہاں میں نے ہانچ کر دے گئے جو مجھوں

کی لاشیں ایک لمبے کی گول پر رکھی گئیں تھیں۔ ہوٹل کے آگے میں نے ان

ہوٹل آگ پر گھڑنے والے گول جہاں کاہنہ تھا آگ لگا دی۔ ان کا کہنا

میں بہت غور سے تھا۔ اس غلام سے میں نے حوالہ قبول کیا اور آج بھی

لاٹوں کا انہما میری نظروں کے سامنے ہے۔ اس نے ہوٹل سے

میں جس کی لاشیں دیکھیں وہ مجھے ان مجھوں کی یاد آتی ہے

کیا“

تاریخ عام کے 100 شیطانات سے انفرادی قوت میں کمی کرنے کی حکمت عملی کے تحت قسطنطنیہ کو دیا گیا لیکن کی لازمت سے انفرادی قوت میں کمی کرنے کی حکمت عملی کے تحت قسطنطنیہ کو دیا گیا ہے کہ اس کے اس نے بھی مشہور کیا کہ اسے لازمت سے صرف اس وجہ سے نکالا گیا ہے کہ اس کے

ہاری پائل سے تعلقات ہیں اور نعرہ اسے قسطنطنیہ کرنے والا ہے ایک یہودی تھا۔
مط 1930ء سے لے کر 1941ء تک آئی ایم ہاری پائل میں ترقی پاتا تھا
مکہ۔ ابتدا میں تو یہودی مسئلے کو ملاوٹی یہودی ہاروں میں یہودیوں کی چھٹی "کرتاری اور
تیرہ ہاروں کی جائدادوں پر قبضہ کرنے سے عمل کرنے کی کوشش کی گئی لیکن جب آئی ایم
پائل کے اس پروگرام کو مدعا رہا تو "نئی مل" پر منتج تھا۔ یہ آئینہ نمبر 1938ء
کا دور تھا جب پائل نے ہاری پائل کے پروگرام کو مدعا مل سے کر یہودیوں کی نسل کی حق
مندی کی طرف موڑ دیا۔

اکتوبر 1938ء میں چندہ جڑا پولیٹ کے یہودی شہریوں کو جرمنی سے یہ بتانے
بغیر کہ انہیں کہاں اور کیوں لے جایا جا رہا ہے۔ ریل گاڑیوں کے ذریعے پولیٹ کی سرحد پر
لے جا کر ایک کیمپ میں اندر دیا گیا۔ اسی سال نومبر میں "ٹوٹے ٹھٹے کی رات" جرمنی
اور آرمینیا میں آئی۔ یہ بھی کی رات تھی جو صرف جرمنی سے بے ڈل کئے گئے یہودیوں
کے لیے تھی اسے جرمنی کی زبانوں میں "کرتاری" کہتے ہیں۔

1939ء میں جب جنگ صومالیہ کا آغاز ہوا تو آئی ایم "یہودی مسئلے" کا رد
داد دیا۔ اس نے اس مسئلے کو بے توجہی اور دھڑلہ سے دیکھا جس کی وجہ سے مکمل ذمہ داری سے اپنے
پڑا۔ لہذا ہری ہاری پائل کی خصوصیت کی خاطر اس نے شروع کر دیا۔ قسطنطنیہ سے مل کر
بعد اس نے اپنے باقوت فوجی دستوں پر دباؤ محسوس کرنا شروع کر دیا کہ انہیں ایک آئی ایم
ایک کوئی ضائع کرنا پڑتی تھی اور جب تک زیادہ لوگوں چلے نہ جائیں گے۔ وہ زیادہ
لوگوں ضائع نہ کر سکتا تھا لہذا اس نے ایک جنگ پائل کر "یہودی مسئلے" کا کوئٹوں کے
خلافہ کوئی اور مل بھی تلاش کیا گیا ہے۔

انہی دنوں پائل نے نیا حکم جاری کیا تھا کہ ریجن کے اندر حرام یہودیوں کو ہلاک
کر دیا جائے۔ لہذا ہری جب کوئی حکم دیتا تھا تو اس پر عمل کرنا بھی ضروری ہوتا تھا چنانچہ اس
مسئلے کا مل کر جنگ لے کر یہودیوں اور جنگ بھی چمکا آئے "زیر ملی کس زلزل کوئٹوں۔ لہ
کا اقتباب کیا گیا جس کے ذریعے یہودیوں یہودیوں کو آئی ایم میں ہلاک کیا جا سکتا تھا۔

مشتاق تھیں۔

بہر حال خصوصی فوجی فورس پر مشتمل تھیں۔
بعد یہ تاریخ اسرائیل میں 1962ء کا وہ دن بچیہ ترین اور تفکر آمیز دن تھا جس
آئی ایم نے دیکھا کہ یہودیوں اور سامعہ لاکھ غیر یہودیوں کے مل کے جرم میں ہر گز اور گم
جرم ثابت ہونے پر مثال کی موت کی سزا پر اسرائیلی حکومت نے عملدرآمد کی جو خبریں کہ
اسے جب ارجنٹائن میں پھنس آئیں اس سے اسرائیلی خفیہ مہم دانے کو حیران کیا
اس نے نیشنل کی کونفری سے اپنی مثال میں لکھا کہ وہ تو اس وجہ سے ملے ہوئے انگلیوں
کی قتل کر رہا تھا۔ آئی ایم نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ یہودیوں لاکھ یہودیوں کی موت پر
کے خبر کے لیے غیر معمولی تکیوں کا باعث ہے۔ یہ کسی حد تک سچی بھی ہو سکتا ہے کیونکہ
ملاوہ راست ان لاکھوں اموات کا ذمہ دار نہیں تھا وہ تو ایک چندہ کسٹ تھا اور اپنی ہار
بجانے کے لیے وہ بے شرکی سے ہاری پائل کے انگلیوں کی قتل کر رہا تھا۔ لیکن یہی
خجش بھی تھا جو اپنے بارے میں یہی کہا پلا ہاتا تھا کہ وہ "یہودیت کا باہر" ہے لیکن
اسے یہودیوں کے خاتمہ میں خصوصی مہارت حاصل ہے۔ وہ جب یہودیوں سے کوئی
ریل گاڑیاں آتش دہلاؤ تو بڑی حساس "فریڈلینڈ" اور دیگر دن رات کام کرنے والے جس
تجربہروں کی طرف جاتے دیکھتا تو وہ عبرانی زبان میں اپنے آپ کو شاباش دیتا جیسے یہ سب
کچھ اسی کے ایلام پر ہو رہا تھا۔

کالری آئی ایم میں 1906ء میں سوئٹن نامی مقام پر ایک پریڈیٹور
کمرانے میں پیدا ہوا۔ بچپن میں اسے اسکے کالے بالوں کی وجہ سے چھیڑا جاتا اور شہزاد
اعزاز میں اسے "چھٹا یہودی" کہا جاتا۔ اس کے باپ کی ایک چھوٹی سی کان کنی کی کچی
مٹی لہذا آئی ایم کے لیے انجینئرنگ کی تعلیم کا اقتباب کیا گیا لیکن وہ یہ تعلیم حاصل کرنے
میں ناکام رہا۔ اس نے ایک امریکن کچی کے لیے کچی پٹر میں کی حیثیت سے بھی کام کیا
اور کچھ عرصہ عام مزدور بھی رہا لیکن اس کے اصل مستقبل کی ابتداء 1932ء میں ہوئی جب
وہ آرمینیا کی ہاری پائل میں شامل ہوا۔ اسی سال نومبر میں اس نے تھرک سکر کی خصوصی
طیم کا حصہ بن کر تھکن لیں۔ لیکن اس میں شمولیت اختیار کی۔

آئی ایم کی مصروفیات اگرچہ جتنی اور کھلتی ہوئی ہاری پائل میں زیادہ ہو سکتی
لیکن وہ دیکھ کر آئی ایم میں اور پٹر میں بھی 1933ء کی ابتدا تک کام کرتا رہا۔ اسے کچی



17

ڈاکٹر جوزف مینجیلی

(ملک الموت)

(1911ء تا 1979ء)

”میں نے ایک بہت بڑی سرخس کی جتنی دیکھی جو سرخس انگلوں سے
 ملتی تھی مگر وہ ایک بہت قدامت سے ملتی تھی جتنی تھی۔ مجھے خصوصاً
 تجرباتی حصے کی اس لمبی زبان پر ملتی جو دو آہنی سلاخوں کے درمیان ایک
 دی تھی۔۔۔ میں نے یہ اعجاز کرنے کی کوشش کی کہ اسے بڑے حصے
 سے کیما دونوں کھلا تیار ہوگا۔ ایک لمبی سی ہوا تھوڑا سا دھماکا ہوئی
 طرف لائی۔ پہلے ہوئی ہاک مگر پھر اگلا بڑے کشت لہر بڑے بالوں کی

نہ وقت۔ نہ پیسے تھے جرنی میں استعمال کی جا رہی تھی اور اسے جرنی

صوت اپنی معذروں سے معاشرے کی صفائی کے لیے استعمال کیا جا رہا تھا۔ آج
 نے اس میں ہر قسم کی ”آخری ص“ کے طور پر بڑے پیمانے پر کیا۔ آج کل کو
 اذکار کی تھی۔۔۔ لیے کھانا تھوڑا سا یا کہ وہ جہاں چاہے اور جیسے چاہے، بعض کے
 پہاڑوں، ختم رہے۔ یہ آج کل کی تھا جس نے اس ”بہ کام“ کو بڑے احسن طریقہ
 سے اپنی مگر کو بچا۔

ہلکی خود کشی کے بعد آج کل جرنی سے فرار ہو گیا اور حکام کی نظروں سے
 پردہ بردار تک پوشیدہ رہا۔ آخر امریکی ایجنسی موساد نے اسے اور جاسٹس میں کھوج نکالا
 1960ء میں اسے گرفتار کر لیا گیا۔ اس پر مقدمہ چلا اور اسے انسانیت کے خلاف
 جانے والے جرائم کی پاداش میں سزائے موت سنائی گئی۔ اسے 1962ء میں پھانسی سے
 دی گئی۔



دروں کی طرح اب جلائی جانے والی تھی۔ تم گھڑی پہنوں! تم اب جینٹل کی طرح ٹرانے والی ہو۔" اور وہ اس کے غیر محفوظ سر کو ہاتھ پر جب میں اسے دیکھ رہا تھا تو اس کی وہ ڈیڑھ لہر خواہش صورت نکھیں خون کی ایک تہ کے نیچے چھپ چکی تھیں۔ اس کے کان زیادہ دیر پائی جگہ پر نہیں رہتے شاید ڈاکٹر مہینہ جیلی نے ان کو فوج ڈالا تھا اور چند پکڑے میں اس کی نوک دار ہاک چٹنی ہو چکی تھی یا فوٹ چکی تھی اور اس سے کافی خون بہہ رہا تھا۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں کیونکہ اب زیادہ دیر تک یہ سب دیکھ دیکھا میرے بس میں نہیں رہا۔ میں نے جب اپنی آنکھیں کھولیں تو ڈاکٹر مہینہ جیلی اسے مرچہ مارنے سے رک چکا تھا کیونکہ انسانی سر کی بجائے ہائی کا لہا اور دہلا جسم اپنے پڑیوں سے بھرے ہوئے کندھے پر ایک گولی سی خون میں نہائی خونک ناقابل شناخت نے اٹھائے ہوئے تھا۔ ڈاکٹر نے اسے بھر سے تقار میں دھکیلا۔ آدھا گھنٹہ بعد ڈاکٹر وائس ہسپتال آیا۔ اس نے ایک خوشبو دار ماسن اپنے قبیلے سے نکالا اور فوٹی سے بیٹھی بجلائے اور چہرے پر کمرے ہسپتال کی سکر اسٹ کے ساتھ اس نے اپنے ہاتھ دھوئے شروع کر دیے۔

ڈاکٹر جوزف مہینہ جیلی 1945ء میں آئی فو سے اس وقت فرار ہوا جب علی افواج لندن کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ وہ چار سال تک جرمنی میں رہا پھر 1949ء میں یہاں کرک ہسپتال اس کے لیے مخصوص ہو کر بنیں رہی اور پچائٹن چلا گیا۔
 1979ء میں ہائیزل میں پائی میں ادب کر ہلاک ہوا۔ وہ نہ تو اپنے کونسل جہاز کی پیدائش میں کردار ادا کیا تھا نہ ہی اس کے جہاز کی مرالی تھی۔

1۔ وہ بعد خواتین کے چٹاں پر بھاری بھر کم ہڈیوں اور دیکھ کر میرا سر جیتے میں بیرونی ہوتا ہے اور کس طرح حمل کرتا ہے؟
 2۔ اس نے زندہ ایک سالہ بچے کو دو حصوں میں تقے کر دکھایا۔
 3۔ اس نے پولیو کی غصوں کے ایک گروہ کو ہاتھ کرنے کے لیے ایک شخصوں اور دیگر تکلیف دہ شعبوں کے استعمال کے اثرات کے قیاس کیے۔

7۔ اس نے دو چڑواں بھائیوں جن میں سے ایک بھڑا تھا، کی کمریوں اور کھانسیوں کو باہم ہی دیا اور ان کا رد عمل معلوم کرتا رہا۔
 8۔ اس نے دو چڑواں بچوں کے بدل چال کے نظام کا بغیر ہضمی طور پر کیا۔ ان بچوں میں سے ایک کا سٹکا تھا اور ایک نہیں۔ اس نے دونوں کے آواز کو باز رکھا۔ وہ یہ دیکھتا پایا تھا کہ گانے والا بچہ اپنی آواز ادا کرتا ہے۔

موت دینے کے اقدام کی بجائے ان کی اور اپنے تجربات کے علاوہ مہینہ جیلی شخص علم و استعداد کے بارے میں بھی مطالعے کرتا رہا۔ ایک مرتبہ اس نے ایک ہڈی مضمون کو پکڑا اور سر پہ سے اس کی کوپڑی کو دو حصوں میں توڑ ڈالا جبکہ مضمون پر موزوں مضمون اس علم کو دیکھتا رہا۔

ایک بیرونی قانون قیدی جس کا نام ہائی تھا آتش و ز کے جس جھیر، کولار۔ ہونے لڑک سے چھٹا تک نکال کر ہلاک کر دی۔ ڈاکٹر جوسلا پزل 1948ء میں اپنی کتاب "آتش و ز میں ایک ڈاکٹر تھا" لکھتے ہے کہ اس قانون قیدی کے ساتھ کیا ہوا:
 "تم ابھی تک نہیں ہو؟ ڈاکٹر مہینہ جیلی نے تقار کے سرے کو پکڑا اور چہرہ آہستہ قدم اٹھانے کے بعد اس سے آگے اور اس کو کرون سے ڈال دیا۔ اس نے اسے کمرہ ہڈیوں کا کس کا سر پکڑا اور بجائے۔ اس نے اسے سنا پچے ہڈیوں کے ٹوٹنے کے بعد اسے پکڑ دیا۔ اس نے کہا: "تم بھانگے کی تھیں۔ کیا تم نے ابھی نہیں کیا تھا۔ اب تم تقے نہیں جیتے۔ یہ شک نہیں ہے کہ تم کو ہوا۔ تم

ہوتا ہوا سر جاتا۔ زہر مٹی میں سے کسی اعلیٰ صنف کو ڈھکیا گیا ہوتا اور اس کی مراد سے عذاب ناک موت واقع ہوتی۔ ڈھکیوں کو بدن سے نکال کر اپنے اپنے قریبات کے لئے جلتے جن کا مقصد سارے کئی کئی لاکھ ہونے کے اور کچھ نہ ہوتا۔ مردوں کو دھڑکنا اور مقلوں میں استحواً مل کے بھی نہ نئے قریبات کئے جاتے۔ پتھروں کو کپڑے کے دھاتا مٹی ایک کسب کے ڈاکٹر کے مہمان کے مطابق جس نے ذہنی طور پر سات ہزار لکھ لاشوں کی جھ پالا کی جن کی اصالت مکمل طور پر اظہار کر لے اور وہی تو لاش پھولنے کے قریبات سے ہوئیں۔

ایٹن ہاک کی کتاب ”سے طاری آف مٹی“ 1962ء سے

فرانز فرائڈزبرگ کی وجہ بندی کتاب میں کسی اور جگہ کی گئی ہے۔ جن میں نازی ڈاکٹروں کا ایک گروہ کے حوالے سے تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان ڈاکٹروں نے ایک ہی مقصد کے لئے ایک ساریت کے تحت کام کیا۔ انہوں نے اپنے ”مریضوں“ پر خوف و مقصد کے حملے سے قریبات کئے اور اپنی طبی صلاحیتوں کو انسانیت سے بیحد موش پر ڈالا اور اپنی فطرت سے عالمگیر برہادی و انتہری کے طریق و شیئ کئے تاکہ نازیوں کے علاوہ باقی مثالوں پر مرصہ حیات تک سے تک تر اور تک تر سے تک ترین کیا جاسکے۔

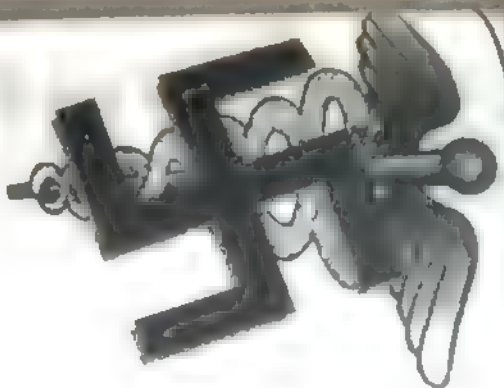
نازی ڈاکٹر کون تھے؟

اس سوال کا جواب آئی ڈی سے تقی جانے والے جرمان لیگ ٹین نے سامعیت جانوں کی کتاب ”نازی ڈاکٹرز“ 1966ء میں دیا گیا ہے۔ کتاب میں نازی ڈاکٹروں کی مکمل تقسیم بتائی گئی:

1۔ افسر نازی ڈاکٹرز۔ یہ وہ ڈاکٹر تھے جو جاپانی و برہادی کے عمل میں جوش و جذبہ سے شامل ہوئے اور موت کے سارے پھیلائے میں غیر معمولی سرگرمی دکھاتے اور ضرورت سے زیادہ کام کرتے۔

2۔ فزیشن شمس ڈاکٹرز۔ یہ وہ ڈاکٹر تھے جو اپنی ذمہ داریاں پھسے یقین اور اعلان سے نبھاتے۔ زیادہ کام کرتے نہ کم۔

18



دنی نازی ڈاکٹرز

(1933ء تا 1945ء)

”میں اپنے علاج کو مریضوں کی مدد کے لئے استعمال کرتا ہوں۔ لیکن کبھی اس نفع سے نہیں کر کے کسی نقصان پہنچاؤں یا اھل کام کروں۔ میں غلام کیے بھی کروں میں ہوں۔ میں انسانہ کی اھل کام کرنے اور نقصان پہنچانے سے باز نہیں ہوں۔“

”تمام قریبات ہتھیار یا کے لئے اور مریض کے مرض کی ترقی پر مبنی تھے۔ پتھروں کے پھیلنے کے لئے اور کبھی کبھی نقصان میں سما کے دوا کے اپنے عمل سے گزرا ہوتا تھا۔“

— چاہا و ملاہی کے مل سے گھسا اور بھیجے۔

10

ان کا انداز مکمل طور پر دوسروں کی شخصیت اور دوسروں کے قیامات
تاثرات نفس سے ملاری ہے۔ ایسے افعال جو دوسروں کی حالت، فکرات
شخصیت سے متاثر نہیں ہوتے انہیں نفسیات کی زبان میں مانگ بیچتے کہے جیتے۔
کا مطلب یہ ہے کہ تمام دماغی و اندازز مانگ بیچتے جے کہ وہ اپنے سر پر نہیں
موت سے بغیر آزاد انسانوں کی ذاتی کیفیات کو نہیں سمجھ سکتے جے کہ ہم بھی صرف
ان کا انداز پر لاگو ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ تمام کے تمام اپنے افعال اور نفس
پر خلعت اور غیر اعتدالی ہے۔ ہاں وہ ایسے ہ ہے۔

سائے از میسر ای کرب "ہاں! انسانی رحمت اور علم میں" (1969ء)

یہ ہو جائے ہیں تو ان سے سولے علم و جر کے اور کسی خرابی کا اظہار نہیں ہو سکتا۔

طابق آرمی وز کے افسروں کو کہہ "فجیرا" تھا۔ ان کی تحقیقات کی بنیاد پر ملے

انکڑوں نے کانفرنسی حکم کے علم اور ہوائی کے کس کے لئے جھجک سے ملے۔ اسی حکم کے باعث اہل طا

انہیں یقین تھا کہ ان سے ان کی غلامیہ کھڑکیوں کے بار جھڑوہ اپنی شخصیت سے جھلکے

ہر طالب علم کو اپنا ایک خاص تہفہ دیا کرتا تھا۔

پیشہ: "ملا" کی قیمت میں اضافہ

۲۔ اہل بیت علیہ السلام کے لیے دعا ہے کہ وہ اپنے حق پر قائم رہیں اور اپنے حق کو اپنے لیے نہ لیں۔

۱۰۸

۱۰۹

۱۱۰

۱۱۱

۱۱۲

۱۱۳

۱۱۴

۱۱۵

۱۱۶

۱۱۷

۱۱۸

۱۱۹

۱۲۰

۱۲۱

۱۲۲

۱۲۳

۱۲۴

۱۲۵

۱۲۶

۱۲۷

۱۲۸

۱۲۹

۱۳۰

۱۳۱

۱۳۲

۱۳۳

۱۳۴

۱۳۵

۱۳۶

۱۳۷

۱۳۸

۱۳۹

۱۴۰

۱۴۱

۱۴۲

۱۴۳

۱۴۴

۱۴۵

۱۴۶

۱۴۷

۱۴۸

۱۴۹

۱۵۰

۱۵۱

۱۵۲

۱۵۳

۱۵۴

۱۵۵

۱۵۶

۱۵۷

۱۵۸

۱۵۹

۱۶۰

۱۶۱

۱۶۲

۱۶۳

۱۶۴

۱۶۵

۱۶۶

۱۶۷

۱۶۸

۱۶۹

۱۷۰

۱۷۱

۱۷۲

۱۷۳

۱۷۴

۱۷۵

۱۷۶

۱۷۷

۱۷۸

۱۷۹

۱۸۰

۱۸۱

۱۸۲

۱۸۳

۱۸۴

۱۸۵

۱۸۶

۱۸۷

۱۸۸

۱۸۹

۱۹۰

۱۹۱

۱۹۲

۱۹۳

۱۹۴

۱۹۵

۱۹۶

۱۹۷

۱۹۸

۱۹۹

۲۰۰

۲۰۱

۲۰۲

۲۰۳

۲۰۴

۲۰۵

۲۰۶

۲۰۷

۲۰۸

۲۰۹

۲۱۰

۲۱۱

۲۱۲

۲۱۳

۲۱۴

۲۱۵

۲۱۶

۲۱۷

۲۱۸

۲۱۹

۲۲۰

۲۲۱

۲۲۲

۲۲۳

۲۲۴

۲۲۵

۲۲۶

۲۲۷

۲۲۸

۲۲۹

۲۳۰

۲۳۱

۲۳۲

۲۳۳

۲۳۴

۲۳۵

۲۳۶

۲۳۷

۲۳۸

۲۳۹

۲۴۰

۲۴۱

۲۴۲

۲۴۳

۲۴۴

۲۴۵

۲۴۶

۲۴۷

۲۴۸

۲۴۹

۲۵۰

۲۵۱

۲۵۲

۲۵۳

۲۵۴

۲۵۵

۲۵۶

۲۵۷

۲۵۸

۲۵۹

۲۶۰

۲۶۱

۲۶۲

۲۶۳

۲۶۴

۲۶۵

۲۶۶

۲۶۷

۲۶۸

۲۶۹

۲۷۰

۲۷۱

۲۷۲

۲۷۳

۲۷۴

۲۷۵

۲۷۶

۲۷۷

۲۷۸

۲۷۹

۲۸۰

۲۸۱

۲۸۲

۲۸۳

۲۸۴

۲۸۵

۲۸۶

۲۸۷

۲۸۸

۲۸۹

۲۹۰

۲۹۱

۲۹۲

۲۹۳

۲۹۴

۲۹۵

۲۹۶

۲۹۷

۲۹۸

۲۹۹

۳۰۰

۳۰۱

۳۰۲

۳۰۳

۳۰۴

۳۰۵

۳۰۶

۳۰۷

۳۰۸

۳۰۹

۳۱۰

۳۱۱

۳۱۲

۳۱۳

۳۱۴

۳۱۵

۳۱۶

۳۱۷

۳۱۸

۳۱۹

۳۲۰

۳۲۱

۳۲۲

۳۲۳

۳۲۴

۳۲۵

۳۲۶

۳۲۷

۳۲۸

۳۲۹

۳۳۰

۳۳۱

۳۳۲

۳۳۳

۳۳۴

۳۳۵

۳۳۶

۳۳۷

۳۳۸

۳۳۹

۳۴۰

۳۴۱

۳۴۲

۳۴۳

۳۴۴

۳۴۵

۳۴۶

۳۴۷

۳۴۸

۳۴۹

۳۵۰

۳۵۱

۳۵۲

۳۵۳

۳۵۴

۳۵۵

۳۵۶

۳۵۷

۳۵۸

۳۵۹

۳۶۰

۳۶۱

۳۶۲

۳۶۳

۳۶۴

۳۶۵

۳۶۶

۳۶۷

۳۶۸

۳۶۹

۳۷۰

۳۷۱

۳۷۲

۳۷۳

۳۷۴

۳۷۵

۳۷۶

۳۷۷

۳۷۸

۳۷۹

۳۸۰

۳۸۱

۳۸۲

۳۸۳

۳۸۴

۳۸۵

۳۸۶

۳۸۷

۳۸۸

۳۸۹

۳۹۰

۳۹۱

۳۹۲

۳۹۳

۳۹۴

۳۹۵

۳۹۶

۳۹۷

۳۹۸

۳۹۹

۴۰۰

۴۰۱

۴۰۲

۴۰۳

۴۰۴

۴۰۵

۴۰۶

۴۰۷

۴۰۸

۴۰۹

۴۱۰

۴۱۱

۴۱۲

۴۱۳

۴۱۴

۴۱۵

۴۱۶

۴۱۷

۴۱۸

۴۱۹

۴۲۰

۴۲۱

۴۲۲

۴۲۳

۴۲۴

۴۲۵

۴۲۶

۴۲۷

۴۲۸

۴۲۹

۴۳۰

۴۳۱

۴۳۲

۴۳۳

۴۳۴

۴۳۵

۴۳۶

۴۳۷

۴۳۸

۴۳۹

۴۴۰

۴۴۱

۴۴۲

۴۴۳

۴۴۴

۴۴۵

۴۴۶

۴۴۷

۴۴۸

۴۴۹

۴۵۰

۴۵۱

۴۵۲

۴۵۳

۴۵۴

۴۵۵

۴۵۶

۴۵۷

۴۵۸

۴۵۹

۴۶۰

۴۶۱

۴۶۲

۴۶۳

۴۶۴

۴۶۵

۴۶۶

۴۶۷

۴۶۸

۴۶۹

۴۷۰

۴۷۱

۴۷۲

۴۷۳

۴۷۴

۴۷۵

۴۷۶

۴۷۷

۴۷۸

۴۷۹

۴

ہذا کام کر رہے ہیں۔ (اس کے راقی مصلح اور آلاتِ مصلحہ کے طور پر اس نے

جیتے ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ اس مسئلے کے ساتھ قریبی

جیتا نیری دارالکڑوں کے جملہ عام تجربات اور علاج کے نام پر کا لے کر لکھو۔

میں نے دیکھا کہ وہ سب کے نام پر کسی کی جان لینا اور پھر جیتے جان کو ضبط کے ذریعے ہاتھ پٹا کر لوگوں کی طبیعت پر آسانی طرح کر دیتا ہے۔

یہاں پر "موتوں کے دم میں جذبہ" کا نام کی توبہ کی درستی کو ہم

ایک مردوں کا تعلق تھا نقصان دہ شعاعوں کے ذریعے ان کے اعضاء پر کئی کو درد

میں نے یہ سب کچھ دیکھا تھا۔ میری آنکھوں میں آنسو تھے۔

جوتہ گوبل بناریوں عورتوں کو ہانچہ کرنے کا ذمہ دار تھا۔ وہ براہ راست عورتوں کے
 جہوں میں کاسٹک کے محلول کا ٹیکہ لگاتا تھا۔
 کارل کلاپرگ نے مصنوعی مادہ تولید کے تجربات قیدی عورتوں پر کئے۔
 ہارٹ شومان نے ہاوش اور بغیر ہسٹیمیریا کے استعمال کے مریضوں کو آخر
 اور انہیں پاگل بنانے کے اقدامات کئے۔
 کارل براؤ نے میڈیکل کلک یعنی 'طالع کے نام پر موت دینا' کے
 فارمولے ایجاد کئے اور ان پر عمل بھی کیا۔
 ورنر ہانڈ نے جرمن نظریہ گسٹاپو کے لیے ایذا دہی کے کئی طریقے مرتب کئے۔
 اور بھی بہت بہت لوگ ہیں اور یہ سب کے سب "آخری حل" میں ملحوظ رہے۔
 ہم سترہ اور وہ اپنی طبی مہارتوں کو غلط طور پر ظلم و بربریت کے فروغ، تشدد برائے حق
 اور مرگِ اجماع کے لیے رضا کارانہ طور پر استعمال کرنے میں پیش پیش تھے۔



19



الزبتہ ہاتھوری

(1560ء تا 1614ء)

"لوندہ۔ اور لوندہ سے 'لوندہ' ہے۔"

کوئٹہ الزبتہ ہاتھوری خاتون محرموں
 پر تشدد کرتے ہوئے اپنے غلاموں سے کہتی۔

الزبتہ ہاتھوری نے اپنے نام کو ایک اور نام دیا جسے وسیع معنوں میں استعمال
 کرتے ہوئے ہم الزبتہ ہاتھوری لفظ کو "بلڈ ہاتھ" (خون کا غسل) کے طور پر استعمال
 کرتے ہیں۔

کلاسیکی الفاظ "وحشی" اور "نا قابلِ فہم قل عام" الزبتہ ہاتھوری کی ذات سے

وابست نظر آتے ہیں کیونکہ وہ بلا ناغہ درجنوں نوجوان لڑکیوں (عام طور پر کنواری) پر تشدد کر کے قتل کر دیتے۔ ان کا سبب الفاظ کا پھیلاؤ کو بیس الرجحہ باقہوری کے حوالے سے مزید بڑھ جاتا ہے جب ہمیں یہ علم ہوتا ہے کہ وہ ان معصوم لڑکیوں کو قتل کرنے کے بعد نیا کرتی تھی۔ وہ ان دو شیرازوں کا خون ان کے جسموں سے نچوڑ کر ایک مہ میں اکٹھا کرتی اور اس خون میں ایک لمبا اور پر تکلف غسل کرتی۔ اس کا یقین تھا کہ اس غسل سے وہ نئے سرے سے جوان ہوگی اور اس کی جلد صحت مندی سے چمک اٹھے گی۔

دو شیرازوں کے خون سے دوبارہ جوانی حاصل کرنے کا نسخہ الرجحہ باقہوری کے ہاتھ ایک خوشگوار اتفاق سے آیا۔ وہ اپنی ایک نوجوان خادمہ سے اپنے بالوں میں کھنسی کر رہی تھی کہ اتفاق سے کھنسی نے اس کا ایک بال اس زور سے کھینچا کہ وہ اسے تکلیف دینے ہوئے اس کے سر سے اکھڑ گیا۔ الرجحہ تکلیف سے غصے میں آ گئی اور اس نے خادمہ کی ناک پر اس زور سے گھونٹ مارا کہ ناک سے خون کا ایک فوارہ پھوٹ نکلا جو الرجحہ کے چہرے اور بازو پر گرنا۔ جب الرجحہ نے خون صاف کیا تو اسے اپنی جلد نرم خوبصورت اور حسین معلوم ہوئی۔ اس کا یہ وہم یقین کی حد تک بکا ہو گیا کہ خون نے اس کی جلد کو تازگی اور حسن بخشا ہے۔ اس واقعہ سے الرجحہ کو تحریک ملی اور اس نے کنواری نوجوان لڑکیوں کے خون سے غسل لینا شروع کر دیا۔

کچھ مورخ کہتے ہیں کہ الرجحہ کی خادمہ کی ناک کے خون کی کہانی الرجحہ باقہوری کے دو شیرازوں کے خون سے نہانے اور خون میں دوبارہ جوانی حاصل کرنے کی قوت ہونے پر یقین کے بعد گھڑی گئی ہے۔ اگر یہ سچ بھی ہے تو تھوڑے سے خون کی کرامت دیکھنے کے بعد ایک با اختیار کو بیس کا ویسے ہی خون میں ڈوب کر نہانے کی نیک تو بنتی ہے۔

الرجحہ اپنے ہاں ملازمت دینے کے بہانے پہلے تو اور گرد کے ملاظوں سے لڑکیاں خواہ کرتی۔ پھر بہانے سے ان پر تشدد کرتی اور جان سے مار کر خون حاصل کرتی۔ بعض اوقات وہ لڑکیوں کو اپنی گرانی میں ایک قسم کی قید میں رکھتی۔ ان کو کھانا پلاتی اور مٹا تازہ کرتی۔ اس کو یہ بھی یقین تھا کہ لڑکی جتنی زیادہ صحت مند ہوگی اتنا ہی زیادہ وہ سمندرست خون اس کے بدن سے حاصل کیا جائے گا۔ الرجحہ کی بدفطرتی کو واضح طور پر سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہوگا کہ وہ ان بھاری لڑکیوں کو اپنی شیطانی رسومات

پہلے انہیں کے طور پر ان کا خون استعمال کرنے اور جان سے مارنے سے پہلے انہیں اپنے قلعے کی پھانسیوں میں ایک مخصوص کمرہ بنا رکھا تھا جس کا دروازہ صرف وہی لڑکیوں کو کھولنا تھا۔ وہ اپنی خادمہ اور دیہاتی لڑکیوں کو روزانہ اپنے قلعے میں لے جاتا تھا۔ وہ انہیں تربیت دینے یا سزا دینے کے لیے لاتی۔ کوئی دیا گیا کام نہ کرتی تھی۔ کوئی گھر کا کام سنبھالتے تھے نہ کرنے کے حذر پر ان کو مٹتی یا پھانسی پر لٹا دیتا تھا۔ اپنے غلط جذبات کی تسکین کے لیے کرتی کیونکہ اس کا مزاج لذت پسند تھا۔

اپنے شکار کو لذت دینے کے لیے نئے نئے حربے استعمال کرتی۔ خاص طور پر وہ انہیں نچھتوں کے سروں اور ان کے ہونٹوں میں سوپاں چھو کر خوش ہوتی۔ وہ انہیں انہیں کے باخوں کے نیچے بھی سوپاں گھسیٹا پسند کرتی اور جب لڑکیاں تکلیف سے شریعت میں تو وہ قہقہے لگا کر ہنستیں۔ آہستہ آہستہ لذت میں اسے خاصا لطف آتا۔ کبھی کبھی وہ ان کی زکریاں حالت میں ایک فولادی بنجرے میں بند کر کے اس کے اوپر شہد خیز لڑکیوں میں لے جاتی اور وہاں اسے درمیانوں اور کیڑے کھوڑوں کو کھاتے دیکھ کر قہقہے سے پگل ہو جاتی۔ بعض اوقات وہ ایسے بنجروں کو چھوٹے چھوٹے استروں اور کاٹوں سے آراستہ کر کے لڑکی سمیت اپنے لذت کدے کے اندر لٹکا دیتی۔ پھر وہ اپنے ہاتھ میں ایک آگ پر سرخ کی گئی تلواریں لے کر لڑکی کو داہنے یا بائیں لگانے کے لیے اسے جھڑکتی۔ لڑکی خوف سے کسی بھی سمت جھکتی یا کھلتی تو استرے اور کاٹنے اسے کاری ڈھمکاتے جن سے اس کا خون چکنا شروع ہو جاتا۔ ایسا بھی ہوتا کہ جلنے میں کاٹنے اس کے جسم میں بکست ہو جاتے اور اس کی حالت بے ہوش ہو کر ہلاک ہونے والی ہوتی ہو جاتی۔

ایک مرتبہ اس نے ایک لڑکی کے جسم کا خوبصورت گوشت کا بڑا سا ٹکڑا کاٹا۔ پھر اس لڑکی کو اس ٹکڑے کو پکانے کو کہا۔ جب وہ مقلوبہ اپنے ہی گوشت کو پکا چکی تو پھر اسے وہی گوشت کھانے کو بھی کہا۔ اس کا میز حاد داغ جو کچھ بھی اسے کھا تا وہ اسے بھاتی۔ وہ جس کوئی قسم کی لطافت اور اس سے اپنے شکار کو داغ دیتی۔ کھلتی موسم جسم کے سوراخوں میں بک و غیرہ میں پکاتی اور دوسروں کی ان لڑکیوں سے چچا دیکھ کر کیف محسوس

کرتی۔ وہ سرخ پنوں سے بھی خوبصورت جسموں کو داغ داغ کر کے شادیں ہوتی۔ وہ ہم اس کام سے خوش ہوتی جس سے اس کی اپنی ہی منف یعنی منف نازک کی بے مروتی ہوتی۔ وہ اپنے انٹوں سے خواتین کے جسموں کو لوہے میں بھی سرشاری محسوس کرتی۔ اس کا چہرہ اکثر ایسی حیوانی کارہائوں سے خون آلود ہی نظر آتا۔

اسے چند مخصوص افراد کی خدمات حاصل تھیں جن میں بری ملاقات والے اشخاص 'جادوگر' بونے اور خدمت گزار ترسیں شامل تھیں۔ اسے بلاوجہ ہی 'فراسلوچیا' کی خونی نواب زادی' نہیں کہا جاتا تھا۔ بہت سے سورنیں اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ الزبتہ باقوری کونٹ ڈرنگولا سے متاثر تھی۔ اس کی اپنی تاریخ بھی ولادوسم ڈرنگولا (منفیر شوکے والا) سے ملتی جلتی تھیں۔

الزبتہ نگری کے شاہی خاندان سے تھی۔ اس خاندان کے تاج پر اڑھایا ہوا تھا جیسا کہ ولادوسم ڈرنگولا کے خاندان کا تھا۔ الزبتہ کے خاندان میں بچوں کی پرورش کے بارے میں ذمہ داری کا رویہ کافی عجیب اور ناگوار تھا اور الزبتہ باقوری کی زندگی میں اس کی ناممکن پرورش کا حصہ تھا۔

وہ حیران کن طور پر خوبصورت تھی۔ وہ چمکدار سیاہ بال 'مرمریں جلد' نرم بھوری آنکھیں اور خواہش نفس سے بھرا جسم رکھتی تھی۔ وہ ایک ہم جنس پرست تھی اور اس کی بچی نے اس سلسلے میں اس کی خاص راہنمائی کی تھی جو کہ خود بھی ہم جنس پرست تھی۔ ہم جنس کے علاوہ اذیت پسندی اور خوفناک فطرت اس کا طرہ امتیاز تھی۔ اس نے چند سال کی عمر میں دیکھ بھال کر شادی کی تھی لیکن اپنی جنس پرستی اور سادیت کی وجہ سے وہ ایک خاوند پر قاعد نہ کر سکی۔ 1610ء میں وہ رنگ دلیاں مناتی پکڑی گئی تھی۔ اذیت پرستی اس کا دوسرا جرم تھا۔ ایک کونٹ کو اس کے جرائم کی تحقیقات پر مامور کیا گیا کیونکہ پورے علاقے سے بہت سی نوجوان لڑکیوں کے غائب ہو جانے کی اطلاعات مل رہی تھیں۔

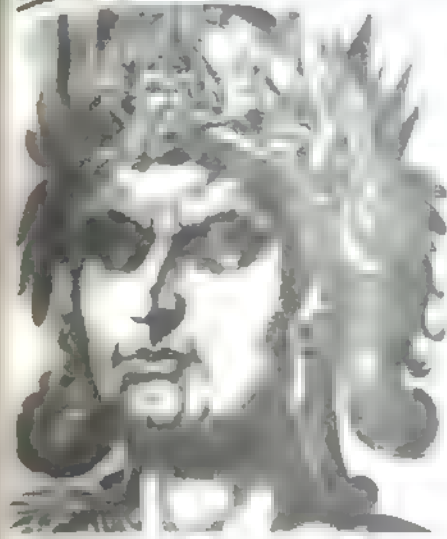
اس کے ہمراہ اس کے بہت سے ساتھی بھی گرفتار کئے گئے۔ وہ اس لیے اس کا ساتھ دے رہے تھے کہ اگر وہ ایسا نہ کرے تو ان کی اپنی جائیں بھی انہیں طریقوں سے ضائع کر دی جائیں جس طرح الزبتہ دھروں کی کر رہی تھی۔ اس کی ساتھی وہ جادوگر بنائیں

ہوئے اور انہیں بھی الزبتہ کے ہاتھوں انجام کو پہنچیں تھیں۔ ان کی انگلیاں ان کے جسموں سے ٹوٹتی گئی تھیں اور انہیں زعمہ جلا دیا گیا تھا۔

الزبتہ کو تاحیات قید کی سزا دی گئی وہ اپنی قید کی کوٹھڑی ہی میں 1614ء میں جھٹوم جہ سے مردہ پائی گئی۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ اس نے ایذا رسانی سے کم از کم 650 لڑکیوں کو ہلاک کیا تھا۔



20



نیرو

(37ء68ء)

”میرے ساتھ ہی ایک نثار مر گیا۔“

”لائف آف نیرو“ سے

نیرو کی کا جملہ

نیرو ایک ایذا پرست ظالم اور کجرو بادشاہ تھا۔ اس نے 54ء سے 68ء تک حکومت کی۔ وہ 37ء میں پیدا ہوا اس کا ابتدائی نام لوسی اس ڈونچس تھا۔ رومی مورخ پلینی نے اپنے تاریخی مواد 15 میں لکھا ہے کہ کس طرح اس نے ”کریشیانی“ لوگوں کو روم کا سر کے حوالے سے قربانی کا ٹکرا بنایا اور اس نے ان لوگوں

کوتل کر دیے۔ یہ کیا ذہنیں دیں۔ وہ لکھتا ہے:

”نسانی ذرائع اور نہ ہی شاہ کی فحاشی اور نہ ہی دیوتاؤں کی وحاشی اس تک پہنچ سکتی ہے کہ روم کو آگ خود نیرو نے لگائی۔ اس انوکھ کو دبانے کے لیے اس نے قتل سے برے ترانے اور ان کو لایت ناک سزائیں دیں۔ یہ لوگ جنہیں سزائیں دیا جاتا ہے اپنے جرائم کی وجہ سے عزت کی آماجگاہ تھے۔ اس نام کا موجد سولہویں صدی کے نیروئس کے دور میں شہزادگی کی کے لیم میں عالم سلطنت روم پونٹی اس سے قتل سے موت کی سزا دی گئی۔ اگرچہ اس ظلم کے باوجود فوری طور پر باطلیم کے خوف کی پشت گھیزا فوجیں نہ صرف جوڑیا میں پھیلیں بلکہ پورا شہر روم اس کی گرفت میں آ گیا۔ نیرو روم میں اس وقت تمام حیا سوز اور نفس پرستانہ سرگرمیاں ساری دنیا سے زیادہ عروج پر تھیں اور خوب نشوونما پا رہی تھیں۔ سب سے پہلے ان لوگوں کو جنہوں نے تسلیم کیا کہ وہ کریشیانی ہیں گرفتار کیا گیا اور ان کی نشاندہی پر بہت سارے لوگوں کو مجرم ٹھہرایا گیا۔ یہ نہیں سمجھ سکے کہ ان کے لیے دوسروں کو اکسانے کے جرم میں سزا نہیں دی گئی بلکہ انہیں نسل نسانی سے عزت کی وجہ سے پکلا گیا۔ ان کی اموات کو جشن کا سامان بنایا گیا۔ پھر جنگی جانوروں کی کھالیں پینا نہیں گئیں اور ان پر شکاری کتے چھوڑے گئے یا انہیں بکریں فوج کر ہلاک کیا گیا۔ زعمہ جلانے سے بھی دریغ نہیں کیا گیا۔ دن کے بعد انہیں تکیاڑی کے نمونے بنا دیا گیا۔ اس مقصد کے لیے نیرو نے اپنے باغات بھی دیے اور نسانی قتل کو سرکس کی جزیات بھی بنا دیا۔ موت کی سزا سے پہلے ان کی فحاشی رتھوں پر کی گئی۔ باوجود اس کے کہ طرمان سخت سے سخت سزا کے مستحق تھے لیکن عامۃ الناس کی عداوت ان کے ساتھ تھی کیونکہ سب لوگ جانتے تھے کہ ان کی قربانی محض ایک شخص نیرو کی خاطر دی جا رہی ہے۔“

روایتی افسانہ یہ ہے کہ نیرو بخوبی سمجھتا تھا کہ جن رومیوں کا وہ حکمران ہے ان کی عظمت کی کمی؟ ان کے اعداد خون کی اشتہا عروج پر تھی اور اس امکان سے خوفزدہ تھا کہ اس کا روم کو آگ لگانے کا الزام لگایا جائے گا اور بے گھر بھوکے اور غصے سے بھرے عوام پھر سنبھلے نہیں سنبھلیں گے۔ (اس نے جلتے روم کو دیکھ کر خوشی سے جیسی بھائی تھی کیونکہ پہلی صدی عیسوی میں ابھی دیگر آلات موسیقی ایجاد نہیں ہوئے تھے۔)

سمجھی اس سے اس مسئلے کا حل تھے۔ پہلی صدی عیسوی میں مسیحیت کو ابھی نیا
پرستی ہی سمجھا جاتا تھا اور کفار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے اور مسیحوں
”فلسفہ جسم و روح“ کو آدم خوری کے مترادف سمجھتے تھے۔

ہنس لوگوں کا یہ بھی خیال تھا کہ وہ بچوں کو خواہ کر کے موت کے گھاٹ
رہے ہیں تاکہ وہ اپنی رسومات میں جسم اور خون پیش کر سکیں لہذا نیرو نے یہ اعلان کیا
جیسا نبیوں نے ہی روم کو آگ لگائی جو مسلسل چھ دن جلتی رہی۔ اس اعلان سے خالد
وغارت کی ابتدا ہوئی۔ نیرو تشدد اور حقارت کی وجہ سے وحشی اور بد چلن تھا اور اس کے
احکام بھی عیسائی لوگوں کی مخالفت میں تھے۔

بادشاہ کی محبوب تھ دوڑ رات کو شروع ہوئی۔ سڑکوں پر روشنی کے لیے بیکھڑ
مشعلیں جلائی گئیں۔ پہلی تھیز کو بھی خوب روشن کیا گیا۔ مسیحیوں پر ایک بھر پور حملے
بعد نیرو کو ایک خیال سوچا کہ جو لکڑیاں مشعلیں روشن کرنے کے لیے بچی پڑی ہیں اسے
مسیحیوں کو جلاتے کے لیے استعمال کیا جائے۔ چنانچہ اس نے اپنی دوڑ کی مشعلوں کو
لکڑیوں کے ساتھ انسانی ڈھانچوں کو بھی استعمال کیا۔ بہت سے مسیحیوں کو گرفتار کر کے
کو برہنہ کیا گیا۔ انہیں تارکول میں ڈوبنے کے بعد انہیں کیل ٹھونک کر درختوں سے لٹکا
گیا اور پھر انہیں چراغاں کرنے کے لیے آگ لگا دی گئی۔

حریم ہماں نیرو نے یہ بھی حکم دیا کہ پڑھے عیسائیوں اور بچوں کو عورتوں سمیت
تماشا دیکھنے آنے والوں کے سامنے جنگلی درختوں کے سامنے اکھاڑوں میں پھینک
جائے۔ اس کے علاوہ اس نے بہت سے لوگوں کو سرعام چھائیاں دیں اور دیگر جان
کئے جانے والے طریقوں سے لوگوں کو موت کے حوالے کیا گیا۔ بعض اوقات وہ درختوں
کو جھرت دلانے کے لیے روم کو آنے والی شاہزادیوں کے کنارے اپنے گھناؤنے تشدد کے
جھرتی مہلوں کی نمائش بھی کرتا۔ علاوہ ازیں دل کے لطیف جذبات سے عادی اس
سادیت پرست بادشاہ نے اپنے لہو و لعل اور رنگ رلیوں کی خاطر ایک محل بھی تعمیر کیا اور
حصہ یہ دیا کہ اب وہ ایک عام انسان کی طرح باقی کی زندگی بسر کرے گا۔

جیسا نبیوں پر اس کا ظلم و تشدد اس کی اس زندگی کا حرف آخر تھا جس میں اس
نے انتہائی انسانیت سوز ظلم کئے تھے۔ جبکہ اس کی عمر صرف 21 برس کی تھی تو اس نے اپنی

پہلی عمری میں قتل روادیا تھا۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد جب اس کی ماں کی لاش جلائی
جاتی تو اس سے اپنی حامد بیوی پوپائی سینا کو غمو کریں مار مار کر ہلاک کر دیا کیونکہ اس نے
سے نفرت کی تھی۔ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ اس نے حضرت مسیحؑ کے دو حواریوں پیٹر اور پاول
کو بھی ہلاک کر دیا تھا۔

اس کی زندگی کا حقیر ورثہ یہ ہے کہ وہ ایک عذاب و عذوبہ قاتل اور چاقی و
ہلاکتی انسانے۔ مسیحیت کا مخالف و دہمہ تھا۔ اس کی ایذا رسانی کا سلسلہ اس کی موت کے
بعد بھی جاری رہا۔ جب کبھی کوئی قدرتی آفت آمدی طوفان گرد باد یا شدید برف باری
ہل رہی ہو تھی تو اہل روم اس کا بوجھ عیسائیوں پر ڈال دیتے اور ان کی پکڑ دھکڑ شروع کر
کے ان کو عذاب دی کا ایک سلسلہ شروع کر دیتے۔ یہ سلسلہ 313ء تک چلتا رہا اور اس
کے بعد میدان سے جاری ہونے والے فرمان کے تحت عیسائیت کو تسلیم کر لیا گیا۔ اس
فرح عیسائیوں کو عذاب دی اور ایذا رسانی سے نجات ملی لیکن نیرو کے دور کے مظلوموں
کے لیے یہ بڑی تاخیر کی بات تھی۔



21



بنی تو موسیقی

(1893ء تا 1945ء)

"یہاں دنیا کے ذہین ترین جانوروں میں سے ایک جانور جو اس کو مرض پر ظاہر ہوا سو رہا ہے"

(موسیقی کا اپنا لکھا ہوا کتبہ قبر)

25 جون 2001ء کے لندن کے اخبار کارڈین کے شہرے میں مشہور و معروف صحافی روری کیرویل نے "اٹلی کا خونی راز" کے عنوان سے ایک آرٹیکل لکھا ہے جس میں لکھتا ہے کہ بنی تو موسیقی کے حملہ آور سپاہیوں نے ہزاروں شہریوں کو قتل کیا۔ ریڈیو کراں کے مراکز پر بم برسائے، زہریلی گیس پھونکی، کیمپوں میں دھواں پھیلنے لگا اور بچے بچوں کو بھوکے مارا۔

لے کے حاضرین کو یہ بتایا جو انہیں گھنیا نظر آئے۔ انہیں بعد کیرویل نے جبر و اسٹین امریکن کیسٹریف آف روم کے ایک مورخ کا جملہ بھی لکھا ہے: "موسیقی کے دور میں فاشزم کے جرم کے حوالے سے عوام سے اور عوامی نمائندوں سے کوئی سمجھوتہ نہ کیا جاسکا جس کا سہولت فرس نے اپنے یہ چاہنے والوں کے جنگ کے دوران اور جنگ کے بعد کی ذمہ داریوں سے بچا ہوا ہے۔

سچی کہ ان جرائم کی وجہ سے اس کتاب میں جگہ دی گئی ہے کہ اس کے مسدود کی جگہ پر ہی اس کی افواج نے استیصالی کارروائیاں کیں۔ اس کا اڈلف ہٹلر کے خطوط پر چنا 1938ء میں تازی جرنی کی وضع کردہ قاتل نفرت نسلی پالیسیوں پر عمل کرنا۔ اس کی طرف اٹلی کے یہودیوں کو ایذا رسانی اور ظالمانہ کارروائیوں سے تباہ و برباد کرنا شامل ہے۔

بنی تو موسیقی (یعنی راہنما) موسیقی 29 جولائی 1893ء کو اٹلی کے شہر پری دارجو کے نام پر پیدا ہوا۔ وہ ایک عیسائی تاجر اور مفکرات پیدا کرنے والا طالب علم تھا۔ اسے مذہبی رہائی سکول سے خارج کر دیا گیا کیونکہ اس نے اپنے ایک ہم جماعت کو کچھ چاقو سے پشت پر زخم لگا کر زخمی کر دیا تھا۔ اپنے شباب کے اولین دور میں وہ سلطنت اخبارات "دی کلاس منرگل" اور "آؤٹی" کے ادارتی عملے میں بھی شامل رہا۔ راکھ تیز اس نے فاشزم کے فلسفہ کو اپنالیا۔ فاشزم کا فلسفہ شدہ جسم کی قوم پرستی کا حامل ہے اور قومی وحدت کے نام پر شخصی آزادیوں کے خلاف ہے، گویا فاشزم قومی غصب کے اصولوں کا حامی ہے۔ کیونکہ فاشزم کی طرح فاشزم ہر قومی تعمیر اور پیداوار کے خلاف اور بدست کی ملکیت میں لینے اور تمام معیشت میں مساوات قائم کرنے کا دعویٰ کرتا ہے۔

جگہ عظیم اول کے دوران موسیقی اخبار "اٹلی کے عوام" (پتیل دی اچلیہ) کی مسدود کر دیا تھا۔ اگرچہ یہ اخبار سوشلسٹ ہونے کا دعویٰ رکھتا تھا اور سوشلزم کے خیالات و بات کا پرچار کرتا تھا لیکن جلد ہی موسیقی اٹلی کو جنگ کی طرف راغب کرنے لگا اور وہ کیسٹریف کی حمایت میں۔ یہ اس کی ذہانت تھی کہ اس نے اس مقصد کے لیے اٹلی کے عوام کی قوم پرستی کے رجحانات سے کام لیا اور اس مقصد کے لیے اس نے اٹلی کے عام

کارکن لوگوں کو خوب اکسایا۔ خود موسیقی نے اپنی خدمات فوج کے سپرد کر دیں۔
کے اختتام سے ایک سال قبل 1917ء میں وہ زخمی ہو کر فوج سے فارغ ہوا۔

ڈینس میک سمیٹ مشہور مورخ نے اپنی کتاب "موسیقی" ج 1982ء
ہوئی میں لکھا "ہر اس آدمی کے لیے جو موسیقی کی تحریر میں چار سو سال اس کی فہم

تھا یہ اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ وہ قوم پرست بننا چاہتا تھا اور اس کا یہ اقدام
کی بہبودی و بہتری کے لیے تھا۔" تاہم یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اس کا ارادہ

کے خطے میں امپیریل ازم یعنی سرمایہ دارانہ نظام قائم کرنا تھا اور وہ ایک بار بار
یورپی تہذیب کا مرکز بنا دینا چاہتا تھا۔ جنگ کے اختتام کے ساتھ ہی اس نے

عقیدہ لوگوں کی ایک نیم فوجی تنظیم کالی گھیس بننے والے "ہیٹی ڈی کسٹ" کی
تنظیم کے کارکنوں نے سوشلسٹ اور کمیونسٹ مخالفین سے پر تشدد جھڑپوں کی

فاسٹوں نے 28 اکتوبر 1922ء کو روم میں پریڈ بھی کی۔ یہی حرکت معاندانہ اور
موسیقی کے اقتدار حاصل کرنے کا سبب بنا۔ اس نے اگلی کے آخر کے طور پر کام

آغاز جمعہ کے دن 31 اکتوبر 1922ء سے کیا۔
اقتدار سنبھالتے وقت موسیقی کی عمر 30 برس تھی۔ وہ اگلی کی تاریخ تمام

سے کم عمر و بزرگ محکم شکر کیا جاتا ہے۔ اگلی کے بادشاہ و کٹر ایمپریلزم موسیقی کی ان
سے مرعوب ہو کر کہ اس سے اقتدار و برتری چھین لیا جائے گا تو حیران فاشست

اقتیارات تھل کر دیئے اور ایک سال کے اندر اندر اس نے اگلی پر مکمل تصرف
کر لیا۔ 1928ء میں موسیقی نے کہا: "اٹھارویں اور انیسویں صدی میں جہیز

تجربات کے گئے جبکہ بیسویں صدی فاشزم کی صدی ہوئی۔ اس نے یہ بھی کہا کہ
حیثیت سے جمہوریت خوبصورت ہے لیکن مکی حیثیت سے محض فریب کاری ہے۔"

یہ موسیقی کی خوش قسمتی تھی کہ اگلی کے محام نے اسے ایک نجات دہندہ کے
پر خوش دلی سے قبول کیا۔ موسیقی کے اندر یہ ملت تھی کہ وہ لوگوں کو جڑ کرنے

اور ان کی اعزاز کی تحریریں کر سکتا تھا۔ خبیثات و استعارات کے علاوہ تاریخی حوالے بھی
تھا اور لوگوں سے کام لے سکتا تھا۔ اس کے دور میں کئی سرکاری پریشانی لگتی تھی

موجودہ دور نے ہڑتالیں بند کر دیں۔ لیکن اور بیک خدمات ملتی تھیں۔ اس کے دور کا

کارکن لوگوں کو خوب اکسایا۔ خود موسیقی نے اپنی خدمات فوج کے سپرد کر دیں۔
کے اختتام سے ایک سال قبل 1917ء میں وہ زخمی ہو کر فوج سے فارغ ہوا۔

ڈینس میک سمیٹ مشہور مورخ نے اپنی کتاب "موسیقی" ج 1982ء
ہوئی میں لکھا "ہر اس آدمی کے لیے جو موسیقی کی تحریر میں چار سو سال اس کی فہم

تھا یہ اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ وہ قوم پرست بننا چاہتا تھا اور اس کا یہ اقدام
کی بہبودی و بہتری کے لیے تھا۔" تاہم یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اس کا ارادہ

کے خطے میں امپیریل ازم یعنی سرمایہ دارانہ نظام قائم کرنا تھا اور وہ ایک بار بار
یورپی تہذیب کا مرکز بنا دینا چاہتا تھا۔ جنگ کے اختتام کے ساتھ ہی اس نے

عقیدہ لوگوں کی ایک نیم فوجی تنظیم کالی گھیس بننے والے "ہیٹی ڈی کسٹ" کی
تنظیم کے کارکنوں نے سوشلسٹ اور کمیونسٹ مخالفین سے پر تشدد جھڑپوں کی

فاسٹوں نے 28 اکتوبر 1922ء کو روم میں پریڈ بھی کی۔ یہی حرکت معاندانہ اور
موسیقی کے اقتدار حاصل کرنے کا سبب بنا۔ اس نے اگلی کے آخر کے طور پر کام

آغاز جمعہ کے دن 31 اکتوبر 1922ء سے کیا۔
اقتدار سنبھالتے وقت موسیقی کی عمر 30 برس تھی۔ وہ اگلی کی تاریخ تمام

سے کم عمر و بزرگ محکم شکر کیا جاتا ہے۔ اگلی کے بادشاہ و کٹر ایمپریلزم موسیقی کی ان
سے مرعوب ہو کر کہ اس سے اقتدار و برتری چھین لیا جائے گا تو حیران فاشست

اقتیارات تھل کر دیئے اور ایک سال کے اندر اندر اس نے اگلی پر مکمل تصرف
کر لیا۔ 1928ء میں موسیقی نے کہا: "اٹھارویں اور انیسویں صدی میں جہیز

تجربات کے گئے جبکہ بیسویں صدی فاشزم کی صدی ہوئی۔ اس نے یہ بھی کہا کہ
حیثیت سے جمہوریت خوبصورت ہے لیکن مکی حیثیت سے محض فریب کاری ہے۔"

یہ موسیقی کی خوش قسمتی تھی کہ اگلی کے محام نے اسے ایک نجات دہندہ کے
پر خوش دلی سے قبول کیا۔ موسیقی کے اندر یہ ملت تھی کہ وہ لوگوں کو جڑ کرنے

اور ان کی اعزاز کی تحریریں کر سکتا تھا۔ خبیثات و استعارات کے علاوہ تاریخی حوالے بھی
تھا اور لوگوں سے کام لے سکتا تھا۔ اس کے دور میں کئی سرکاری پریشانی لگتی تھی

موجودہ دور نے ہڑتالیں بند کر دیں۔ لیکن اور بیک خدمات ملتی تھیں۔ اس کے دور کا

میں شامل ہوا۔ 1938ء میں موسیقی نے جرمنی کی نسل کشی کی پالیسی اختیار کی اور یہودیوں پر عرصہ حیات لگ کر دیا۔

اپریل 1939ء میں لٹوا راہنمائی کے نتیجے میں الہابیہ پر حملہ کر دیا اور جرمنی زور دیا کہ وہ وہاں سے اس کی فوجوں کی خلاصی کرانے میں اس کی مدد کرے۔ 10 مئی 1940ء کو اٹلی باضابطہ طور پر جنگ عظیم دوم میں شامل ہو گیا۔ 1943ء میں اتحادی فوجوں کی سسلی میں فوجیں اتارنے کی کامیابی پر موسیقی کے مخالفین نے اس سے اقتدار چھین لیا اور اسے روم میں نظر بند کر دیا۔ اسی سال جبر میں جرمن افواج نے موسیقی کو رہائی دی اور ہٹلر نے اسے ایک کٹھ پتلی حکومت کا سربراہ بنا دیا جس کا نام "شہلی اٹلی کی سرکار" جمہوریہ تھا۔ دو سال بعد جرمنی نے موسیقی کو مخالف سیاسی فریق قاضیوں کے مخالفین کے دکریم پر چھوڑ دیا۔ وہ جرمن وردی میں سٹوٹز لینڈ فرار ہوتا ہوا گرفتار کر لیا گیا۔ اقرار کے بعد 28 اپریل 1945ء کو موسیقی جو ڈیڑھ دوں دوں رہا اور اس کی محبہ کو کوئی ماری گئی اور ان دنوں کی لاشوں کو دیگر قاضیوں کی لاشوں کے ساتھ میلان شہر کے ریلوے اسٹیشن پر فاش کر لیے الٹا لٹکا دیا گیا۔

1932ء میں موسیقی نے اپنے ایک دوست سے کہا تھا کہ "ہر شخص اس میں مرتا ہے جو اس کے کردار سے مطابقت رکھتی ہے۔"

***** ☆ *****



ہیزک ہملر

(1900ء تا 1945ء)

"ہمارے سامنے ایک بڑا سوال یہ تھا کہ عورتوں اور بچوں کا کیا کیا جائے؟
 ہم نے اس سوال کا بھی واضح حل تلاش کرنے کا فیصلہ کیا۔ ہم آدھوں کو
 تیار کرنے میں خود کو افسانہ پرست پاتا تھا۔ یہ کہن کو مدد دیا جائے یا مرد
 دیا جائے۔ ہر کل کو طارے پٹیاں اور پتوں سے بدلے لیے وہاں کو بچوں
 کی صف میں کھینچے ہوئے دیا جائے۔ یہ ایک مشکل نپٹا کر جن لوگوں کو
 بھی ملے ہستی سے قلمب کر دیا جائے۔"

ہیزک ہملر 1945ء

ہیرک ہمل 1900ء میں میونخ شہر میں ایک کیتھولک گھرانے میں پیدا ہوئے۔ تیسری ریخس (ریخس کے معنی "سلطنت" کے ہیں۔ ہٹلر نے اپنی حکومت کو بھی نام دیا تھا۔ وہ یہ عظیم سلطنت قدیم رومن سلطنت کے اعزاز میں قائم کرتا چاہتا تھا۔ اس کا پیشہ ان صدی کے چانسلر آٹو دون بسمارک کی حکومت کو خیال کرتا تھا۔) میں گستاخ کا سربراہ تھا۔ 1943ء سے 1945ء تک جرمنی کا وزیر داخلہ رہا۔ اس نے یہودیوں کے انتظامی قتل میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اس نے 1945ء میں سائی ٹائیڈ کا کپسول کھا کر اپنی زندگی کو اس وقت ختم کیا جب اس کو جنگی جرائم کے نیورمبرگ کے مقدمات میں پیش کیا جائے والا تھا۔ اس نے اپنے فرار کی ایک ناکام کوشش کی تھی۔

اڈلف ہٹلر کے بعد ہیرک ہمل اور ابراہام ہاروی لیڈر تھا۔ وہ گھٹیا لوگوں کے بن کرنے کے لیے تشکیل دیئے گئے کیپوں اور دنیا کو گھٹیا نسلوں سے پاک کرنے "نازو جمہوریت نسل پھیل پھول سکے" کے "عظیم" اور بے مثل کام کا مگران اعظم تھا۔ جنوری 1937ء میں اپنی تقریر کے اندر اس نے زہر کے استعمال سے گھٹیا نسلوں کی صفائی کرنے کے مشن سے انکشاف کیا۔ اس نے اعلان کیا کہ دراصل اس کا کوئی زعمہ ثبوت موجود نہیں اور نسل قوانین کا کوئی نمونہ ان مرکزی کیپوں میں موجود نہیں۔ وہاں ایسے لوگ ہیں جن کے سروں میں پانی اور پیپ بھری ہوئی ہے، آنکھیں ہیں کہ بار بار جھپکی جا رہی ہیں، بکڑی ہوئی شکون والے نیم یہودی۔ اور بے شمار گھٹیا اور کینے لوگ ہیں۔

ہمل کو یقین تھا کہ ایسے لوگ جنہیں کوئی بھی جسمانی نقص ہے یہاں تک کہ ایسے لوگ بھی جن کو بھائی کی کمزوری کے باعث آنکھیں سکڑ کر اشیا کو دیکھنا پڑتا ہے، نسل طور پر گھٹیا لوگ ہیں۔ اس قسم کی انٹی سیدی دلائل کی بنا پر اس نے زندگی کا چشمہ پانی ایک ترقیتی درس گاہ قائم کی جس میں ہٹلر اور ہاروی پارٹی کے نسل تصحب کی بنا پر بہترین نسل کی پرورش کی جاتی تھی۔

شمال مغربی یورپ کی خصوصیت محلوں کو اس ترقیتی درس گاہ میں بہترین نسل حاصل کرنے کے لیے رکھا گیا جہاں جرمن فوجی اور افسران ان سے ملتے تھے۔ اس نسل جول کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچے جنہیں کی حیثیت سے بھی جسمانی اور ذہنی طور پر بہترین نسل شمار کئے جاتے تھے اور ان کی پرورش ریاست کے اخراجات پر ہوتی تھی۔ لیڈر

ہمل (رومن) نے انسانی راسی حیثیت سے قطع نظر یہ ایک انسانی (گھوڑوں کی نسل نکلنے کی جرمین) نسل کی وفادار تھا۔ جہاں جرمن آدمیوں کے انہماک کے انہماک ان محلوں سے جتنے زیادہ وقت پان طور پر راسی تو نہ ہوتی تھیں لیکن ان کو جرمن قوم پرستی کی خاطر چاہتا تھا۔

نسل پرستیوں کا مقصد حیات یقین کرنے میں کامیاب ہونا۔ یہ مقصد حیات اس کے اپنے خدا میں ہیں تھا: "ایسے تمام "نیم انسانوں" کو دنیا بھر سے ختم کرنے جو ہوں۔" اسے ساتھ مل کر جرمنی کی طاقت کو رہے تھے جو (جرمنی) کے شمال مغربی یورپ کی اس کانٹریڈیٹن مرکز ہے۔ اور جرمن انسانی تہذیب و تمدن کا نیکو گیس ہیں اور جنہیں یہ جرمین ہے کہ وہ سفید قام نسلوں میں سے جس کو چاہیں زعمہ رہے وہی جس کو چاہیں زعمہ کی طرح متا دیں گویا وہ ان کی تقدیروں کے مالک ہیں۔

ہمل کو یہ بھی یقین تھا کہ تیسری ریخس یہودیوں کی نسل نکلنے میں کامیاب رہے گی۔ ان کا یہ کہنا کہ ان کی حکومت کی راست بازی کی شہادت ہوگا۔ ہیرک ہمل کے ایک بہت ہی "مذہبی" ہونے کی خصوصی وجہ یہ ہے کہ لاکھوں افراد کا قتل ہونے کے باوجود اسے انسانی قاتل کو فرد کی ذمہ داری نہیں بننے دیا بلکہ اسے جرموں کا عظیم کارندہ قرار دیا۔ اس شخصیت آریز جرم کو ایک عظیم اہمیت نسل کا مرکز اقوام عالم کو تقدیر دینا۔ "بے رحمیت" کے ہٹلر نے اور تھو سی جتنے مہذبوں ہمل کے لیے معلوم ہوتے ہیں 1930ء سے آج تک کسی اور پر اس شخص کے معافی درست طور پر منطبق نہیں ہوتے۔

ہمل نے جن سو افراد کی سربراہی سے اپنے مستقبل کا آغاز کیا۔ یہ تین سو افراد ہٹلر کے ذاتی محافظ تھے۔ اسے قرار دینے گئے۔ ان کی تعداد بڑھتے بڑھتے چوبیس ہوئی۔ ہمل ہٹلر اپنی زندگی کے 36 ویں سال میں جرمن پولیس کا چیف بن گیا۔ اس کے بعد اس نے جرمن حکومت کے جملہ اختیارات حاصل تھے۔ خیر پولیس گستاخ بھی ہٹلر کی بدستور تھی اور جس پر بھی یہ خیر ہٹلر ذاتی ذمہ داری کے پردہ کو کر رہا تھا۔

جب ہٹلر کے آخری سال "کو بھانے کا وقت آیا تو ہٹلر نے فرانسیسی قاتل کے لیے زہریلی گیس کے استعمال کا سوچا۔ اس گیس کو استعمال کرنے کی سوچ ساتھ ساتھ ہٹلر کی موت کا باعث بنی۔ یہودیوں کے خلاف اتنی ہی تعداد یعنی ساتھ لاکھ لاکھ افراد



عدی امین

(1925ء تا 2003ء)

”جی ہاں ایک ہے جس میں جب ہر مذہب کا علم اور اخلاق کا پیرامیٹر
 تو اس نے ساتھ لاکھ سے زائد یہودیوں کو زندہ چھوڑا۔ یہ اس لیے ہوا کہ
 ہر مذہب کے جس پر سمجھ جے کہ اسرائیلی اپنے لوگ ہیں اور دوسری
 بھڑی کے لیے کوئی کام نہیں کر رہے اور اس لیے یہودیوں کو گیس کے
 ڈبے جیٹ کی سر زمین میں زندہ چھوڑا گیا۔“

کیتھولک مذہب کا علم اور اخلاق کے پیرامیٹری
 اور اسرائیلی مذہب کا علم اور اخلاق کے پیرامیٹری

عدی امین کا شمار

12 ستمبر 1972ء

24

سیدنا محمد (ص) نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر پر پانی ڈالے گا
 اس کی عمر پانچ سو سال کی ہوگی اور اس کی قبر پر پانی ڈالنے والا
 میری قبر پر پانی ڈالے گا اور اس کی قبر پر پانی ڈالنے والا
 میری قبر پر پانی ڈالے گا اور اس کی قبر پر پانی ڈالنے والا
 میری قبر پر پانی ڈالے گا اور اس کی قبر پر پانی ڈالنے والا

میں نے اس وقت وہ افراد کو اس کے سامنے لا دیا تھا۔ وہ اس سے
بڑا کر کے ایک مائیکر رکھتے رہے لیکن اس نے ان کا فطر اڑا دیا۔ جب
میں نے اس کو اس کو سن کر لطف اندوز ہوا تو انہیں کانٹوں کے پیر
شروع ہوئے۔

میلانی نے عدی امن کے دور حکومت کو جاری دور حکومت کے محکمہ قرار دیا
ہوئے بہت سی خاندانوں کے بچوں کو گولیوں سے اڑانے والے فوجی دستوں نے انہیں
تایید کردہ کے خلاف پابندیوں انتہائی کارروائیوں جاری فوجی کارروائیوں اور سب سے
بڑا کر نسل پرستی کے مجرمانہ واقعات کا ذکر کیا ہے۔

1999ء میں مغربہ کے لوگوں نے عدی امن سے نجات کی دعوتیں مانگی
میلانی اور "مجرم کبھی نہیں" کا اوجھا جملہ اسی طرح کیا جس طرح یہودی "میلانی یہودی"
کے حوالے سے کرتے ہیں۔ ایک بار عدی امن نے ٹوائف نظر سے حلقہ کیا تھا: "مگر
کچھ لوگ نظر سے حلقہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ بڑا انسان تھا اور حلقہ قانع تھا۔ وہ کبھی
بھلا یا نہیں جائے گا۔" اپنے دور اقتدار میں "عدی امن سے حلقہ کیا جاتا ہے کہ اس سے
ایک یہودی سے کہا: "میں تمہیں پسند کرتا ہوں۔ تم میرے دوست ہو۔" اور پھر اسے مار
ڈالا۔"

(اس تحریر کے وقت عدی امن زندہ تھا اور جب یوگنڈا کے لوگ انصاف انسان
پکار رہے تھے وہ جلاوطنی کی زندگی محفوظ طور پر سعودی عرب میں گزار رہا تھا۔)

1962ء تک یوگنڈا میں برطانوی حکومت رہی۔ اس کی آبادی تقریباً ایک کروڑ
تیس لاکھ تھی۔ حمایتی کوششوں کے نتیجے میں یوگنڈا کا آزادی ملی تو ملین ایلوئے پیا
وزیراعظم بنے۔ ایلوئے 1966ء میں یوگنڈا کا صدر بن گیا۔ 25 جنوری 1971ء کو عدی امن
جو برطانوی نوآبادیاتی فوج میں سارجنٹ اور یہودی دہشت باز تھا نے فوجی بغاوت سے
ذریعے یوگنڈا پر تسلط حاصل کیا اور ایلوئے کو معزول کر دیا۔ یہ عدی امن کے آٹھ سالہ دور
جبر و استبداد کی ابتدا تھی۔

عدی امن بطور ایک آمر کے مکمل "برائی" تھا۔ وہ ساریت پرست اور عالم تھا۔
اس کے ظلم و تشدد کا یہ عالم تھا کہ کچھ لوگوں سے حلقہ اس نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ ان کو

میں نے اس وقت وہ افراد کو اس کے سامنے لا دیا تھا۔ وہ اس سے
بڑا کر کے ایک مائیکر رکھتے رہے لیکن اس نے ان کا فطر اڑا دیا۔ جب
میں نے اس کو اس کو سن کر لطف اندوز ہوا تو انہیں کانٹوں کے پیر

عدی امن نے اپنے فوجی دستے کو حکم دیا کہ ماسا کا کے ساتھ میزرا انس
دوڑنے کو زور دے کے اسے قتل کیا جائے۔ چنانچہ فوجی اسے گرفتار کر کے لاپل ان تائی
ریجنز میں لے گئے۔ وہاں فوجیوں نے شراب و غیرہ پی اور پھر والو جیے کو ہونٹ سے
بہا کر کے محل حور پر بربند کر دیا۔ سیاہوں اور دیگر مائیکروں کے سامنے اس کی کلائیوں
اور ٹخنوں کو باندھ کر ایک چاقو کے ساتھ اس کے منہ میں ڈال دیا گیا۔ وہ چیلا اور چلاتا
تا جبکہ باہر اس کی آنکھوں کے سامنے اس کا کتا ہوا منہ لوہا لے رہے۔ اسی حالت میں
میں نے اس کے ساتھ میزرا ایک فرک میں ڈالا اور نہ جانے اسے کہاں پھینک آئے۔
مگر فرانس والو جیے کا کہیں پتہ ہی نہ چلا کہ وہ کب اور کہاں مرے۔

1976ء میں کچھ فلسطینیوں نے یوگنڈا سے پاک فرانسیسی مایاں خوا کر لیا۔ عدی
امن نے کئے عام اس کارروائی کی تعریف کی بلکہ خوا کہنگان کو پیسے سے لگایا کیونکہ تمام
سفر یہودی تھے۔ انہیں این پی کے ویشل پر بند رکھا گیا۔ وہاں ان کی عمرانی ہائی
انٹیکس کے ساتھ یوگنڈا کے فوجی بھی کرتے رہے۔ جلد ہی اسرائیل کی فوج نے ویشل پر
ہجوم بڑھا اور ڈیڑھ گھنٹے کی جدوجہد کے بعد مویان کو رہائی دلائی اور ہائی ٹیکوں کو کیڑ
کر مار کر پہنچایا۔ ان کے فو اور انہیں کے شکات حاصل کئے اور کچھ روسی جہازوں کو
مکمل جہاں۔ عدی امن کی اس واقعہ سے دنیا بھر میں ہلکی ہوئی۔

عدی امن کے دور میں اکثر مویانوں "اس فوج کے رضا کاروں اور سیاہوں تک
کو بوجہ گرفتار کیا گیا اور ان کو ناگفتہ بہ حالات میں بند رکھا گیا۔ عدی امن اپنی ایک
خصوصی "استعمالی حکمت عملی" رکھتا جن پر وہ خودی غیر کی دہرے کے متحدے کے عمل
کرتا تھا۔ اس حکمت عملی کے تحت بھی اس نے کئی لوگوں کی جانیں تک کیں۔ کہا جاتا ہے
کہ اپنے آٹھ سالہ دور اقتدار میں عدی امن نے کم از کم پانچ لاکھ یوگنڈا کے باشندوں کو
موت کی نیند سلائی۔

عدی میں جاہل اور کوتاہ اندیش بھی تھا۔ یہودیوں اور ایشیائی لوگوں سے اس کی وجہ سے اس نے ایشیائیوں کے خلاف ایک معاشی جنگ بھی شروع کر رکھی تھی۔ ایشیائیوں کے خلاف اس معاشی جنگ کے نتیجے میں اس نے ملک کو باہر کارکنوں اور کارکنوں سے محروم کر دیا۔ جب ایشیائی لوگ نقل مکانی کر کے اپنے اپنے وطن جانے پر مجبور کر دیے جاتے تو ان کو یوگنڈا کے بالخصوص عدی ائین کے فوجی دستے لوٹ لیتے۔ علاقے کے رہائشیوں سے خواتین کو بے پردہ اور بے آبرو کیا جاتا۔ مردوں اور عورتوں کو باہر مایا جی پتہ ایشیائی باشندوں سے یوگنڈا چھوڑنے کی ہماری فیس لی جاتی اسکے باوجود انہیں مسافر اور دیگر دفاتر میں لمبی لمبی قطاروں میں کھڑے ہو کر کاغذات تیار کروانے پڑتے۔ 1972ء میں ایشیائی لوگوں کو یوگنڈا سے نکالنے کے بعد یوگنڈا کی معیشت کو استوار رکھنے کے لیے بعض لوگوں کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش بھی کی لیکن اب وقت گزر چکا تھا۔ ملک بدستی میں ڈوبا چلا گیا۔ غربت اور ناگفتہ بہ حالات نے غیر یقینی صورت حال پیدا کر دی تھی۔

عدی ائین چونکہ انسانیت کے خلاف مجرمانہ اقدامات کر رہا تھا لہذا عدلی نے پہلے یہ کہہ دیا کہ یوگنڈا میں کیا ہو رہا ہے؟ یوگنڈا کے سابق سفیر میلاڈی نے لکھا ہے کہ ”خود مختار آمریت کے پیدا کردہ ظالمانہ خوفناک اور نسل منہ کاٹنے کے لیے جو دیکھے نظموں کے نتیجے میں یوگنڈا سے کئی سفارت کار اور دیگر غیر ملکی سرکاری مہدی ہماگ نکلے یا پھر زعمہ نکلے میں کامیاب ہوئے۔ اس وقت کے حالات کی روشنی میں یہ تصور کرنا مشکل ہے کہ اگر تنزانیہ کی افواج نے 1979ء میں عدی ائین کی حکومت کا خاتمہ نہ کیا ہوتا تو کیا ہوتا؟“

اب جبکہ یوگنڈا کے حالات پہلے کی نسبت کافی بہتر ہیں پھر بھی یوگنڈا ایک غریب ملک شمار ہو رہا ہے۔ یوگنڈا اسی کے لوگ نہیں بلکہ پورے افریقہ کے لوگ یوگنڈا کی بہتری کے لیے کوشاں ہیں اور عدی ائین کے دور کے حوالے سے ”بہتر بھی نہیں“ کا لہجہ جملہ دہرا کر اس امر کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ عدی ائین جیسے کسی بھی ”دندے“ کو اقتدار میں نہیں آنے دیں گے۔



25

کیترائن ڈی میڈیسی

(1519ء تا 1589ء)

”میں سب کو بدلتا ہوں میں سے ہر ایک کو۔ ایک بھی بدگفت (فراموشی بدگفت) مجھے کافی وسیع کے لیے دعوہ دے۔“

پارٹس فم ڈی میڈیسی

اپنی ہی کیترائن کے یہ یقین طائفے ہر کہ بدگفت

اس کے خلاف میں کسے ہیں بدگفت بدگفت

ہم کے خلاف کل عام کا غم دے دے گا ہے

کیترائن ڈی میڈیسی نے کوئی کے ملانہ اور بھی وہ جسم کی کھانے طائفے بدگفت
وہ خلاف فراموش میں کر دیا لیکن اس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ وہ

سے فرانس میں کیتھولکوں اور پروٹیسٹنٹوں کی دیرینہ کشمکش ختم ہوئی۔

ان مثبت کاموں کے باوجود کیترائن ڈی میڈی کے صدمے میں جبراً باقاعدہ میوزیمز کے قتل عام کے داغ بھی ہیں جن کی وہ براہ راست ذمہ دار ہے۔ 1572ء میں کیترائن نے اپنے کثرت پر ارادوں والے بیٹے شاہ چارلس تیسرے کو ہوشیاری کی خاطر کیتھولک عقیدے کی خاطر ہیوگوناٹس کی سازشوں کو ختم کرنے کے لیے ان ہی کو ختم کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ چارلس تیسرے نے اس کی یہ ہمائش (پائل ٹراست) مسترد کر لی اور 24 اگست 1572ء سے ابتدا کر کے چند دنوں کے اندر اندر کم از کم دس ہزار فرانسیسی پروٹیسٹنٹوں کو قتل کر دیا۔ بعض مورخین اس تعداد کو زیادہ بتاتے ہیں۔ چارلس تیسرے نے یہ قتل عام اپنی ماں کیترائن کے حکم سے کر لیا۔

ہیوگوناٹس اور کیتھولکوں کی باہمی جھڑپوں کے نتیجے میں دو جنگیں ہو چکی تھیں اس کے باوجود سینٹ باڑولومیز ایج کے قتل و غارت کو بڑے پیمانے پر خوفناک بد مصافی اور ابتری کے سوا اور کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ جنگ کے دوران بھی بد مصافی اور غارت گری ہوتی ہے لیکن جس قسم کی لوٹ مار اور قتل عام ہوس کے اندر عام شہریوں جن میں گھریلو دشمنی بھی اور بولی ملا زمین شامل تھے خاصاً ناگوار محسوس ہوتی ہے۔

23 اگست 1572ء کی رات کو شہر سے باہر جانے کے تمام راستے چارلس کے بارہ سو مستندین نے بند کر دیے اور ہیوگوناٹس کے گھر پر یہ (X) نشان روشن سے لگا دیا۔ 24 اگست 1572ء کو صبح کے دو بجے لوہر گرجے کے گزریاں بچے شروع ہوئے جو قتل عام شروع کرنے کا اشارہ تھے۔

چارلس کے وقار جو اس وقت تک خوب شراب نوشی کر چکے تھے نے نشان زدہ گھروں کے دروازوں کو توڑ ڈالا اور گھر کے کیمروں کو باہر گلیوں میں کھینٹ کر انہیں لاشوں کی گھوڑوں سے نیم مردہ کر کے ان کے گھر لے گئے۔ ایسے لوگ جو خوف کے مارے گھروں سے نہیں نکلے تھے انہیں کمر کیوں کی مار سڑکوں اور گلیوں میں پھینکا گیا جہاں ان کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لیے بھیجنے والوں کے سختی موجود تھے۔ چارلس کے وقار میں نے پھل کو پہلے تو دیا ہے سین میں پھینکا اور کتھولکوں پر کمرے ہو کر ان کو نشانہ بنایا۔ جلد ہی پورا دنیا لاتعداد تیزی لاشوں کا منظر پیش کرنے لگا۔ چھ گھنٹوں کے بعد چارلس کے چٹوں نے

جی شہریوں کو لٹے اور جان سے مارنے کا کام شروع کر دیا۔ انہیں اگر کچھ بچے رہے تو وہ بھی خونخوار ہیوگوناٹس کا قایا نہیں انہوں نے بلا جامل اس کو لٹا دیا۔

پس 1572ء کی رات کیترائن ڈی میڈی (جس کے قتل کا منصوبہ کیترائن نے بنایا تھا) کا شہر سے بد مصافی اور غارت گری کے بعد لوگوں کو دکھانے کے لیے دکھا دیا گیا۔ چارلس تیسرے کا گہرا دوست تھا لیکن جب اس کی ماں کیترائن نے اسے یقین دلایا کہ ہیوگوناٹس کا کپتان اس کے خلاف سازش کر رہا ہے (جبکہ یہ جھوٹ تھا) تو چارلس نے سخت کبیرہ اسے کبیرہ ہو گئے تھے۔ کیترائن نے آدمے بھرت اور آدمے بچے سے کہے کہ چارلس کو یقین دلایا تھا کہ ہیوگوناٹس کے ذریعے اس کو تخت سے عہدہ کرنے کی سازش کر رہا ہے اس کا دوست ہی ہے۔ ہزاروں ہیوگوناٹس کا احوال قتل عام کیترائن کی طرف سے دکھایا گیا تھا۔

قتل عام شروع ہونے کے چند ہی گھنٹوں بعد شاہی محل کے باہر قتل لاشوں کے منظر کو دیکھ کر چارلس اس منظر کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا اور اس نے قتل عام کو روکنے کا حکم دیا۔ لیکن قتل عام کا سلسلہ حربہ کی گھنٹوں تک چل رہا تھا۔ شاہ کی ماں کی واپس آنے کے میں مطابق تھا۔ وہ قتل عام کا مکمل طرہ پر مشورہ رکھتی تھی اور ایسا ہی چاہتی تھی لیکن چارلس اس نے اس خورجی کو کلرک کی ظلمی کہا۔ اس نے بتایا کہ اس کا ارادہ تو صرف نصف دین ہیوگوناٹس کو ختم کرنے کا تھا جبکہ اس کے احکامات کو کبھی میں نہیں نہ کہیں قتل ہوئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہیوگوناٹس کے قتل عام کے بارے میں کیترائن کا یہ طرہ فکر ان کو غلب آف سین جو مسکالے میں بھی مل سے کام لیتا تھا بڑے ذور کا تقابہ تھا۔ کیترائن نے کسی کہانی گزری ہے اور وہ یہ یقین بھی رکھتی ہے کہ لوگ اس کی کہانی کو کچھ نہیں سمجھتے۔

چارلس تیسرے کو اس قتل عام اور برادری کا ساری عہدہ رہا جو اس کی ماں کی مخالفت اور ان کی سے شروع ہوا تھا۔ اس نے مرتے وقت بھی کہا: "میں قدر خواں!"

کی حکومت کا ملازم تھا نے لڑکے کے موت کو نوکیلا اٹھا کر مار دیا جس سے یہ بھی مر گیا۔
 کر لڑکے کو اگر فواد پر مبنی اودیات دی جاتیں تو شاید وہ زندگی کی بازی نہ ہارتا۔
 بونے نے 1973ء میں فوجی بغاوت کے ذریعے کیپٹن لیڈر سلواٹر کی

کی حکومت کا تختہ الٹ کر اقتدار حاصل کیا۔ فوری طور پر اس نے جلی کی کمریسز اور
 قانونی قرار دیا۔ آمروں کو قانون سازی کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ امریکی آئی۔سی۔
 نے کیونٹ حکومت کا تختہ الٹنے میں جہز بونے کی مدد سے اور خفیہ مدد کی یہ
 ریکارڈ میں موجود ہے۔ معزول صدر کی جگہ ہارلیوٹا جی نے کیا: "فوجی بغاوت میں سر
 حکومت کی امداد فیصلہ کن تھی اور فوجی تحریکوں سے سی آئی اے کے گہرے تعلقات نے
 ہینسٹی انگریجیل کے مطابق بونے کی حکومت نے اپنے دشمنوں کو

آمریت کے پہلے سال میں ایک لاکھ اسی ہزار جلی کے لوگوں کو اپنے قلم و ستم کا نشانہ بنایا
 یہاں تک کہ بہت سے لوگ مر گئے اور ان کو ناقابل شناخت بنانے کے لیے گہرے
 اقدامات کئے گئے۔ یہ سب کچھ بونے کے احکامات اور اس کی ہیلو آمر کے مامور
 ہوا۔ جلی کی فوجی پولس کے قلم و تشدد میں عورتوں سے زیادتی 'آٹھوں کے پھانسی' ہوتے
 زبان پر بے مقصد پوچھ گچھ کے دوران جلی کے کلپ لگا کر جھکے دیا جلتے سرنگوں سے
 پر نشانات ملتا ہوا توڑنا 'جلی کے جھکوں سے ہلاک کرنا پانی اور گار میں ڈالنا اور
 کے ذریعے نابھ کرنا' و اطروں سے زورکوب کرنا اور تیز دھار آلات سے کاٹ لگانا وغیرہ
 شامل تھے۔ قلم و زیادتی کے بعد جلیان سے مار دینے جانے والے افراد کے سر کاٹ دیے
 جاتے کہ وازوں سے ان کی کی شناخت ہی نہ ہو سکے۔ ہارلیوٹا جلی کے جڑ پتے
 باغی کے ہاتھوں کے ساتھ دنیا میں پڑے پائے گئے۔ ان وازوں کو دیکھنے والوں سے
 فوجیوں نے مار مارا کہا: "تم نے کچھ نہیں دیکھا۔ اگر تم نے کسی سے ان بے سر و شاخ
 دیکھنے کی بات کی تو ہم تمہیں بھی گرفتار کر کے انہی وازوں کے ساتھ مار دیں گے۔"

بونے کی آمریت کے دور میں اگرچہ جلی کی دیر سے بحران کا دور چلی آئے
 والی معیشت بحال ہوئی لیکن 1980ء سے 1983ء تک بھر بھر کی کمیٹ دہانہ دور کر آئی
 اس دوران میں بونے نے اپنی فوج اور پولیس کو ایسے اختیارات دیے جکی جلی میں کین
 جیل نہیں ملتی۔ ان کو اجازت دی گئی کہ وہ اپنے اندر کردہ جتن کر سکتے ہیں جس کو چاہیں

جسے نظر بند کیا۔ اسے خوب اور تشدد کا نشانہ بنا سکتے ہیں۔ اس دور میں جو قہوڑی بہت
 فوجی آزادی انسان حقوق موجود تھے ہنگامی حالت کا اعلان کر کے ان کو بھی اپنے جملہ
 جہز میں کرنے کے لیے ختم کر دیا۔ انگریزی کا لفظ "ہیریٹ" جس کے معنی نام و نشان
 جہز میں بونے نے جلی کے لوگوں کے لیے استعمال کیا۔ ان کو گروں اور قہوڑوں
 "ہیریٹ" کر دیا جائے۔ اس حکم کے تحت ہزاروں کی تعداد میں جلی کے افراد غائب کر
 دیے گئے اور ہر سرکاری طور پر ان کو مردہ تصور کر لیا گیا۔

یہ سب بہت بعد میں ہوا کہ بونے حاصل تیسری ریخ کے مدافعتی قلم و ستم اور
 جلی کے جھنڈے استعمال کر رہا تھا۔ اس کی حکومت کے دور میں اور اس کے احکامات
 کے تحت جلی نے بھی سارن نامی مہلک گیس کے تجربات کئے کہ وہ اسے حیاتیاتی ہتھیار
 کے طور پر استعمال کر سکے۔

آگسٹو بونے نے اٹھارہ سال کی عمر میں چلیں پھیل ٹری کالج میں داخلہ لیا
 ایک فرض شاں مضبوط فوجی امر قرار دیا گیا۔ اپنے شباب میں اس نے لکھا کہ ایک
 فوجی وکیل قاضوں کے پیش نظر زندگی اور زندگی کے ساز و سامان سے محبت نہیں ہوتی
 کیونکہ اس نے یہ انداز فکر قوت اور اقتدار حاصل کرنے کے ساتھ ہی 1973ء میں فوجی
 اور دیگر فوجی قاضوں کی بجائے بڑا بننے کی ہوس اور اپنے ہم وطنوں کو زیر کرنے کی تمنا نے
 اس کو اپنی ریت میں لے لیا۔

1998ء میں بونے برطانیہ میں طالع کے لیے آیا تو اسے گرفتار کر لیا گیا اور
 اسے قانونی کارروائی کے لیے جلی کی حکومت کے سپرد کر دیا گیا۔ نومبر 2000ء میں
 اس نے کہا کہ وہ تمام جرائم جو اس کے کھاتے میں ڈالے جا رہے ہیں ان کے احکامات
 اس نے جاری نہیں کئے۔ وہ جلی ہی میں نظر بند تعلقات بھگت رہا ہے۔



جم جونز

(1931ء تا 1978ء)

”ہم اٹھالی خود کشی میں مرے والے ہیں۔ عزت اور آمد کے ساتھ۔ ایک ہی نے مرنا ہے اگر تم مجھ سے اتنی ہی محبت کرتے ہو جتنی میں تم سے کرتا ہوں تو ہم سب کو مرنا چاہیے۔ دشمنوں کے کہ کوئی باور سے ہمیں ہلاک کر دے۔“

”میں نے اس خیال پر نظر بھی نہیں لاری طور پر میں ایک شیطان سے ہم کلام تھا۔“

جم جونز میں سے جانے والے افراد

جس نے اس میں یہ غیبی کیفیت (جہنمی) ہے جس میں ہمہ جہت اور قوت کے ساتھ یہ خیال ہے کہ ”خود کو“ ”قدر مطلق“ سمجھنے لگا ہے۔ جم جونز پر بھی یہ غیبی ہوا کا اثر تھا۔ آپ کو انسانی شکل میں سکا (میں صید ملام) خیال کرتا تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب اس کے دیوانہ اس کی خاطر موت کو بھی گئے گا نہیں۔ اگر وہ اس کا ہم مدد کرتے تو وہ ان کی جان لینا ”مقدس“ کام سمجھتا۔

جم جونز نے جم پر اس کے معبود فراتے ”عوامی گرجا“ کے ۱۱۳ ممبران تھے جن میں سے ۱۰۰ افراد اور ۲۷۶ بچے تھے۔ ممبران نے ۱۵ نومبر ۱۹۷۸ء کو کی آتما میں نالی خود کشی کی جس کو سردہری سے کسی شراب کے ذریعے ہلاک کر دیا گیا۔ جن لوگوں نے جم جونز کا ہم کرنے سے انکار کیا ان کو با تو کوئی مدد دی گئی یا مگر ہنگ زہر سنا پھڑکا کر ہلاک کیا گیا۔

جم جونز نے اپنے دیوانوں کا عزمیوں کے طور پر کی بجائے ہر طرح صحت سے ایسا نہیں بدلا کہ ان کو یہ یقین دلانے میں کامیاب ہوا کہ خود کشی زندگی کے مرنے کا ایک شریعت اور ہر عزت طریقہ ہے۔ اگر وہ یہ طریقہ اختیار نہ کریں گے تو وہ جہنم کے بچے چڑھ جائیں گے۔ جم جونز کے دشمنوں میں ایک تو امریکی حکومت تھی۔ دوسرے تمام مذاہب تھے اور تیسرے وہ سماجی تنظیمیں تھیں جو ”عوامی گرجا“ نامی تحریک ہی کے خلاف تھیں۔ ان تینوں کے علاوہ ایک اور دشمن گروہ بھی تھا جو جم جونز کے دیوانوں کے شہداء اور عزمیوں پر مشتمل تھا اور وہ اپنے پیادوں کو جم جونز کے سر سے پھانسنے کے لیے ان کو ”عوامی گرجا“ سے علیحدہ ہونے کا مشورہ دیتے رہتے تھے۔

”عوامی گرجے“ کو کھوڑنا بہت مشکل تھا۔ جم جونز و اس کے پیادوں کو جن مسائل کا سامنا کرنا پڑتا وہ یہ تھے کہ جم جونز کے دیوانہ جم جونز کو کھوڑنے والوں کو خدا قرار دیتے تھے۔ خداؤں سے نفرت بھی کرتے۔ بعض خداؤں کے دوست اور کچھ جم جونز کے دشمن بھی تھے۔ ان کا بیٹا ہی دیکھ کر سمجھتا تھا کہ سب سے بڑا مسئلہ جم جونز سے مدد دہانی کا تھا۔ ان کے دیوانہ کمال ہو کر رہ جاتے تھے۔ انہوں نے انسانی شکل میں سکا (جم جونز) کے نام پر اپنی تمام جائیدادیں ادا کرائیں تھیں۔ یہاں تک کہ جم جونز کے پیادوں نے ان کی فراغت میں سے تھا۔

مسی این این کے نمائندے ایمن مان کو اعتماد دیتے ہوئے مشہور ہوئے اور چھوٹے بھولے مذہبی فرقوں کے ماہر جے ولڈ پوسٹ نے بتایا کہ ایسے لوگ جو ان کے بتائے ہوئے مذہبی فرقے میں شامل ہوتے ہیں اپنے لیڈر کے کہنے پر خود بھی میں ذرہ بھر بھی نہیں ہچکچاتے۔

جم جوز نے سولہ سال ہی کی عمر میں تبلیغ کا آغاز کیا۔ وہ ابتداء میں ہمہ گیر انسانی برادری پر یقین رکھتا تھا۔ اس عمر میں بھی جوز اپنے آپ کو لیڈر خیال کرتا تھا اور اگر کوئی اس سے اختلاف کرتا تو اس سے وہ جارحانہ رد عمل کا اظہار کرتا۔ لوجوانی کے عالم ہی میں لونی پھوٹی خودی اور کج ہونے کے فریب میں مبتلا تھا اور اس کیفیت کے خلاف رد عمل کو بخاری تصور کرتا تھا۔ لڑکپن ہی میں وہ ایسی باتیں کرتا جن سے اس کی اُلف نظر اور جوزف شاہن کی زندگیوں سے متاثر ہونے کی نشاندہی ہوتی تھی۔

جوز دوسروں کو اپنا بھوٹا بنانے اور قائل کرنے کے لیے کہتا کہ وہ کینسر کا شکار ہو سکتا ہے۔ اندھے کو بینائی دے سکتا ہے اور مستقبل کے بارے میں پیش گوئی کر سکتا ہے۔ وہ گرجا کے ادنیٰ ملازمین کو جانور اور جمالی سے بھی فائدہ پہنچاتا۔ وہ اپنے ہاتھ استعمال کرتا اور کوئی گاڑی یا کھانا نظر نہ آتا۔ وہ خدائی طاقت کے استعمال سے لوگوں کے اجسام سے اہمار ختم کر دیتا اور مایوس اور نامید مریضوں کو یقین دلاتا کہ ان کا علاج ہو چکا ہے اور وہ شفا پا چکے ہیں۔ یہ اہمار عموماً کسی چڑے کے وہ حصے ہوتے تھے جو کھانے سے پہلے علیحدہ کر کے پیچک دیئے جاتے ہیں۔ ان کو وہ اپنے ہاتھوں میں مسل کر پائین میں پانی کا رنگ خون آمیز کر کے بتاتا کہ اہمار ابھی ابتدائی مرحلے میں تھا۔ یہ فریب معالج آج کل بھی یہ ڈرامے کرتے نظر آتے ہیں۔

1983ء میں جوز کی عمر 32 سال تھی جب اس نے "عوامی گرجا" کی بنیاد رکھی۔ جبکہ وہ عوامی گرجا کا نام 1950ء کے وسط سے استعمال کرتا چلا آیا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ گرجا کی فضیلت کا انتہائی عقیدت سے معترف ہے لہذا اس کے بڑے کاروباری دوستی "جانکادریں" بچتیں اور بائزر وغیرہ اس کے نام غفل کر دیں۔ اس کا یقین تھا کہ کیوزم

جم جوز نے ذریعہ لڑا جا سکتا ہے۔ فرقہ دارانہ خود مختاری سے مراد ہے جو ان کے بتائے ہوئے مرکزی حکومت کے نافذ کیا جائے۔ اپنے مقصد کے لیے وہ اپنے پیروں سے ہر اگراف حوالے کے طور پر استعمال کرتا اور لوگوں کو اکٹھا کرتا۔ وہ اپنی جہان توہیل میں دے دیں۔

جم جوز نے عوامی گرجا میں عبادت گزراہوں کے اجتماع پر مکمل گرفت رکھنا۔ ان کے پیروں کی حوصلہ افزائی کرتا کہ وہ اس کے وضع کردہ قوانین کی خلاف ورزی کی ت۔ پھر انہیں اس کو اپنے بچوں کو پینے کی ترغیب دیتا جو وہ حقیقت ایک عجم ہی ہے۔ جم جوز نے سارے جہلی قیدیوں کی طرح جوز اپنے بڑے دکاؤں کو سزا بھی دیتا اور انہیں پانچ بجے رات کو عوامی گرجا کے جو ممبران کسی اصول کے خلاف پہنچے تو انہیں 4x6 کے صندوق میں بند کیا جاتا اور صندوق کو انتہائی دھچپ میں رکھ دیا جاتا۔ خدی اور اڑیل بچے دن رات کے وقت خند سے بیدار کر دیا جاتا۔ انہیں کھیٹا جاتا اور پھر انہیں کسی غریب نوین میں سزا کے طور پر اٹھا لٹکا دیا جاتا۔ دن رات عوامی گرجا کے گرد و نواح میں جو بچے توڑ ڈھونڈ پتیکروں پر شرکی جاتی۔ یہ مذہبی دیا کاری کی ایک کلاسیکی مثال تھی۔ وہ بتاتا کہ اس کے تمام قوانین سزا میں اور کھد سب کچھ کتاب مقدس یعنی بائبل کے احکامات کے عین مطابق ہیں اور ان سے عوامی گرجا کے تمام بڑے دکاؤں کو روحانی بالیدگی حاصل کرنے میں مدد ملے گی۔

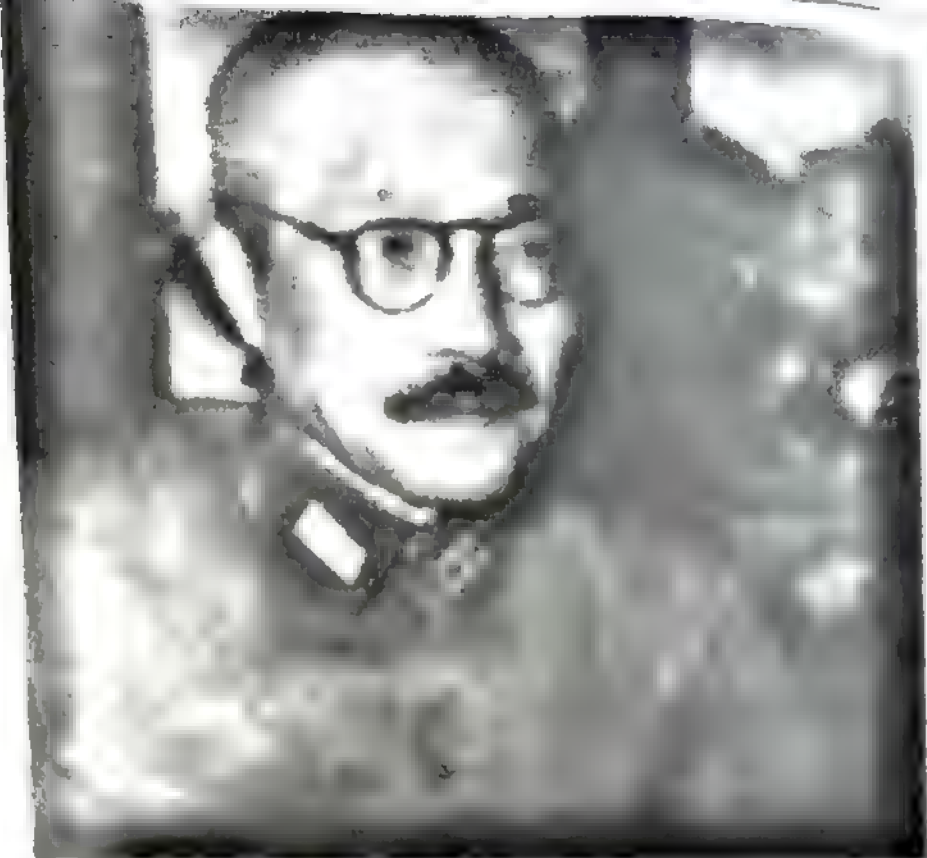
1974ء میں جوز نے گی آنا میں جوز ٹاؤن کے احاطے کی تعمیر شروع کی۔ اس نے اس ٹاؤن کو "جائے امن" سمجھا کیونکہ یہ نہ صرف جدید امریکہ کی لامحدودیت کی برائیوں سے دور تھا بلکہ حکومت اور دیگر گرجا گروں کی جنس نظروں سے بھی اوجھل تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ عوامی گرجا کے ممبران کے عزیز و اقارب اور رشتہ داروں کی تبلیغ سے بھی تھا۔ جوز ٹاؤن کی زرعی جسامت اور ذہنی دلوں لحاظ سے پائیدہاں اور سخت کوشی کی ایک نئی تھی کیونکہ یہ احاطہ ہر طرف سے جنگلوں میں گھرا ہوا تھا۔ وہاں جوز کے بڑے دکاؤں اور ممبران کی آمد و رفت کا انحصار ملازمین یا خود جوز ہی کے ایماء پر ہوتا۔ اس انتہائی اور جنگلی کے باوجود وہاں ضروریات کی جملہ اشیاء موجود تھیں۔ ہر شخص اور ہر چیز پر مکمل نظریہ رکھنا جو ہی کا تھا اس کی تمام مدد کی سزا موت تھی۔ 1978ء میں جوز نے اپنے

جوز ہاؤن کے بارے میں کہا: "ہر ملک کی کیلنس سہاکی ہے اور میں بھی۔"
کوئی بھی اس کو بچا نہیں دکھا سکے گا۔"

جوز کے بی دکاؤں کے رشتہ داروں اور عزیزوں کے اجتماع سے بھی
ایکوں کے جواب میں امریکی نمائندے لیور ہان نے 17 نومبر 1978ء کو یہ
دودھ کیا۔ اگلے روز لیور ہان اس کے ساتھیوں نے ماہی کی فصلی کو گھٹ میں
قائموں نے لیور ہان کو ہمد اس کے چار ساتھیوں کے ہلاک کر دیا گیا۔ وہ جوز نے
احاطے میں باقی رہ جانے والوں کو اپنی خودکشی کا حکم دیا۔ صرف چند لوگ وہاں سے
نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ ان میں سے ایک ایچو لین بھی تھی جو جوز کی بہن تھی
تھی۔ اس نے ہمد میں بتایا کہ جوز اپنی مہلت کے اجتماع میں اپنی خودکشی کی کمان
کیا کرتا تھا۔

خودکشی کرنے والوں میں کی لوگوں کو ساتھ چلے رہا تھا۔ لگا ہوا چل کھل
دیا گیا۔ جوز کے ساتھیوں نے خودکشی سے انکار کرنے والوں کو گولیوں سے اڑا دیا تھا۔
مرنے والوں میں سے آخری فرد تھا۔





ہائی ڈے کی ٹوجو

(1884ء، 1948ء)

”ہم جنگی قیدیوں کے بارے میں اپنا طبع نظر رکھتے ہیں۔ قیدی طبعاً
اس ملک سے توڑا بہت تلف ہے۔ جو یہاں لے آئے۔ جنگی قیدیوں سے
کئے ہیں۔“

ہائی کی ٹوجو

جب فوجی پولیس ہائیڈے کی ٹوجو کو جنگی جرائم اور انسانیت کے خلاف جرائم کی
جسٹس کر رہا کرتے تھے تو اس نے پولیس کو ایک لمحہ انتظار کرنے کو کہا اور پھر اپنی چھاتی

پرتگال خود کشی کی کوشش میں گولی مار لی۔ شاید وہ اس وقت دہلی سے آگیا تھا جو 1937ء سے 1945ء کے عرصہ میں چالیس لاکھ انسانوں کی محاسبات کی وجہ سے اس پر مارا ہوا تھی اور جس کے نتائج بھگتنے کی بجائے اسے موت آسان نظر آتی تھی۔

نیشنل جرمینل نے ٹوچو کے ماتحت جاپانی فوجی دستوں کو "وحشی" قرار دیا تھا۔ بات تو یہ سب پر عیاں ہے کہ ٹوچو نے جنگی قیدیوں پر نہ صرف اپنے فوجی دستوں کو قتل کرنے کی اجازت دی بلکہ ان کی حوصلہ افزائی بھی کی۔

ٹوچو جنگ عظیم دوم کے دوران 1941ء سے لے کر 1944ء تک جاپان کا آمر رہا۔ وہ جاپان کا فوجی آمر اور سیاستدان تھا۔ اس نے نہ صرف عجم جہادی کے بلکہ تہذیب کی معذوریوں دیں اور ایسی کراہت آمیز جرائم کی حوصلہ افزائی کی جن میں بے رحمانہ قتل، زندہ افراد کی چیر چھاڑ، جبر و تشدد، جبری صحت دہیاں اور آدم خوردی وغیرہ شامل تھے۔

جنگ عظیم دوم میں امریکہ کی شمولیت کے بعد امریکہ اور فلپائن کے دستوں نے جزیرہ ملائیشیا جو فلپینز اور جنوبی چین کے سمندر کے درمیان واقع ہے کو بچانے کی ایک ناکام جنگ لڑی۔ جاپانی ہوائی حملوں کی وجہ سے امریکی طیارے غیر کارآمد ہو گئے تھے اور مقابلہ کرنے کے بائبل قابل نہ تھے۔ ساتھ ہی اسلحہ، خوراک اور ادویات کی کمی وجہ سے مشترکہ دستوں کو ہتھیار ڈالنے پڑے۔ جنرل میکارتھر آسٹریلیا فرار ہو گیا، جہاں اس نے اپنی مشہور تقریر "میں ماہیں آؤں گا" کی۔ (میکارٹر نے اپنے کماٹریں جیپ "مدر فرینڈس" ڈیلا نورڈ ویسٹ کے اضکامات کی قیبل میں ٹھکان کو چھوڑا تھا۔ ان تمام وجوہات کی بنا پر ہی امریکہ اور اس کے اتحادی دستوں کو جاپانیوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے۔

ہتھیار ڈالنے کے بعد جاپانیوں امریکن "فلپائن" آسٹریلیا اور برطانوی سپاہیوں کو جاپانی جنگی قیدیوں کے کیمپوں میں لے جایا گیا۔ سپاہیوں کا یہ سزا ایک جیتا جاتا "موت کا سفر" تھا۔ جاپانی سپاہی قیدیوں کی خوراک اور صحت پر پانی کے ساتھ مارتے پٹتے اور ہاتھ دھوئے قیدی سپاہیوں کو روزانہ 75 میل پیدل سفر کراتے۔ قیدیوں میں بہت سے بیمار اور زخمی تھے۔ اگر کوئی قیدی تھک کر یا صدمہ کی وجہ سے زمین پر گر جاتا تو اسے وہیں سب کے سامنے دھکی سے قتل کر دیا جاتا۔ مذکورہ جاپانی اقوام کے تقریباً ایک چار سپاہی روزانہ موت کی آغوش میں چلے جاتے۔ اعلان ہے کہ جب وہ جنگی قیدیوں کے

بہت سی جنگی قیدیوں کے اس پیدل سفر کا عجم اگرچہ ٹوچو نے خود نہیں دیا تھا لیکن اسے اس فوجی سفر کا اور جنگی قیدیوں پر اس سفر کے دوران میں کئے جانے والے جاپانیوں کے عزم کا پورا عزم تھا۔ اس نے نہ تو جنگی قیدیوں کی صحت و صحتی اور بھوک پیاس کا خیال کیا اور نہ ہی اپنے سپاہیوں کو 75 میل روزانہ کے سفر سے منع کیا۔ اس کی دلیل یہ تھی کہ عجم کا پورا عزم اپنے سپاہیوں کے ہاتھ اختیار میں تھے۔ اور یہ اس کا منصب نہیں تھا بلکہ اس کا فرض تھا۔ اپنے ان الفاظ کو اس نے مئی 1942ء میں اپنے ماتحتوں کے کام میں نقل اعمال دیا۔ اپنے ان الفاظ کو اس نے کہا: "ملک کی موجودہ جنگی قیدیوں کے بارے میں بحث کرتے ہوئے بھلائی۔ اس نے کہا: "ملک کی موجودہ صحت حال کسی شخص کو ست اور تھکا رہنے کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ کوئی کام تو نہ کرے جس سے آزادی سے کھانا پھرے۔ جہاں تک جنگی قیدیوں کا معاملہ ہے تو میں چاہوں گا کہ انہیں شدید کاموں میں استعمال کیا جائے۔" ٹوچو کے ان الفاظ کا اس کے ماتحت کماٹریوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ "کام نہیں تو خوراک نہیں" لہذا انہوں نے بیمار اور زخمی قیدیوں سے کہا کہ یا تو کام کرنا یا بھرتم لوگوں کو کوئی خوراک نہیں ملے گی۔ لہذا انہیں خوراک دینا بند کر دی گئی جس کا نتیجہ ان کی موت ہی تھی۔

ان کے اس عزم و عزم کے علاوہ اسی سال ٹوچو نے عجم دیا کہ اتحادی جنگی قیدیوں کو ایک لاکھ سے لے کر ہزار تک 250 میل لمبی ریل بچانے کا کام کریں۔ اس مقصد کے لیے جاپانیوں نے جنگی قیدیوں کی روزانہ کی خوراک میں کچھ کمی کر دی اور ساتھ ہی انہیں ہڈیوں کے کٹڑوں میں رہنے پر مجبور کیا۔ اس کام میں کم از کم چھ ہزار قیدی مر گئے۔ لہذا اس ریلے "لائن کو" موت کی ریل" بھی کہتے ہیں۔ اس وقت ٹوچو نے یہ سوچا بھی نہ تھا کہ جنگی قیدیوں سے وہ جو عزم و عزم کا سلوک کر رہا ہے اس کے بارے میں کبھی عذاب کی بات نہ ہو۔

جاپان کے ہتھیار ڈالنے کے بعد بہت سے خوف زدہ کر دینے والے اعداد و شمار کاظم علی ایسے بہت سے امریکن اور برطانوی جنگی قیدی جنہیں جرمنی اور اٹلی نے گرفتار کیا تھا وہ سب کے سب محفوظ رہے تھے اور وہیں جنگی قیدیوں کی موت کی شرح چار فیصد رہی تھی۔ جب کہ جاپانی قیدیوں کی موت کی شرح ساٹھ فیصد تھی۔ موت کے اسباب

میں بیماری، خوراک کی کمی اور موت کی سزا وغیرہ شامل تھی۔

1990ء میں ٹوجو کی پوتی نے اپنے دادا کی پادشاہتوں پر مشتمل ایک سب سے زیادہ کی جس میں اس نے اپنے دادا کا تاریخی تصور پیش کرتے ہوئے اسے ایک محبت والی عظیم کیا۔ اس نے لکھا کہ اس کے دادا نے جنگ کے دوران میں جو کچھ بھی کیا اس نے وہاں سے کیا۔ یہ بھی لکھا کہ اس کا دادا جارج نہیں تھا بلکہ مجبور تھا۔ مقدمہ بننے والے جنگی جرائم نے ماضی میں ٹوجو کا یہ موقف رد کر دیا تھا اور ٹوجو کو سزائے موت دی۔ اسے اپنے جنگی جرائم کی پاداش میں ٹوجو کے حکم پر عمل کرتے ہوئے چھاپسی پر لٹکا دیا گیا۔

جاپانی لوگوں نے نو جو کی پوتی کے جذبات اور عیانت کو قبول کیا ہے یا نہیں
لیکن حقیقت یہ ہے کہ نو جو کے نرے جرائم جنگی ریکارڈ کا ایک حصہ ہیں اور ان کو کبھی
موتیمن نے دستِ قصور نہیں کیا۔



البرٹش

”ہر کلین کی بُری خونخوار روح“

(1936t, 1870)

”میں انہیں گھر کہیں گا کہ وہ صحت سے بہتر ہونے کے متعلق اپنے غلط
 کاوشات کھائیں، اپنی غلطیوں کا کوشش کھائیں۔ یہ ہر ایک کا کوشش
 کھائیں۔ بلکہ اپنے ساتھیوں کا بھی۔ یہ جب ان کے دشمنوں کو اپنی
 جانیں بچانے میں مصروف کر دیں گے تو ان کی زندگیوں میں ان کے کسی بھی
 نفع دہی کی۔“

طبرستان کا پہلا باغیچہ

"یہ کس قدر بھان خیر ہوگا کہ اگر میں بجلی کی کڑی پر بیٹھ کر مر جاؤں۔ یہ ایک بہت ہی دل میں اتر جانے والی بات ہوگی جس سے میں آشنا نہیں۔"

البرٹ فٹش

برائی کی وہ بدترین مثالیں جرائم کی وہ دھندلیاں ہیں جو بڑی بے پرواہی کے انداز میں البرٹ فٹش نے پولیس کو بتائیں۔ بجلی یہ کہ اس نے کس طرح چار سالہ بلی گیلو کو جان سے لیا، اس کے گھڑے کئے، پکایا اور کھایا۔ دوسری یہ کہ اس نے اسی طرح پکا کر کھانے والی بارہ سالہ لڑکی کی ماں کو اس کی بیٹی کی موت سے حلقہ وصل کھلا۔

البرٹ فٹش اپنے جسم میں ناگوں کے دو مہان ہجلی سون والی جگہ فوٹوں کے دو مہان سونیاں چھو کر لطف اندوز ہوتا تھا۔ وہ اپنے ہاتھوں کے نیچے بھی سونیاں چھوتا اور یہ تکمیل وہ اپنے بچوں کو دکھاتا۔ جب اسے بجلی کی کڑی پر بٹھا کر سزائے موت دی گئی تو بجلی دفعہ بین دہانے پر اس کے جسم میں فوادی سونیاں گڑی ہونے کی وجہ سے کڑی کی کارکردگی کا سارا سلسلہ ہی منقطع ہو گیا لہذا اسے دوبارہ جھکا دیا جاتا۔

البرٹ فٹش ماہ جن جن ڈی سی میں 1870ء میں پیدا ہوا اس نے اپنے بچپن کا زیادہ زیادہ تر ایک تنہا خانے میں گزارا۔ البرٹ فٹش کو چھانے والوں کی اکثریت یہ بتاتی ہے کہ وہ ایک خاموش طبع اور اچھا سنی تھا اور اپنے چھ بچوں کا فطرتی باپ تھا۔ اس نے 28 سال کی عمر میں شادی کی اور اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا تھا لیکن جب اس کی عمر 47 سال ہوئی تو وہ اس کو چھوڑ گئی۔ یہ وہ وقت تھا جب البرٹ فٹش نے اچھائی گندی اور فحش حرکات جو قانون کی نظر میں جرم تھیں، کرنا شروع کر دیے۔

1928ء میں ملازمت کے حوالی ایک چندہ ستر سال کے لڑکے ایڈولف ہٹلر نے کسی اشرار کے مخصوص کالوں میں چھوٹا سا اشتہار دیا۔ البرٹ فٹش نے جس کی عمر اس وقت اٹھاون برس تھی اشتہار کا جواب دیتے ہوئے لڑکے کو اس کے والدین کو بتایا کہ وہ لایک آئی لینڈ میں ایڈولف ہٹلر کو اپنے قلم پر ملازمت دے سکتا ہے۔ اس نے لڑکے کو جیل دینے کے لیے ایک ایسے بڑے دھماکا کر دیا کہ ہٹلر کا کیا جس کو امریکی قوت کی مدد کی ضرورت تھی۔ لڑکا البرٹ فٹش سے اس قدر متاثر ہوا تھا کہ اس پر ہٹلر کو دیا گیا وہ قلم پر کسی جسم کی

حالت میں تھی۔ ہٹلر کی متاثر کن گفتگو سے تھوڑے ہی عرصے میں اس نے ایڈولف ہٹلر کی پہلی بین وائر کریب۔ ذیل میں وہ خط درج کیا جا رہا ہے جو انہما کے بعد البرٹ فٹش نے اس کی ماں کو لکھا۔ آپ اس خط کو پڑھیں لیکن خبردار رہیں کہ یہ حساس یا ضعیف الاعتقادوں کے لیے تکلیف دہ ہو سکتا ہے۔

اس نے لکھا۔

مائی اے سزبہ

1894ء میں میرے ایک دوست کیپٹن جوہن ڈیویس نے بہاپ سے اپنے والے جہاز لکھنا پر عرش کے گمران کی حیثیت سے سان فرانسسکو سے ہانگ کانگ (چین) تک کا بحری سفر کیا۔ ہانگ کانگ پہنچ کر میرا دوست اور اس کے دو ساتھی ساحل پر گئے جہاں انہوں نے بے لوثی کی۔ جب وہ واپس آئے تو جب تک جہاز چاچکا تھا۔

اس وقت چین میں قتل چڑا ہوا تھا۔ کسی بھی جسم کا گوشت ایک وار سے لے کر تین وار تک فی پاؤں کے حساب سے ملتا تھا۔ مصیبت اور بھیدی کا یہ عالم تھا کہ اچھائی غریب لوگ اپنے 12 سال سے کم عمر بچوں کو قصاصوں کے ہاتھ چھ دیتے تھے کہ بالغ افراد زندہ نہ نکل سکیں۔ قصاص ان بچوں کو ذبح کر کے ان کا گوشت چھ دیتے تھے۔ گلی میں چلتے پھرتے تیرہ چودہ برس کے لڑکی، لڑکے بھی محفوظ نہ تھے۔ آپ کسی بھی مکان پر جا کر انسانی گوشت کے پھندے چاہتے ہیں تو مائل کر سکتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ بھی ہوتا کہ کسی لڑکے یا لڑکی کا پچھا دھڑکا پک کے سامنے رکھ دیا جاتا اور جو حصہ وہ پسند کرتا وہ حصہ کٹ کر اسے قول کر دے دیا جاتا۔ پشت کا گوشت "ویل" کے گوشت کی طرح نرم اور بلیر ہڈی کے ہونے کی وجہ سے زیادہ قیمت پاتا۔

میرا دوست جوہن ڈیویس وہاں اتنا غصہ رہا کہ اسے انسانی گوشت

کھانے کی چاٹ لگ گئی۔ جب وہ واپس نئے پارک واپس آیا تو سات اور گیارہ سالہ دو لڑکوں کو خواہ کر کے اپنے گھر لے گیا۔ وہیں ان کے کپڑے اتارے اور ان کو ایک کٹھڑی میں بند کر دیا۔ اس نے ان کے کپڑے وغیرہ جلا دیئے۔ وہ روزانہ ان لڑکوں کے نکلے ہاتھوں پر چابک کی ضربیں لگاتا تاکہ ان کا گوشت اچھا اور نرم ہو جائے۔

اس نے پہلے گیارہ سالہ لڑکے کو جان سے مارا کیونکہ اس کی پشت بھاری تھی اور کافی گوشت اٹھائے ہوئے تھی۔ سوائے سر کے اس کا سارا جسم آہستہ آہستہ کر کے جوہن نے کھایا۔ کبھی اس نے اس لڑکے کے گوشت کو اٹھایا، کبھی بھونیا، کبھی کٹکوں پر بیٹھا، کبھی کھاب بنائے اور کبھی قیسے بنا کر اپنی انسانی گوشت کھانے کی اشتہا بھائی۔ دوسرے لڑکے کے ساتھ بھی اس نے یہی کچھ کیا۔ میں ان دونوں 400 ای کی نمبر 100 میں اپنے دوست کے قریب مانی طرف رہتا تھا۔ ان دنوں میں وہ مجھے جب بھی ملتا مجھے یہ بتاتا کہ جتنا حیرانہ انسانی گوشت ہے اور کوئی گوشت نہیں ہے۔ لہذا آہستہ آہستہ میرے اندر بھی انسانی گوشت کھانے کی خواہش شدید ہوتی گئی۔

میں نے اتوار 3 جولائی 1928ء کو 406 ڈبلیو کی نمبر 18 میں آپ سے ملاقات کی۔ میں آپ کے لیے سڑاہری اور خیر لایا تھا۔ ہم نے دیکھ کر کھانا اٹھا کھایا۔ گریس میری گھٹی میں بیٹھی اور اس نے مجھے چوما بھی۔ بس میں نے اسی وقت اسے کھانے کا ارادہ کر لیا تھا۔

میں نے اسے ایک دھت پر لے جانے کا اہتمام کیا تو تم نے اسے جانے کی اجازت دے دی۔ میں اسے ویت پیو کے ایک خلی مکان میں لے گیا۔ میں نے یہ مکان پہلے ہی اس مقصد کے لیے جن رکھا تھا۔ جب ہم اس مکان پر پہنچے تو میں نے اسے باہر کھڑا

میں نے اسے جنگل پہنچا دیا۔ میں نے اسے لے گیا کہ اگر میں کپڑے پہنے رہتا تو اس کا سارا خون میرے کپڑوں پر لگ جاتا۔ پہلی تیرائی کے بعد میں نے کھڑکی سے گریس کو اوپر بلا دیا۔ اس کو اوپر جانے کے بعد میں خود ایک آڑ میں چھپ گیا اس کے کمرے میں پہنچے ہی میں آڑ سے باہر نکلا تو مجھے مریاں حالت میں دیکھ کر وہ چلائی اور بیز میں کی سمت بھاگی۔ میں نے اسے پکڑا تو اس نے کہا کہ وہ سب کچھ اپنی ماما کو بتائے گی۔

مجھے تو گریس لگاتی 'ہاتھوں سے کر دیتی اور ماموں سے کاپی رہی تین میں نے گارنٹ کر اسے ہلاک کر دیا۔ پھر میں نے اس کے ہونے پھرنے کو لے کر اسے تاکہ میں اس کا گوشت اپنے کمرے میں لے جا سکوں۔ اسے پا کر کھا سکوں۔ میں نے اس کی نرم اور نرم سے بھری پشت کو مصالحہ وغیرہ لگا کر (بہتی چولے) دونوں میں رکھا۔ اس کا پورا جسم کھانے میں مجھے 9 دن لگے۔ میں نے اس سے کوئی اخلاقی زیادتی نہیں کی اگرچہ میں کر سکتا تھا۔ وہ ایک دشمنہ کی حیثیت سے اس دنیا سے رخصت ہوئی۔

میں نے 'ڈبلیو کی نمبر 18' کا پہلا وفد بھیجا۔ ایک سال پہلے وہ ایک چار سالہ بچے کو لے آئی خواہ کر کے ہلاک کر چکا تھا۔ جب اسے گرفتار کیا گیا تو اس نے کافی پس و پیش کے بعد سب کچھ پولیس کو بتا دیا۔ تاہم وہیں میں اس کی وہی پراگندگی پر مبنی اس کا بیان سن رہا تھا کہ اس نے ملی گھنے کے ساتھ کیا کیا۔ خیر وہ یہ کہ یہ جان بھی دیا کہ اسے جہاں اس کا گھر گریس کی ماں کے نام تھا۔ اس نے بتایا کہ:

میں اسے رگڑا ہونے میں کھڑا کرکٹ کھیلنے والے علاقے میں لے گیا۔ وہیں ایک اکیلا مکان ہے جو اس جگہ سے دور تھا جہاں میں اسے لے گیا تھا۔ میں نے بچے کا لباس اتارا اور اس کے ہاتھ اور پاؤں ہاتھ دیکھے۔ چپے چلائے اور سانس لینے سے روکے کے

لے میں نے کوزا کرکٹ کے ڈمیر سے اٹھایا ہوا ایک گندہ پتھر
 اس کے منہ میں ٹھونس دیا۔ اس کے جوتے وہ ایک کوزا کرکٹ کی
 ڈمیر میں دبائے اور اس کے کپڑوں کو جلا دیا۔ پھر میں نے وہی
 سے لڑائی نمبر 59 پر سڑکیا۔ اس وقت صبح کے دو بج رہے تھے۔ لڑائی
 سے اتر کر میں پیدل اپنے گھر پہنچا۔

اگلے دن تقریباً دو بجے شام میں نے اپنے ہتھیار سنبھالے اور اسی
 مکان میں پہنچ گیا۔ میں نے اپنی جلی کے آٹھ لٹری کے گھوٹے سے
 جلی گھسنے کی جگہ پر پھر کی طرح اتنی ضربیں لگائیں کہ جلد پھٹ
 گئی اور خون بہہ کر اس کی ہڈیوں سے 100 ما پائوں تک جا پہنچا۔
 میں نے اس کی ہاک اور کانوں کو کاٹا اور ہڈیوں کے گوشوں سے
 اس کے رخساروں کو کانوں تک کاٹ دیا۔ اس کی آنکھیں باہر کو اٹل
 آئیں اور وہ سر گیا۔ میں نے اس کی جھک کو چاقو سے جڑا اور اس
 کے جسم پر منہ رکھ کر اس کا خون پیا۔

میں نے چار پرانے آلٹوں کے قیلے لیے اور پتھروں کا ایک ڈمیر
 اکٹھا کیا پھر میں نے اس کے گھوٹے کے۔ میرے پاس ایک سوٹ
 کہیں کی آٹلی دتی بریک (رنگ) تھی۔ میں اس کی ہاک کان اور
 چند گھوٹے اس کے جھک میں رکھے اور وہ سے اس کے جھک کے
 چاک پر دتی رنگ لگا دی۔ اس کا سر اچھ پائوں ہڈیوں اور گھنٹی کو
 بھی قیلوں میں رکھا۔ قیلوں کو میں نے سحر کے سال کی طرف
 جانے والی سڑک کے ساتھ پتے سے لگا دیا اور ہڈیوں میں کچھ
 قاسلہ پر رکھ کر چار ہڈیوں میں پیچک دیا جبکہ میں نے اس کے
 جسم کے سامنے اور جلی حصوں کا گوشت جو مجھے پسند تھا اپنے لیے
 رکھ لیا۔ میں نے اس گوشت کو اٹھان میں رکھ کر بھنا اور کھایا۔ جبکہ
 میں نے اس کے ہاک کان اور جھک وغیرہ کو دم پخت کیا۔ دم پخت
 کرنے سے پہلے میں ان میں عسل کا بری 'ظلم' اٹھان اور رنگ

مرحہ نکالیں بھولا۔
 (اگلے دن میں اسی طرح بچے کے اجڑا کو پھالنے اور کھانے کی ناگہر تفصیل
 سے حرم نے تقریباً کر دی ہے) اس کے جسم کے جن اعضا کو وہ نہ کھا سکا ان کو
 تانے ہاتھ میں پیچک دیا۔
 لہرتش پر تقریباً ایک سو سے زائد بچوں سے لپٹائی کرنے کے اہمات تھے
 اور تقریباً ایک سو جن بچوں کو جان سے مارنے کے شبہات بھی تھے۔ حالت نے اس کے
 مارنے کے لیے قانونی مشیر مقرر کئے جنہوں نے قہارت و ہتھکڑی سے لہرتش کو پاگل
 لڑائی کی نکالت کی۔ جیہڑی نے بھی اس کے حق میں ماننے دی لیکن گریس بڑے
 جوتے سے وہ کچھ نہ کر سکے اسے موت کی سزا ہوئی اور 1936ء میں اسے پھانسی کر دی گئی
 جان کر دیا گیا۔



31



پیڈرو آرماندو لوپیز

(اینڈیز کا راکشس)

(1951)

”میں اس صدی کا آدمی ہوں کوئی مجھے نہیں پہچانے گا۔“

پیشہ ورانہ تعلیم کا دوری ۱۹۹۹ء میں

مستعمل انجرامہ کو اعتراض

پڑو آرماء و وزیران سلطۃ ایتھوپیا کے راکھس نے کم از کم ستائیس
 بچوں سے عمرمانہ دریافت کی اور انہیں بھر اٹھیں گل کیا۔ یہ بھی یقین سے کہا جاتا ہے کہ اس

127
 اس نے اپنی یہ خوفناک مہماتیں
 سے مرگیا تھا۔ اس نے قتل کئے۔ اس نے قتل کئے۔

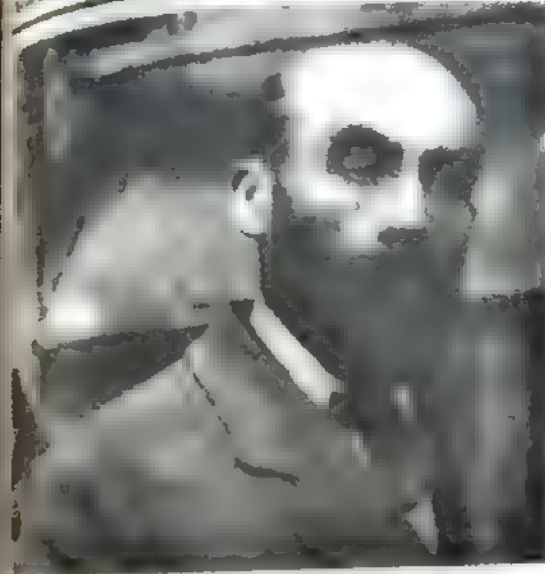
[illegible]

جب ویز آٹھ سال کی عمر میں تھا اور انکو ملازمہ میں رہتا تھا (وہ کولمبیا کی ایک
ملازمہ بنی تھا۔ اس ملازمہ کے حیرہ بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں) تو جب علی وہ
جنگ بومرگومنی نویت کی تکلیف میں جلا کرتا ہوا پلا گیا۔ اس کی ماں نے اسے گھر
میں لایا اور اسے کہہ کہ وہ خود کمانے اور کھائے۔ گھروں میں آجائے گھومتے ہوئے لوجیز
میں دوش کے چے چہ گیا جو اس کے ساتھ عکاف وضع فطری فعل بھی کرتا رہا اور عدا
ت کا کہنا۔

اس بچہ پر بد ساش سے لویز نے راج فرما اختیار کی اور اگلے دس سال وہ کولمبیا
یونیورسٹی میں صرف اس قدر کام کرتا کہ وہ اپنی بھوک مٹا سکے۔ اس دوران اکثر اس سے
ملاقاتیں ہوتی رہی۔ کبھی وہ ہم جنس پرستوں کے ہاتھوں میں جاتا اور کبھی وہ خود ہم جنس
پرست بن جاتا۔ جب اس کی عمر اٹھارہ سال تھی تو اسے کار چوری کے الزام میں جیل کی
جسٹس جیل کے ماحول نے اسے قائل بنا دیا۔ یہ اس لیے ہوا کہ جب وہ جیل میں آیا
تو پورے قیدیوں نے ہنسی سمجھ کر کہا۔ اس نے کہیں سے ایک فٹاری چاقو حاصل کیا اور
پہلے ہمارے قیدیوں سے عین کو اس نے چاقوی سے ہلاک کر ڈالا۔

جب لکھنؤ چلے رہا تھا تو اس سے پہلے جہانم یعنی عثمانیوں سے زبردستی
میں قتل و غارت گری شروع کر دی تھی۔ 1900ء میں جب وہ انکھلاو
میں تھیں تو انھوں نے اس سے ملاقات کی جو 12 جنوری 1900ء
کو لکھنؤ میں شائع ہوئی جس میں اس نے اپنی تحریروں "کلیک" کا ذکر کیا۔

32



ہنری ڈیج انٹرے لائڈرو

(حقیقی طور پر بہت سی بیویوں کا شوہر)

(1869ء تا 1922ء)

"لائڈرو" وہ بچوں کے ساتھ "مرہہ" میں "محول آمان" محبت کرنے والا
 "محبوب" معاشرے میں اچھا مقام رکھنے والا "شادی کے بعد سے وہاں سے
 ملاقات کرنے کا خواہشمند ہے۔"

ہنری لائڈرو کی طرف سے
 ہنری لائڈرو کے شادی

میں ہنری ڈیج انٹرے لاف کو کہتے ہیں جو ایک کے بعد دوسری بیوی کرتا ہے اور ہر
 بیوی کو ہلاک کرتا ہے۔ یہ "نئی دلاڑی دلا" 1887ء میں فرانس کے ایک
 چارلس ڈول سے لائڈرو "لابارٹی بیو" کے کردار کی وجہ سے انگریزی زبان کا حصہ بن
 گیا۔ کارٹونی کردار ایک امیر لیکن انتہائی بد فعل شخص نئی دلاڑی دلا ہے اور جو ساتھ
 محقق سے شادی کرتا ہے اور اپنی دولت کی وجہ سے ہر ایک کی بیوی کی بیوی خواہش
 کی بیوی کرتا ہے لیکن ان سب کو مارتا ہے کہ وہ اس کے قلعے میں داخلے کا کلاں کلاں
 مارتا ہرگز نہ کھولیں۔

نئی دلاڑی دلا نے اپنی آٹھویں بیوی کو بھی مارتا کیا کہ وہ قلعے میں نہیں بھی
 آجائے ہے اور ہر وہ کام حسب خواہش کر سکتی ہے لیکن وہ خانے میں کلاں کمرے کا
 مارتا نہیں کھول سکتی۔ اس کی اطاعت کا امتحان لینے کے لیے اس نے اس ممنوعہ کمرے کی
 پہلے کے ساتھ ہتی گمر کی چابیاں بھی لے دے دیں اور خود کاروباری سفر پر روانہ ہو گیا۔
 اس کی غیر ماضی میں اس کی آٹھویں بیوی نے اس کی حکم بدلی کرتے ہوئے ممنوعہ
 کمرے کا دروازہ کھولا۔ جو کچھ اس نے کمرے میں دیکھا اس سے اس کے اوسان خطا
 ہو گئے۔ وہیں نئی دلاڑی دلا کی پہلی بیوی کی خون آلود لاشیں دیواروں کے ساتھ
 لٹ رہی تھیں جبکہ کمرے کا فرش بے ہوئے خون سے لچکا ہوا تھا۔
 بیوی کو سب کچھ دیکھ کر یہ سمجھے میں دہر نہیں لگی کہ اس کا اہم بھی پہلی ساتوں
 بیویں جیسا ہی ہوگا۔

نئی دلاڑی دلا اپنے کاروباری سفر سے جلد ہی واپس آ گیا اور اس نے آٹھ
 کی چابیاں طلب کیں۔ ممنوعہ کمرے کی چابی کو خون آلود پا کر وہ کچھ گیا کہ اس کی بیوی نے
 ممنوعہ کمرے کا دروازہ کھولا تھا۔ خوف کے بارے چابی اس کے ہاتھ سے گر گئی تھی اور
 صاف کرنے کے بارے اس پر خون نہ گیا ہے۔ وہ اصل حقیقت جان کر غصے میں آ گیا اور
 اس نے بتایا کہ اس کی بیوی نے اس سے آٹھویں بیوی کو بھی مارتا ہوگا۔ وہ مرنے کے
 لیے چار ہو گئی لیکن اس نے اپنے شوہر سے چند صحت سوت سے پہلے عہدت کرنے کے
 لیے طلب کیے۔ شوہر نے اس کو کچھ مدت دیا تو اسی دوران اس کی بیوی کے وہ بھائی اور
 کے لیے آچھے۔

ہنری اچ ان کے لاف

یہی کے بھائی میں اس وقت گھڑوں پر وہاں پہنچے جب نیلی دارمی والے نے اپنی بیوی کا سرتن سے جدا کرنے کے لیے لوکا باندھ ہی کیا تھا۔ بیوی کا ایک بھائی فوج میں درکن (ساتھوں اور آٹھویں صدی میں برطانوی فوج میں بھاری بھر کم اس طرح کے فوجی کو درکن کہتے تھے) تھا جبکہ دوسرا بندھ گئی تھا۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ دشمن کس طرح ناپود کیا جاتا ہے لہذا نیلی دارمی والا اپنے بچاؤ کے لیے بھاگنے کے باوجود اس سے اپنی جان نہ بچا سکا۔ نتیجتاً نیلی دارمی والے کی ساری جائیداد اس کی بیوی اور بھائیوں کے حصے میں آئی اور بقیہ زندگی انہوں نے ملی خوشی گزار دی۔

ہنری لاٹرو 1869ء میں فرانس میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ ایک لوہار تھا جبکہ اس کی ماں ایک گھریلو عورت تھی۔ لوجان ہنری کیتھولک سکول میں تعلیم حاصل کرتا رہا اور اس نے صدقات و خیرات کا حساب کتاب رکھنے میں سند حاصل کی۔ وہ مکمل اکیس سال کی عمر میں داخل ہوا اور اٹھارہ سال کی عمر میں وہ فرانسیسی فوج کے ایک مخصوص کام کے دستے میں شامل ہوا۔ اکیس سال کی عمر میں وہ وہاں سے بطور سارجنٹ فارغ ہوا۔ اسی سال اس نے اپنی ایک کزن کو دغا لایا جس کے نتیجے میں وہ ایک بچے کی ماں بن گئی۔ لیکن لاٹرو نے اس سے شادی نہیں کی۔ چھ سال کی عمر میں اس نے اپنی فوج کی کوریڈر ماسٹر سے شادی کر لی۔

لاٹرو ٹھیکے دار کا تھا۔ وہ سر سے گنجا اور کھلی دارمی رکھتا تھا جبکہ اس کی اہلیہ بھی اور بے ترتیب تھیں۔ وہ انہیں آرامتہ بھی نہیں کرتا تھا لیکن پھر بھی اس میں کوئی نہ کوئی لہجی بات تھی کہ عورتیں اس سے مرعوب ہوتے بغیر نہ رہ سکتی تھیں۔ وہ اتنی شستہ اور شائستہ محکمہ کرتا کہ وہ اکیلی بیوہ خواتین کو چھری ہاتھوں سے اپنا گروہ کر لیتا۔ وہ اختلاط بھرمانہ کے علاوہ اپنی ملکیتیں اور سرمایہ بھی اسے دینے پر رضامند ہو جاتیں۔

لاٹرو بہ اختلاق اور بے ضمیر شخص تھا۔ وہ مسلسل بھانوس کو دھوکہ دیتا رہا۔ ان کی زندگی بھر کی بچیس ان سے لے لیتا اور پھر ان سے قطع تعلق کر لیتا۔ ان مردانوں کی وجہ سے وہ کئی مرتبہ جیل بھی گیا۔ وہ ان جرائم کا اس قدر عادی ہو چکا تھا کہ اس کے آہن گہ باپ نے بچے کی طرف سے مسلسل دہائی کھلتے دینے کی وجہ سے خودکشی کر لی۔ جو سکا ہے کہ لاٹرو اگر شرم و حیا کرتا اور غریب کاری اور پھر ہڈی سے تپ

ہنری اچ ان کے لاف

ہنری اچ ان کے لاف میں وہ چودہویں صدی کے بار بار جیل جانے والے شخص کی حیثیت سے جیل جاتے ہیں اس نے تو ایک نئی تاریخ لکھی۔ ہنری اچ اور مسلسل قتلوں کی فرانسیسی جیلوں کے ہاتھوں مرنے والی خواتین کی تعداد اس نیلی دارمی والے قاتل سے زیادہ تھی جس کے ہاتھ پر اسے نیلی دارمی والا کہا جاتا تھا۔ اس افسانوی نیلی دارمی والے نے تو سات عورتوں کو قتل کیا تھا لیکن نیلی دارمی والے لاٹرو نے اس عورتوں کے علاوہ ایک عورت کے بچے کو بھی قتل کیا۔ اسے گیارہ قتلوں کی پاداش میں موت کی سزا ہوئی اور ملکب فرانس کی شہرت یافتہ "مس گولمین" نے اس کا سرتن سے جدا کیا۔

لاٹرو بطور کسی تاسف یا افسوس کے قتل کرتا اور اس کے اس انتہائی اقدام کی وجہ سے وہی تھیں۔ ایک تو وہ قتل دولت کی لالچ میں کرتا اور دوسرے کسی شور و غوغا جانے والی عورت کے شور و غوغا کو ختم کرنے کے لیے۔ صرف ایک عورت کو اس نے ان دو دولت کی تار پل کیا۔

وہ اپنے فکر کی تلاش مخصوص عین سطروں کے اشتہارات کے ذریعے کرتا اور ہر شہر کے حجاب میں اسے کوئی نہ کوئی بیوہ مل ہی جاتی۔ کبھی تو وہ ایسے ہی بیوہ سے نکلتا کام کر لیتا اور کبھی شادی بھی کر لیتا۔ پھر وہ ہمارے طور پر اپنی ملکیتیں اور سرمایہ اسے دے کر قابو ہو جاتیں۔ (دلچسپ بات یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک کامداری ٹیم نے اس کا زانچہ چار کیا اور اس کے واسطے میں لاٹرو کے کھاتے میں اسوات یا تھوڑے بہتے "سٹارڈ سردمری" چہ کن تو لائیاں اور سنگولی لکھی۔) وہ اس حد تک اپنے گروہ و حجب سے غمگین تھا کہ اس نے اپنے گھر میں عورتوں کی باقیات کو جلانے کے لیے ایک بڑی مٹی کے تیل کی آگینس لگائی۔ اس کی پانچاشتوں والی ایک کتاب بھی پولیس کے ہاتھ گئی۔

لاٹرو کا مقدمہ نومبر 1912ء میں شروع ہوا اور ایک ماہ چل رہا۔ دو ماہ بعد لاٹرو کا مذہبی عدالت سے طے ہوا کہ اسے پانچ سو سالہ سزا دی جائے گی۔ یہ بھی یقین تھا کہ اسے جیلوں کی جسمانی شہادت دینے کی وجہ سے بھی سزا نہیں ملے گی۔ تاہم جیسی نے وہ کھیلے کی بحث اور غور و خوض کے بعد اسے گیارہ ہاتھوں کا قاتل قرار دیا اور اسے موت کی سزا سنائی گئی۔

بھری اچ ان کے اطمینان

اسے موت کی سزا دینے سے پہلے برطانوی کا جو گواہ پیش کیا گیا اس نے اپنے
 چہرے اور کوئی آخری بیان دینے سے بھی انکار کر دیا۔ اس نے اپنے احوال پر غامت کا
 اظہار بھی نہیں کیا۔

سزائے موت پر معلقہ آمد سے پہلے اس نے اپنے وکیل کو کچھ فی ہمسے بھی
 دیئے۔ ان فن پاروں میں سے ایک کی پشت پر لاطین نے اپنے جرائم کا ”مقبلی بیان“
 لکھا تھا لیکن مجرم کی موت کے بعد چھیالیس سال تک اس تحریر کا علم ہی نہیں ہو سکا۔ اس
 نے لکھا تھا: ”میں نے یہ سب کچھ کیا اور ان کے مردہ اجسام کو میں نے اپنے گھر میں
 باورچی خانے کی آگ میں جلا دیا۔“

☆

33



ہرین ویسٹر موجیٹ

اچ۔ اچ۔ ہوسر

(1861ء تا 1896ء)

”میں نے یہ جرم بھی اپنے دیگر جرائم کی طرح اپنے ہی انسانوں کو جان سے
 مار دینے سے قبل ان کو رجم کی دغا میں کرتے ہوئے بلوائے ان کے چہرے
 کھائے اور جانے کی آواز میں سن کر لذت حاصل کرنے کے لیے کہا۔“

اچ۔ اچ۔ ہوسر

میں اپنے ساتھ وہاں کو لے کر گیا اور میں اس حکمت کو نہیں بھلا سکتا

کے جس طرح کئی شاعر اپنے ہزاروں کلم کے بغیر نہیں دیکھ سکتے ہیں اس طرح
کا قلم ہوں۔ جب میں عداوت "تمہاری" میں باپ کی طرح ہوں
کلمات کرنے کے لیے اس ہزار کے قریب کھڑی تھی جس پر میری ہمت
موری تھی۔ جب سے اب تک میں اس عداوت کے خدشات کی جیم اپنے
وجود میں کر رہا ہوں۔

نکاح

ہرمین دوسٹر موبیٹ رہا سہاے حمہ امریکہ کا پیدائش قاضی جس نے
ساجھ قتل کرنے والا قاتل خیال کیا جاتا ہے۔ امریکہ کے باقی بھی جھوٹا دھوکہ
اس وقت امریکہ میں دہشت انگیز جرائم کر رہا تھا جب تک وہ اپنے لڑکوں کو
کر دکھا تھا۔

جہاں تک ہرمین دوسٹر کے ذاتی تشخص اور اطوار کا تعلق تھا تو وہ عقلی لحاظ سے
استدلال سے کچھ سے کچھ کر سیتے "وہ" ذہن اور ہر دل میں گھر کر لینے والا تھا۔ وہ
ان خواتین کو سنگدلی سے پیچڑوں سانہ لوح خواتین پر استعمال کرتا کہ اس کے جنابت
تسکین اس کی خواہشات کے مطابق کریں۔ اس کو اپنی بیوہ پالیسی "بیک کے حسب
سکھاب" زمین کے کاغذات اور اپنے وصیت نامے تک سہا کر دیتی۔

ہرمین دوسٹر کی زبان شہادت اس کے مرنے نام انگ۔ انگ۔ ہجر سے ہے
جرائم کی اقسام بیان کرنے کے لیے کی سال سے مشہور معاشروں میں معاشی اصلاح
خاص طور پر لکھا جا رہا تھا کیونکہ اس میں غم کے چلن اور اصلاحی طریقہ خیال کے جانے
ہیں۔ ہرمین دوسٹر کے پندرہ خدو خال بھی ایسے ہی دھوکہ دیتے والے تھے جو امریکہ کی
اس مہربان کے اصل چہرے اور اس کی کڑواؤں کی پند پائی کرتے تھے۔

ہرمین دوسٹر شہداء کے ایک قصبہ جہان جون میں 1881ء میں پیدا ہوا اس کا
باپ ایک بے لگام ہڈیاں قاضی تھا جو اسے سوچ سوچ بیٹا اور ہر وقت گالی گوج کا
بتائے رکھتا۔ گروہوں کے بچے بھی ہرمین کو پند نہیں کرتے تھے اور جب سوچ دتا اس کی
لوٹائی کر دیتے۔

ہرمین دوسٹر - جیسا کہ ہم نے پہلے ہی میں اس نے بہت سے ذمہ داریوں پر اپنی
جیسا کہ ہم نے پہلے ہی میں اس نے بہت سے ذمہ داریوں پر اپنی
جیسا کہ ہم نے پہلے ہی میں اس نے بہت سے ذمہ داریوں پر اپنی
جیسا کہ ہم نے پہلے ہی میں اس نے بہت سے ذمہ داریوں پر اپنی
جیسا کہ ہم نے پہلے ہی میں اس نے بہت سے ذمہ داریوں پر اپنی
جیسا کہ ہم نے پہلے ہی میں اس نے بہت سے ذمہ داریوں پر اپنی
جیسا کہ ہم نے پہلے ہی میں اس نے بہت سے ذمہ داریوں پر اپنی
جیسا کہ ہم نے پہلے ہی میں اس نے بہت سے ذمہ داریوں پر اپنی

جیسا کہ ہم نے پہلے ہی میں اس نے بہت سے ذمہ داریوں پر اپنی
جیسا کہ ہم نے پہلے ہی میں اس نے بہت سے ذمہ داریوں پر اپنی
جیسا کہ ہم نے پہلے ہی میں اس نے بہت سے ذمہ داریوں پر اپنی
جیسا کہ ہم نے پہلے ہی میں اس نے بہت سے ذمہ داریوں پر اپنی
جیسا کہ ہم نے پہلے ہی میں اس نے بہت سے ذمہ داریوں پر اپنی
جیسا کہ ہم نے پہلے ہی میں اس نے بہت سے ذمہ داریوں پر اپنی
جیسا کہ ہم نے پہلے ہی میں اس نے بہت سے ذمہ داریوں پر اپنی
جیسا کہ ہم نے پہلے ہی میں اس نے بہت سے ذمہ داریوں پر اپنی

جیسا کہ ہم نے پہلے ہی میں اس نے بہت سے ذمہ داریوں پر اپنی
جیسا کہ ہم نے پہلے ہی میں اس نے بہت سے ذمہ داریوں پر اپنی
جیسا کہ ہم نے پہلے ہی میں اس نے بہت سے ذمہ داریوں پر اپنی
جیسا کہ ہم نے پہلے ہی میں اس نے بہت سے ذمہ داریوں پر اپنی
جیسا کہ ہم نے پہلے ہی میں اس نے بہت سے ذمہ داریوں پر اپنی
جیسا کہ ہم نے پہلے ہی میں اس نے بہت سے ذمہ داریوں پر اپنی
جیسا کہ ہم نے پہلے ہی میں اس نے بہت سے ذمہ داریوں پر اپنی
جیسا کہ ہم نے پہلے ہی میں اس نے بہت سے ذمہ داریوں پر اپنی

"بہت سے کمرہ میں اپنے کافی سوار تھے جس کے درپے
زہری یاغیہ آہ گیس خارج ہوتی تھی اور گیس کو چابی یاغیہ کرنے
کا کام ہجر کی غلاب گاہ سے ملتا ایک چھوٹی سی کھڑی میں تھا۔
بہت سے کمرہ سے آواز باہر نہیں آسکتی تھی اور نہ ہی انہیں اندر
سے نکالا جاسکتا تھا۔ یہ ایک تین منزل عمارت تھی جبکہ پہلی منزل میں
خانمیں تھیں اور لوٹ پانگ بھول بھیلوں والے بغیر کمرہوں کے
کمرے "ملائے نام فرس" تھے۔ ملائے نام کے ہونے کے بعد نہ کھانے
والے دوسرے ایک ایسی طرح آراستہ آپرین کرنے کا حصہ تھا
جس میں لالہ دہے والے لڑکی تھیں۔ ایسے ایک ایک ہاتھ

کا آلہ اور تجرباتی اشیاء کو پھیلانے کا ایک آلہ جس سے حلق برہمن کا دعویٰ تھا کہ وہ تجرباتی اشیاء کو (جن میں عام طور پر زندہ مردہ اور تیش ہی ہوتے) کو ان کے عام لسانی چھڑکی سے دگنا پھیلا سکا ہے (پھیلانے کی بجائے لفظ کھینچنا زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے۔ مترجم) جن لوگوں نے اس آلے کو دیکھا ہے ان کا کہنا ہے کہ وہ قرون وسطیٰ کے ایذا دہی کے قہقہے جیسا تھا۔ چہ کروں میں احساس کا استر لگا گیا تھا اور انٹوں کی دیواروں میں کی دیوارے کھلتے تھے۔ بیڑیاں کوئی نہیں تھیں۔ بلکہ کرنے والی کل بجی کے بغیر تھی اور بجی کل کے بغیر۔ ایک چھوٹا سا کمرہ ہوا اور آواز سے بھی محفوظ تھا۔ رہائش کروں سے ایک انسانی قد و قامت کے برابر گزرنے کا راستہ اس ہوا اور آواز بند کمرے میں جاتا تھا۔ اس کی دہری گریس کی چکنائٹ بچائی گئی تھی۔ سونے کے کروں میں جھانگے کے گہے سوراخ بنائے گئے تھے اور یہ کمرے سانس کھنے والی تھیں کی نالیوں سے منسلک تھے جن کا تعلق ڈاکٹر ہجر کی خواہش سے ملحقہ کوشنری سے تھا۔

1893ء میں فلپکو میں مالی میلہ لگا جو ڈاکٹر ہجر کے لیے ایک منہ کی حیرت کی صورت رکھتا تھا۔ وہ آسانی سے سادہ لوح افراد کو الودہام سے لپٹے تجربوں کے لیے دھرمی احباب کو سکا تھا بلکہ محروم کو سستی رہائش کے لابی میں لے کر انہیں اپنے قہقہے میں لاکر ان کی آمیزشی کرتا اور پھر جب وہ سوچا تھی تو وہ انہیں گیس سے بے ہوش کر کے ہوا اور آواز بند کمرے میں اٹھائے جاتا۔ کمرے کو بند کر کے وہ دم کھٹے والی تھیں کھول دیتا۔ دھرمی وقت ان کی بلے ہونے والی تھیں سنا کر تڑپتے اور صحت سے بچنے کی بے کار ہمدرد کرتے اپنے ذرا بچے دیکھتا اور وہ غصہ جب دھرمی تھیں تو ان کے وہ احساس ان کے ابھام سے کٹ لیتا جو اس کی دلچسپی کا باعث ہوتے۔

ہجر کے قاتل ہونے کا طمجب ہوا جب اس نے اپنے ایک کاروباری

ایک منصوبے کے تحت قتل کیا۔ ہجر نے اپنے دوست بین ہزل سے یہ معاہدہ کیا کہ وہ اپنے گھر کے سامنے اور پھر غائب ہو جائے۔ ہجر کوئی اور مسخ شدہ لاش پیش کر کے چھپنے کی کوشش نہ کرے گا اور اس رقم کو وہ برابر ہانت لیں گے۔ ہجر نے کوئی اور منصوبہ نہیں کرنے کی بجائے ہزل ہی کو مار ڈالا لیکن وہ اس دھمات سے اس قدر گھبرایا کہ ہجر نے اپنے بچے لے کر بھاگ گیا۔ جب ہزل کی لاش برآمد ہوئی تو تمام شاہد کا رخ ہجر کی طرف ہی گیا اور اسے قتل کا ظم نامزد کیا گیا۔

پولیس نے فیصلہ کیا کہ وہ "ہجر کے قہقہے" کی تحقیق کرے گی۔ تجربہ کار پولیس نے دیکھا کہ قہقہے کے دھانے میں ایک بہت بڑا کڑوا انسانی باقیات سے بھرا ہوا ہوتا ہے اور جانے کے لیے قریب ہی ایک بہت بڑی آگیش بھی موجود ہے تو انہیں ہجر کی موت کا پتہ چلنے میں دیر نہیں لگی۔ پولیس کے مطابق یہ انسانی باقیات تقریباً وہ سو سال کی تھیں۔

ہجر کو گرفتار کیا گیا اس کو موت کی سزا بھی دی گئی لیکن اپنا ورثہ ایک ایسے شخص کو بھجوا دیا جو انسانی جانوں کا قاتل ثابت ہو سکتا تھا۔ چھٹی چھٹی اور بھوت ہونے کی نصبت کی مثال تھا جس نے خالص برائی کو اپنے چہرے سے لگا رکھا تھا۔

اسے 7 مئی 1896ء کو محکمہ دار پر لٹایا گیا۔ اپنے آخری بیان میں وہ اپنے قاتل کو کہتا رہا۔ وہ اس وقت بھی برابر ہانتیں کئے جا رہا تھا جب انہوں نے اس کے گھر کے بچے سے خود سر کا کر اسے دی اور اندھیرے کے حوالے کر دیا۔





Figure 1

1. 2. 3. 4. 5. 6. 7. 8. 9. 10. 11. 12. 13. 14. 15. 16. 17. 18. 19. 20. 21. 22. 23. 24. 25. 26. 27. 28. 29. 30. 31. 32. 33. 34. 35. 36. 37. 38. 39. 40. 41. 42. 43. 44. 45. 46. 47. 48. 49. 50. 51. 52. 53. 54. 55. 56. 57. 58. 59. 60. 61. 62. 63. 64. 65. 66. 67. 68. 69. 70. 71. 72. 73. 74. 75. 76. 77. 78. 79. 80. 81. 82. 83. 84. 85. 86. 87. 88. 89. 90. 91. 92. 93. 94. 95. 96. 97. 98. 99. 100. 101. 102. 103. 104. 105. 106. 107. 108. 109. 110. 111. 112. 113. 114. 115. 116. 117. 118. 119. 120. 121. 122. 123. 124. 125. 126. 127. 128. 129. 130. 131. 132. 133. 134. 135. 136. 137. 138. 139. 140. 141. 142. 143. 144. 145. 146. 147. 148. 149. 150. 151. 152. 153. 154. 155. 156. 157. 158. 159. 160. 161. 162. 163. 164. 165. 166. 167. 168. 169. 170. 171. 172. 173. 174. 175. 176. 177. 178. 179. 180. 181. 182. 183. 184. 185. 186. 187. 188. 189. 190. 191. 192. 193. 194. 195. 196. 197. 198. 199. 200. 201. 202. 203. 204. 205. 206. 207. 208. 209. 210. 211. 212. 213. 214. 215. 216. 217. 218. 219. 220. 221. 222. 223. 224. 225. 226. 227. 228. 229. 230. 231. 232. 233. 234. 235. 236. 237. 238. 239. 240. 241. 242. 243. 244. 245. 246. 247. 248. 249. 250. 251. 252. 253. 254. 255. 256. 257. 258. 259. 260. 261. 262. 263. 264. 265. 266. 267. 268. 269. 270. 271. 272. 273. 274. 275. 276. 277. 278. 279. 280. 281. 282. 283. 284. 285. 286. 287. 288. 289. 290. 291. 292. 293. 294. 295. 296. 297. 298. 299. 300. 301. 302. 303. 304. 305. 306. 307. 308. 309. 310. 311. 312. 313. 314. 315. 316. 317. 318. 319. 320. 321. 322. 323. 324. 325. 326. 327. 328. 329. 330. 331. 332. 333. 334. 335. 336. 337. 338. 339. 340. 341. 342. 343. 344. 345. 346. 347. 348. 349. 350. 351. 352. 353. 354. 355. 356. 357. 358. 359. 360. 361. 362. 363. 364. 365. 366. 367. 368. 369. 370. 371. 372. 373. 374. 375. 376. 377. 378. 379. 380. 381. 382. 383. 384. 385. 386. 387. 388. 389. 390. 391. 392. 393. 394. 395. 396. 397. 398. 399. 400. 401. 402. 403. 404. 405. 406. 407. 408. 409. 410. 411. 412. 413. 414. 415. 416. 417. 418. 419. 420. 421. 422. 423. 424. 425. 426. 427. 428. 429. 430. 431. 432. 433. 434. 435. 436. 437. 438. 439. 440. 441. 442. 443. 444. 445. 446. 447. 448. 449. 450. 451. 452. 453. 454. 455. 456. 457. 458. 459. 460. 461. 462. 463. 464. 465. 466. 467. 468. 469. 470. 471. 472. 473. 474. 475. 476. 477. 478. 479. 480. 481. 482. 483. 484. 485. 486. 487. 488. 489. 490. 491. 492. 493. 494. 495. 496. 497. 498. 499. 500. 501. 502. 503. 504. 505. 506. 507. 508. 509. 510. 511. 512. 513. 514. 515. 516. 517. 518. 519. 520. 521. 522. 523. 524. 525. 526. 527. 528. 529. 530. 531. 532. 533. 534. 535. 536. 537. 538. 539. 540. 541. 542. 543. 544. 545. 546. 547. 548. 549. 550. 551. 552. 553. 554. 555. 556. 557. 558. 559. 560. 561. 562. 563. 564. 565. 566. 567. 568. 569. 570. 571. 572. 573. 574. 575. 576. 577. 578. 579. 580. 581. 582. 583. 584. 585. 586. 587. 588. 589. 590. 591. 592. 593. 594. 595. 596. 597. 598. 599. 600. 601. 602. 603. 604. 605. 606. 607. 608. 609. 610. 611. 612. 613. 614. 615. 616. 617. 618. 619. 620. 621. 622. 623. 624. 625. 626. 627. 628. 629. 630. 631. 632. 633. 634. 635. 636. 637. 638. 639. 640. 641. 642. 643. 644. 645. 646. 647. 648. 649. 650. 651. 652. 653. 654. 655. 656. 657. 658. 659. 660. 661. 662. 663. 664. 665. 666. 667. 668. 669. 670. 671. 672. 673. 674. 675. 676. 677. 678. 679. 680. 681. 682. 683. 684. 685. 686. 687. 688. 689. 690. 691. 692. 693. 694. 695. 696. 697. 698. 699. 700. 701. 702. 703. 704. 705. 706. 707. 708. 709. 710. 711. 712. 713. 714. 715. 716. 717. 718. 719. 720. 721. 722. 723. 724. 725. 726. 727. 728. 729. 730. 731. 732. 733. 734. 735. 736. 737. 738. 739. 740. 741. 742. 743. 744. 745. 746. 747. 748. 749. 750. 751. 752. 753. 754. 755. 756. 757. 758. 759. 760. 761. 762. 763. 764. 765. 766. 767. 768. 769. 770. 771. 772. 773. 774. 775. 776. 777. 778. 779. 780. 781. 782. 783. 784. 785. 786. 787. 788. 789. 790. 791. 792. 793. 794. 795. 796. 797. 798. 799. 800. 801. 802. 803. 804. 805. 806. 807. 808. 809. 810. 811. 812. 813. 814. 815. 816. 817. 818. 819. 820. 821. 822. 823. 824. 825. 826. 827. 828. 829. 830. 831. 832. 833. 834. 835. 836. 837. 838. 839. 840. 84

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰

[illegible]

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰

پھر اسے مرزاں کر کے ہانڈ دیا۔ جب وہ ہوش میں آئی تو اس نے اسے اپنے
ہاضقاتی کا کھیل کھیلنے پر مجبور کیا۔ خوفزدہ لڑکی نے اس کے علم کی قیل کی جس پر اس نے
دوران ہی میں اس نے اپنی کمر کی پٹی اس کے گلے میں ڈال کر اسے قابو کیا اور
رشتی کے ساتھ اس کے ہاتھ بھی ہانڈ دیے اور خاموش رہنے کے بعد اسے اپنے
ڈاکی میں ڈالا اور ایک لمبا سڑے کرنے کے بعد وہ وہاں جگہ پر پانی میں ڈال دیا
پچھلا اور وہاں لڑکی کو چڑی کی رسی کے ساتھ ہانڈ کر پانی میں ڈالیں دیا تو اس کی
کی ڈاکی میں چڑی بے ہوش ہو چکی تھی خاموش تھی۔ حراست تو وہ کر رہی تھی مگر
وہ بندھی ہوئی تھی۔ وہ چار بار ڈالیاں دینے سے اسے ہوش آیا تو اس نے ایک رشتی
باریں۔ چیلوں کی آوازیں سننے ہی گیسکو نے چڑی کو چھوڑ دیا اور جب تک بلبل
آواز آتی رہی وہاں کھڑا رہا اور پھر واپس آ گیا۔

گیسکو نے اپنے سوانح نگار کو بتایا کہ جو کچھ اس نے کیا تھا اس
فرصت ہوئی تھی اور پھر وہ گوشت کا پھندا کھالے چا گیا۔
پہلے اس نے پہلی بار قتل سے رہا ہونے کے بعد کیا تھا۔ یہ وہاں
کام تھا جہاں وہ اس سے بھی زیادہ قابل فطرت کام کر سکتے کی اہلیت (بھی تھی)
تھا۔ اس نے نہ صرف ایک حاملہ عورت سے زیادتی کی بلکہ اسے اور اس کی
دونوں کو قتل کر دیا۔ تاریخ انسانی کا یہ بدترین واقعہ ہے۔

اور جین ویکسلی 23 سال لڑکی سے اس کی موت سے دو روز پہلے اس کی
کی بیٹی کا نام دیاں تھا۔ اب وہ پھر سے سات ماہ کی حاملہ تھی۔ اس سے ہوش
میں گیسکو نے وعدہ کیا کہ اس کے پاس ایک لڑکا ہے۔ وہ اسے اس میں رہنے کی
دینے کو تیار ہے اور ساتھ ہی وہ اسے تھوڑی بہت رقم بھی دیا کرتا ہے۔
سمجھا اس کی "خواہش" بھی پوری کر دیا کرے (جس معاشرے کی یہ بات ہے)
سوداگاری ممنوع نہیں ہے۔ اور جین نے اس کو دیا۔

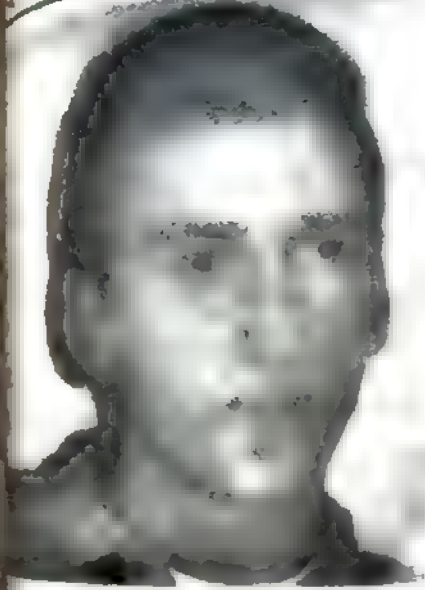
ابھی وہ راستے ہی میں تھے کہ کار کے اندر ہی گیسکو نے دیاں کے
دست دیاں شروع کر دیں۔ اور جین نے کہا کہ وہ اس کی بیٹی کے سامنے
کرے۔ گیسکو نے اس کی بیٹی کی لڑاک بھی اور کبھی تو اور جین نے اسے کا

اسے اپنے سہارے کو توڑنے کی بات کی۔ اس بات سے متح پاور گیسکو نے اسے بھی
بے ہوش کر دیا۔ اپنے سوانح نگار کو اس نے بتایا کہ اس نے جو لطف و کیف پریشان حال
پرہیز سے حاصل کیا وہ بے مثل تھا۔ اس کیلئے دوسرہ میں اس نے ڈورین کا گھ چاٹو
سے بہت زیادہ۔ اس کی حالت دیکھ کر اس کی بیٹی نے بھی چوڑا چانا شروع کر دیا تو اس
نے اس کا گھ دبا کر ہلاک کر دیا۔ تاہم غصے میں اس نے کبھی بیٹی کی لاش کی بے حسنی بھی
نہ۔ پھر وہ دونوں کو کار کی ڈاکی میں ڈال کر لے گیا اور ایک وہاں سے اس کو طبعاً
بے ہوش کر دیا آیا۔

اس بدبرے بلکہ قہرے قتل کی روایات کو سناتے ہوئے اس نے اپنے سوانح
نگار سے کہا کہ اس کی کڑواؤں کو اس کی موت کے بعد شائع کیا جائے وہ نہ لوگ اس
کے جانے سے غریب سمجھیں گے۔ جینا وہ دلیل لوگوں میں سے دلیل ترین ہے۔
سوانح نگار کہتا ہے کہ گیسکو یہ کہانی اسے کبھی نہ سنا اگر وہ اس سے پرہیز نہ
تا کہ "آفری ج" اس کی موت کے بعد ہی شائع ہوگی۔ وہ تو اس قدر حرام طور پر
تھا کہ اس نے اپنی چند سالہ بیٹی کو بھی اپنی ہوس کا نشانہ بنا ڈالا تھا۔ وہ اس
جنت کو بھلا کر کے خاموشی کی فطرت کا مرکز بھی نہیں ہونا چاہتا تھا۔ لہذا اس نے اس
شامت کی شامت کو اپنی پھانسی کے بعد ہی جان کرنے کا وعدہ بھی لیا تھا۔ اسے 1991ء
شامت کی شامت کی۔

☆

35



ٹمو تھی مک ویہ

(1968ء تا 2001ء)

میں اپنی قسمت کا خدا تک ہوں۔

ولیم ارلست ہٹلے کی کتاب "انوکس" سے

ٹمو تھی جمہورک ویہ کو 33 سال کی عمر میں ڈیر کے لیے سے موت کی سزا
کے وفاقی قید خانے واقع پیرلہٹ "ایڈیٹا" میں 11 جون 2001ء کو مشنل ڈے لائٹ میں
مطابق صبح سات بج کر 14 منٹ پر ہنگامہ
امریکن حکومت نے پچھلے اسی سال میں پہلی مرتبہ 19 اپریل 1995ء کو

سلسلہ کے آئندہ دہائی میں اپنی آخری دہائی مکمل کیا۔ علوم و اہلکات تھے کہ اس نے
بڑی تعداد میں لوگوں کو ہلاک کرنے والی سازش میں حصہ لیا۔
اس نے بڑی تعداد میں لوگوں کو ہلاک کرنے والے جھوٹے گواہوں کو استعمال کیا۔
وہاں پر خود کے ذریعے جانی بچاؤ کیا۔
کہ وہ بول رہے ہیں کہ قاتل ہے۔

ٹمو تھی نے ہولکا ہار ریاست کے شہر ہولکا ہار میں واقع اٹرنل ٹی ٹریڈ نامی ایک
مقامی دولت کو وہاں پر خود سے چاہا تھا جس میں 19 جون سمیت 168 افراد ہلاک
ہوئے تھے۔ مک ویہ ہنگامے کے وقت ٹھکانے لگا کر فرار سے ٹھکانے کے ساتھ بندھا ہوا
ٹھکانے والی آنکھوں کے ذریعے میڈیا کے گواہوں اور اپنے دکان سے رابطہ کیا اور کسی
گواہوں سے سے انکار کرتے ہوئے 1873ء میں ٹھکانے کی ولیم ارلست ہٹلے کی فلم
"انوکس" کو جو اس نے چھ سے لے کر کئی قسطی میڈیا کے گواہوں کو دینے کو کہا۔ فلم کا ترجمہ

اس حالت میں سے جو مجھ پر چھائی ہوئی ہے
قرب جہل سے لے کر قرب جہل تک بڑے گڑھے میں سیاہی سی سیاہی ہے
جو بھی دیکھا ہیں میں ان کا منظر ہوں
اپنی ناقابل ترمیم روح کے لیے

حالات کے قلم میں مجھے کے ہونے
ذاتی میں نے آنکھیں چھائی ہیں اور وہی میں نے آہ بھری ہے
وقت کے ان سے ڈول اہلکاروں کے لیے
ہمارے تو خون خون ہے لیکن جھکا نہیں
میں نے آہلکاروں کی اس سرزمین سے
خوف کا سایہ بڑا نظر آتا ہے
اس کے ہونے سالوں پر عید اڑانا
مجھے خوفزدہ نہ پائے گا

اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ دوا دوا کتنا ٹھیک ہے
کانڈ پر کیا کیا سزائیں (میرے لیے) لکھی ہیں؟
میں اپنی قسمت کا خود مالک ہوں
اور اپنی روح کا خود کانڈ ہوں

اس نظم کا پیغام خوشی و سرخ سے بالاتر ہو کر نیک کام کرنے کا احساس
کی سمجھ دینے جو اس نے موت کی پیر پریش کی ایک صریح پہاڑ کی طبرہ ہے کہ
دیہ آخری دم تک سرکش اور غیر متاثر تھا۔
اوکا ہانا شہر میں بم دھماکے سے لڑائی کا مقصد وفاقی حکومت کو یہ پیغام
خبردار کرنا تھا کہ وہ محاب وہ ہے اور آئندہ بھی جواہر ہوگا اپنی ان کا سنا نہیں کی جس
جو اس نے فسطائی اصولوں کی پیروی کرتے ہوئے کی ہیں۔ مثال کے طور پر دیکھو
رج کے علاقوں میں آتش زنی اور متعلقہ پر یہ زور دینا کہ وہ امریکہ کے شہریوں پر غلط
رکھنے پر بھی پابندی عائد کرے۔

کب دیہ ایک فریب غمناک بزم غم غمناک ایک ہمارے مرتبہ سرگرم سیاستدان تھا
نے ملی آئین میں دوسری تبدیلی (تجربہ لے کر چلنے کی حقوق کی تبدیلی) پر تحقیق کی
جب وہ بچہ ہی تھا تو مشعل کے طور پر اس نے اپنے آپ کو زہریلے نسل پرست
حکومت کے خلاف ناول "دی ریز ڈائریز" کا ہیرو سمجھنا شروع کر دیا تھا۔ بول کے
نے ملک میں رکھے گئے بم سے ایک وفاقی طاقت کو اڑا دیا تھا۔ کب دیہ کو متحدہ
ساتھ کے دوران سزائی سے پہلے سچ نے کہا کہ وہ اگر کوئی جان دینا چاہتا ہے یا
تحریری غمناک کرنا چاہتا ہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔

کب دیہ نے دلیل کا بیان دیا:
"اگر عدالت کی مرضی تھی ہے تو میں جس برائیس کی اختلافی
راے اوم سٹیڈ کے مقدمے کے حوالے سے پیش کرتا ہوں۔ اس
نے لکھا: "ہماری حکومت طاقتور اور ہر وقت ہر جگہ موجود استاد
ہے۔ یہ تمام لوگوں کو اپنی مثالوں سے نیک و بد سے متعلق سمجھاتی

ہے۔ جس میں نے بھی کہا ہے۔
کب دیہ کی اس مثال میں طرے پہلو ہے تھا کہ حکومت نے اگر اسے موت کی
دراستی توہم سر میں لوگوں کے سامنے ایک بری مثال پیش کرے گی۔ جبکہ اس قسم کی طر
کے وہ خود ہے گناہ اور محوم 168 افراد کی جان لے چکا تھا اور اب حکومت کے
خاک ہاں سے رہا تھا۔

لڑائی پیدائش نیویارک میں 23 اپریل کو پیدا ہوا۔ وہ اپنے والدین کی اور بل
سک دیہ کا دہائی بیٹا تھا۔ وہ ہر لحاظ سے ایک ذہین، جھس، متین اور کھیل کود سے
پرانی تھا۔ اخبار نویسوں کو اس کے پیدائشی قصبے میں کوئی بھی شخص کب دیہ کو برا
پس کی برائی کا حوالہ دینے والا نہ ملا تو وہ سخت حیران ہوئے۔ اس کی موت کی سزا پر
عدالت کے بعد اس کے ایک پڑوسی باب روٹی نے 20 جون 2001ء "آج کا امریکہ"
کی "اسم اے" طریت ہونے کی نظر سے نہیں دیکھتے کیونکہ ہم نے بھی کسی طریت کو
ہر دیکھی نہیں۔ ہمیں اس کی برائی کا شائبہ تک معلوم نہیں۔ وہ اپنے ہارے میں ابھی
بازاروں کے اور کچھ چھوڑ کر نہیں گیا۔ یہ سب کچھ ایک سحر ہے یہ سب کچھ کیسے

"یہ سب کچھ کیوں ہوا؟" یہ تکلیف دہ لیکن ناقابل جواب سوال ہے۔
نام اس سوال کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ اس نے "خالص برائی" کو امریکی
حکومت کے کاموں میں لیکس میں دیکھا ہو۔ جب 19 اپریل 1993ء کو حکومت نے
ایک لڑائی کی شاخ ڈیپارٹمنٹ اسٹیل پر حملے کے دوران دیکھا ہو۔ کب دیہ کی بہن
تھر (جس نے اپنا نام اپنے بھائی کی سزا کے بعد تبدیل کر لیا اور کسی جگہ کیرولینا میں
رہتی ہے) نے اپنے بھائی کے مقدمے کے دوران اس بات کی تصدیق کی کہ اس کا
بھائی قتل نہیں ہوا تھا اور اس کا کہنا تھا کہ حکومت کے دیکھ میں لوگوں پر زیادتی کی ہے اور
ہاں میں چھوڑ کر لوگوں کو چلیا ہے۔

کب دیہ کے بے ترتیب مالی سفر میں دیکھ کی اسات کے علاوہ غلبی جنگ
میں بے اتفاقی اور فوجی جہازوں نے جو بے عزتی حاصل کی اور ان کا نتیجہ سے واقعی پر جو
متحمل امریکہ اور امریکہ کی حکومت نے کیا (کب دیہ خود بھی ان جہازوں میں شامل تھا

جو خلیجی جنگ میں شامل ہوئے تھے) ایک بری قال ہے۔ گتا ہے جیسے حکومت نے بہت "بڑی شے" کو سزا دی ہے۔ اس نے اپنی بہن کو خط لکھا کہ یہ "بڑی شے" جسے والی ہے اور جلد ہی ہونے والی ہے۔

دیکو (لیکاس) میں مرنے والوں کی دوسری بری ہرک وہہ نے ایک ریک کارائڈر ہائی ٹیک حاصل کیا۔ اس میں اس نے چار ہزار پاؤنڈ دھماکہ خیز مواد کو ٹیک کو مرلہ دفاتی خدمات کے سامنے کھڑا کر دیا۔ وہ خود ٹیک سے باہر نکل آیا اور کہیں چلا گیا۔ صبح کو بیج کر وہ موت دھماکہ خیز مواد نے اپنا کام دکھایا۔ جو اس وقت ہوئی وہی تھا۔ تھوڑے گھنٹے پہلے وہ دن دن جوتی لگی تا آنکہ مرنے والوں کی کل تعداد 108 ہو گئی۔ ک وہہ کو دھماکے کے چند گھنٹوں بعد لٹکا ہوا شہر میں ٹریک قوانین کی خلاف ورزی پر گرفتار کر لیا گیا۔ اس معمولی جرم کی پاداش میں اسے 2 دن کے لیے نظر بند کر دیا گیا لیکن اس کی بدقسمتی کہ رہائی سے صرف دو منٹ پہلے ایف۔ بی۔ آئی نے تک وہہ کا تعلق دھماکہ خیز مواد سے پیدا کر لیا۔ یہ تعلق ٹیک کے خفی اور بغلی حصے میں لکھے ہوئے مسلسل بیرونی سے معلوم ہوا۔

2001ء میں تک وہہ نے اپنا جرم تسلیم کر لیا۔ اس کی زندگی کے حالات "اسر کی دہشت گرد" نامی کتاب میں موجود ہیں اس کے باوجود ہم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ اس کی تاریخ میں گریڈ دہشت گردی جیسا بدترین کام کرنے کا اس طرح اس بدترین عمل کا جائزہ صرف یہ ہے اور اپنی اس اہم کام کرنے والی بداعتمادی کو اپنا کارنامہ قرار دیتا ہے۔ تک وہہ یہ سمجھتا تھا کہ حکومت نے دیکو میں جو کچھ کیا وہ غلط تھا تو اس کے لیے لازم تھا کہ وہ اس سے ملحق جاتی کا بددلی دیکو کی کارروائی سے لائق لوگوں کے ساتھ نہ کرتا۔



36



جلس ڈی رائیس

(1408ء تا 1440ء)

"— آدو کا پڑھنے والے محفل آتو بھیجیں اور سسکیاں جو لوگوں کے افسانے سے بھرتی رہی تھیں کے پوچھو۔ جلس ڈی رائیس نے مصوم لوگوں اور لڑکیوں کو بڑا کرنا اور غیر مناسی طریقے سے ان کو دوا کیا جہاں سے ماما ان کے امعاء طبعہ طبعہ کے انہیں جانا اور انہیں رحم کی باتیں دیتی۔ اور ان کے اہرام کو جلس نے چھان کی ترقی کیا۔ تو انہیں لوگوں کو اس نے اپنی لافٹ کا دھڑا دیا اور لوگوں سے خلاف وضع فطری فعلی سر اہرام لیسٹ۔ سب کچھ اس نے اپنے عیس کریمہ کی خاطر اس وقت کیا وہاں

بہارے بچے بچوں کا تو ابھی زندہ تھے۔ باہنگی کے ماتم میں تھے اور
بہار بچے تھے۔

ایام نمبر 15 بخلاف مجلس ڈی رائیں سے انہیں

وہ کون سے مجال تھے جس نے پندرہویں صدی کے ایک طبقہ میں
مجلس ڈی رائیں کو جبری زیادتی "ایڈارسانی اور لڑکے اور لڑکیوں کے قتل پر ان کا
ایک مفروضہ یہ ہے کہ اس نے اپنے باپ کو ایک قتل کے دوران مرتے وقت
ایک سوہنے اس کے باپ کو خوف ڈی کر دیا اور اس کے مرنے تک اس کا خون بہا
چتا رہا۔ اسے اس کے دماغ میں نے پلا جو خود بڑا جانا خلق "لامنی" کا نام اور ہے میری
نے ابتدائی سے مجلس ڈی رائیں کو یہ سکھانا شروع کر دیا کہ ملک کے قوانین فریب
چڑا ہی لوگوں کے لیے ہیں تو انہیں اور فوجوں کے لیے نہیں اور نہ ہی اس طبقے کے
ہیں جس میں مجلس پیدا ہوا ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مرتے وقت اس نے جو کچھ مجلس کو سکھایا تھا وہ
بدی کے راستے تھے اس پر مجلس سے سختی کی اور کہا کہ اس نے اس کو جو کچھ سکھایا
وہ غلط تھا اور آئندہ زندگی میں اس کے لیے نقصان دہ ہے بلکہ اس نے اسے راکش
کہا۔ سارے بچوں میں دی گئی تعلیم اب ایک آخری لمحے میں کیے ضائع ہو گئی تھی
1432ء و 1433ء میں جب مجلس اپنی زندگی کے چوبیس سال کے وسط میں تھا اس نے
اصول و بطل اور قتل وغیرہ شروع کر دیے۔

مجلس کا روزمرہ کا کلن یہ تھا کہ وہ اپنے مدنی پوش خادموں میں سے اپنے
گزنوں اور ایک گھریلو خادم کو ہم دعا کہ وہ قریب و جوار کی پھاڑیوں پر جائیں اور وہاں سے
غریب کسانوں کے بچے آٹھا کر کے اس کے قہقہے میں لے آئیں۔ قہقہے میں اس نے
ایک کمرہ اپنی کمرہ سرگرمیوں کے لیے وقف کر رکھا تھا۔

مجلس بچے کو گھرانے سے دی کے ساتھ باہر جاتا اور اپنی تکرار سے اسے اپنے
دوستے دلی چھین لگاتا۔ وہ زندہ اور مردوں دونوں حالتوں میں بچے کے ساتھ عجیب
حرکات کرتا۔ اپنے بعض فکروں کو جان سے مار دیتا اور ان کے انسانی اجزاء کو ہٹاتے

نہیں کرتا اور ان سے کہتا۔ یہاں تک کہ بچوں کی آغوش سے کھینچتا بھی اس دلیل کا
بہت حد تک کھیل سے فارغ ہونے کے بعد وہ محدود آگ سے ان اعضا اور بچے
کے جسم کو جلا کر تیز آگ وہ اس لیے استعمال نہ کرتا کہ کہیں بدبو سے اس کا سارا گل نہ
ہو جائے اپنے مقدمے کے دوران میں مجلس نے یہ سب کچھ خود حلیم کیا بلکہ اس نے یہ
ی کہا کہ وہ دھڑل کو مرتے دیکھ کر اس قدر خوشی اور مسرت حاصل کرتا تھا کہ جیسے وہ
اپنی جلا حاصل کر رہا ہے۔ حریف بتاتا کہ جب اس کا فکروں مر رہا ہوتا تو وہ اس کے پیٹ
پر چڑھتا اور اسی وقت اٹھتا جب اس کے سانس بند ہو جاتے۔

جہاں قسطنطنیہ کجرو خواہشات کی تکمیل کے علاوہ مجلس چاروٹوں "شعبہ بازی"
کیا کرتی اور درہلی کی بیسیکل کھانسی کہ کسی بھی کم تر دھات کو سونے میں تبدیل کیا جا
سکے گا یا اگر دہلا تھا۔ وہ کسی ایسی اسیر اعظم کا بھی حاکم تھا جو ہر مرض کی دوا ہو۔
اس کو آپ حیات کی بھی حاکم تھی کہ اسے موت ہی نہ آئے مگر واقعی اس کا مقدر ہو۔
وہ قریب 10 ایک زبردست مذہبی آدمی بھی تھا۔ وہ جون آف آرک کے ساتھ بطور اس
کے قتل کے مددگار جنگ میں بھی لڑا اور اس نے بہت سارے گرجا گروں کی آرائیں
خود بھی کی۔ اس سب کچھ کے باوجود وہ چاندروں کو سر مبارک مہیا کرتا کہ وہ اسے خود
نہیں کو حاضر کرنے کے جتنو سحر سکھائیں لیکن چاندروں کے ساتھ اس کی تمام مجلسیں
وہ انہیں کام ثابت ہوتی۔ گو اسے اپنے سرمائے کو کھونا پڑتا تھا مگر یہ بھی نظر نہ
آئے ہیں اسے زیادہ سے زیادہ جو کچھ حاصل ہوا وہ "آدمی صرے کے فکروں" کا وہ لا نظر
آدمی سے زیادہ کچھ نہ تھا جس عقل میں اسے شیطان کا وہ نظر آیا اس میں اس نے
کچھ تو فیضان لڑکے کے اعضاء دیکھ کر اور اعضاء لٹی اس سے لے کر نظر رکھے۔ اس
فلسفے کے باوجود شیطان نے غیر مطمئن ہونے کی وجہ سے مجلس کی اہمیت کو ٹھکرا دیا۔

1440ء میں مجلس کو چھتیس سال کی عمر میں گرفتار کر لیا گیا اور اس پر سنگ
دھماکے کے خلاف دھتیں لگا کر "اورا نووٹ اور 1440 لاکھ کے قتل کے بعد
قلم کے گئے۔ پہلے تو مجلس نے عدالت کے جج دی کو حلیم نہیں کیا۔ الزامات کو حلیم کرے
تو اس کی بات تھی۔ مات آئی تو آدمی صرے میں اس نے سوچا کہ اس کی مدافعت کو غیر قابل
ہے۔ انکی مدافعت کو کہیں پریشان کرے ہے۔ چنانچہ وہ 10 بار عدالت کے سامنے پیش ہوا

ایک نفسیاتی معالج نے بتایا "اس پروگرام (ڈبلی مریضوں کو ہلاک کرنے کے) میں حصہ لینے والے دوسرے ڈاکٹروں سے بات چیت کرتے ہوئے مجھے معلوم ہوا کہ اگر کچھ معالجین یا کوئی ایسا کسی مریض کو نیچے ڈال دیا کی زیادہ خرابا کر دے کہ اس یقین کے ساتھ ہلاک کر دے کہ اس کی ہلاکت ہی پسندیدہ فعل ہے تو اس پر کوئی ہنگامہ نہیں ہوگا۔

ماریٹ ہے لیکن "ڈی ہیری ڈاکٹر"

ایک آپریشن تھیٹر میں انہیں سالہ ڈبلی مریض جنسی جرائم میں مایوسہ ہو کر رہ گئے کی بیٹیوں سے کسا پڑا ہے۔ خون سے آلودہ سفید کوٹ پہنے ایک ڈاکٹر اس کے قریب اپنے اوزار تیار کر رہا ہے۔ مریض کمر سے نیچے ہالٹ کر رہا ہے۔ مریض کا ہر لمحہ اس کے ہاں کو اس کے فوطوں سے محروم کیا جانا مطلوب ہے۔ یہ حکم ہرک ہلکی حرکت سے آتا ہے کہ مجرم چونکہ جنسی جرائم میں ملوث ہے اس لیے اس کے فوطے اہل کرنے ہائیکھ نا دیا جائے تاکہ وہ کسی جرم سے بچے کا باپ نہ بن سکے اور کسی عورت کو اپنے فوطوں کے بچے کا تعلق نہ دے سکے۔ وہ افلاطون میں ہل رہا ہے اس کے ڈاکٹروں کا مقصد یہ ہے کہ جنسی جرائم سے روکا جائے ایک آپریشن سے اس کے فوطے اہل کرنا ہے مگر ایک جگہ دم کے دھماکے کی مرد کو ہائیکھ کرنے کے جنسی طریقے دیکھا میں موجود تھے۔

ڈاکٹر ڈاکٹر لکھ کر رہے تھے۔

فوطے اہل کرنے کے بعد 1928ء سے 1943ء تک ہڈی نے 88 عورتوں کو جان سے مارا اور جان سے مارنے سے پہلے ان کے ساتھ زیادتی کی اور بعض خواتین سے جنموں نے ہڈی کا مقابلہ کیا ان کے ساتھ ان کو جان سے مار دینے کے بعد زیادتی کی۔ 1981ء میں چیکو سلواکیہ میں ہونے والی ایک تحقیق کے مطابق جنسی بے رحمی کی پاداش میں ہڈی کو سزا پانے والے 84 میں سے تین مریضوں نے جرم سے واپس آگئے کیں لیکن باقی سب نے اپنا جرم نہ بد ترک کر دیا تاہم وہ عمومی طور پر مردانہ قوت کے حامل ہی رہے۔ ڈاکٹر میں ہونے والی ایک ایسی ہی تحقیق نے یہ نتیجہ پیش کیا کہ ہڈی آپریشن سے گزرنے والے افراد میں سے صرف 2 فیصد جرم سے باقی باقی ہوئے۔ ہڈی اتفاق سے 3 اور 2 فیصد جرم اور جرمیت پسند افراد میں سے ایک لگا۔

ہڈیوں کے طور پر اپنے ہڈی کو یا تو گلا گھونٹ کر ہلاک کرتا یا چاقو چھرا اور کوئی دوسری چیز گھونپ کر۔ وہ عورتوں پر حملہ کرنے کے لیے دبے پاؤں ان کو جالیٹا۔ وہ ایک بے رحم قاتل تھا اسے اپنے ہڈی کے درد اور آنسوؤں کی قطعی کوئی پرواہ نہ تھی۔ اس قسم کی قاتل سے ان سے بھی تھی جن پر وہ جنسی حملہ نہ کرتا تھا۔ جرمنی کے ایک شہر میں وہ گھوڑا قاتل تھا کہ ایک چوک میں اس کی گاڑی کے نیچے ایک عورت آگئی۔ اس عورت پر ہڈی چلا رہا تھا کہ ایک چوک میں اس کی گاڑی کی کئی ہڈیاں نوٹ گئیں اور رخصوں سے گھوڑا اور گھوڑا گاڑی کا بھی پورا بوجھ پڑا۔ عورت کی کئی ہڈیاں نوٹ گئیں اور رخصوں سے بے ہوشا خون بہا لیکن ہڈیوں کو یوں مرتا دیکھ کر قطعی متاسف نہیں ہوا۔ وہ مسلسل اپنی ہڈی کو ہانکا آگے بڑھ گیا۔

ہڈیوں سے متعلق یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ وہ ڈبلی طور پر پسماندہ ہے لیکن اس کی سوچ میں ایک خاص قسم کی بیماری و مکاری تھی کہ اس کے بارے میں طبی تحقیق کرنا کتنی تھی۔ وہ ایسا شخص تھا کہ صفوی کو اکثر اپنی ساز باز کے ہتھیار کے طور پر استعمال کرتا اور لوگوں کو اپنا کارخوش ہوتا کہ وہ تو ڈبلی طور پر پسماندہ ہے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ اسے اس کے فعل کا درد نہ چھریا جاتا۔ یہ اچھی بات تھی لیکن اس کی چال بازی اور دلائل یہ ثابت کرتے ہیں کہ اس کی ڈبلی صفوی فعل ایک مفروضہ تھی۔

ہڈی کو بلاخر جنوری 1943ء میں ایک عورت کے قتل کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔ پولیس کی تحویل میں اس نے 85 مزید خواتین کے قتل کا اعتراف کیا۔ لیکن تھا کہ صفوی صفوی پسماندہ ہونے کے باعث وہ اس بار بھی حکام کو جیل دے جاتا اسے جرمات کرنے والے ڈاکٹروں کے سپرد کر دیا گیا۔

تجرباتی نتائج کیا ہوتے۔ یہ بعد کی بات تھی مگر وہ تجربے کے لیے لگائے جانے والے ایک لکھ کے اثرات ہی سے مرگیا۔ اس کے سب جرائم کا بدلہ ایک لکھ لگا دیا۔ کئی کئی فطرت میں بھی انصاف کرتی ہے۔

38



ایڈری چکا تلو

(انگریزی نام: Rapeseed کے دو معنی ہیں۔ جی بھلا کر لے گا اور باجھ بھڑکنے کا۔
دوسرے معنی بھڑکنا انسان کے بھی ہیں۔ ایڈری چکا تلو کے کسی حصہ میں اس کی کڑواہٹ کے
بجائے میٹھی روغن پیدا ہوتا ہے۔ یہ میٹھی روغن کھانا اور دوا کے لیے استعمال ہوتا ہے۔
(1936ء تا 1994ء)

تھلہ دی دھنکی کا حصہ یہ ہے کہ تم دھنیں پر اپنے گل پہناتے ہو۔

ایڈری چکا تلو
جو کچھ میں نے کیا وہ ہنس مٹانے کے لیے تھا کہ اس سے مجھے کوئی نقص
نہیں پہنچتا۔

ایڈری چکا تلو

ایڈری چکا تلو اپنے دور کا پے در پے قتل کرنے والا تھا۔ 1982ء میں
موت کے لیے اپنے خلاف مقدمے کے دوران وہ ایک دہائی میں سوئی سلاخوں
سے گھرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ یہ بیخبرہ لوگوں کے تحفظ کے لیے نہیں بلکہ چکا تلو کے ذاتی
حق کے لیے تھا۔ مہاراشٹر کے بہت سے قماروں کے رشتہ دار لوہا جین اور عزیز اس کی نگہ
بند تھے۔

چکا تلو کو کسی منطقی ناموں سے پکارا جاسکتا ہے جیسے 'اعظم پرست' ایڈا دھندہ
یا 'نہ خور'۔ اس کا نئے والا قاتل اور نہ جانے کیا کیا؟ اس نے ازخود 55 زنا کاری
مذمت اور قتل کی وارداتوں کو تسلیم کیا لیکن آج کے دن تک یقین کے ساتھ کہا جاتا ہے
کہ اس نے گھبراہٹ سے کبھی زیادہ قصداً قاتل نہیں تھا۔

اپنی رقتاری کے بعد چکا تلو نے سخت سے سخت حراج رکھے والے دہائی پولیس
کے اپنے اقبال جرم کی تفصیلات سے لڑا دیا۔ اس نے تسلیم کیا کہ وہ لوگوں کو سامنے
رہنے سے ہاتھوں سے قاتل رہا ہے اور محرموں کی چھاتیوں اور زبانون کو ہاتھوں سے
اتار چڑھا رہا ہے۔ اپنی ہوس کی تسکین کے لیے وہ مجبور محرموں کے بعض اعضا کاٹ
دین کو چاہتا تھا۔ اس نے پولیس کو بتایا کہ میں ان کو ہاتھوں سے کاٹنے
نہ جانے چاہنے سے زیادہ رغبت رکھتا تھا۔ وہ اس قدر خوبصورت اور چمک رہی تھیں کہ
میں سے ابھر رہے۔ اس کی کج روی کا عالم یہ تھا کہ اس کے علم و ضمیر کے آخری دھڑکے
نہایت کمزور تھے۔ اس نے اپنے بھروسہ کے لیے اپنے اہل خانہ کے لیے بھی دھوکے
دے دیے۔

ایڈری چکا تلو 1936ء میں بھوک لونی نامی کھیتی باڑی کرنے والے پوربھن
کے ایک گھرانے میں پیدا ہوا۔ ایک غیر مستند کہانی کے ذریعے بتایا گیا ہے کہ جب چکا تلو کی عمر
تین سال کی تھی تو اسے یہ کہانی سنائی گئی کہ ساتھی کی دھڑکی کا شکاری کے جیسے میں پوربھن
میں تھا کہ چکا تلو چاروں کے مسابقت میں سے ایک مسابقت نے اس کے چھوٹے بھائی
کو شکست دی تھی۔ اس نے اسے قتل کر کے کھایا۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کہانی نے
چکا تلو کے ذہن کو کتنی پرکھ کر چھوڑا تھا۔

چکا تلو نے قتل کے بعد میں چکا تلو کو ایک نئے قوم کا فرد خیال کرتے ہوئے

39



آناطولی اونو پرینگو

(ختم کرنے والا)

(1959ء تا)

میرے لیے لوگوں کو گل کرنا باطل میا ہی ہے جسے پہل سے میرے کسی
 نیکے کو دھڑ دیا جائے۔ میں کئی سوئی نہیں۔ میں کسی اہل حق
 طاقت کے قبضے میں ہوں۔ بلکہ میری ہاتھ کاغذی قسم کی قوت جو مجھ
 سے کام لیتی ہے۔ حال کے طور پر میں اپنے ہمائی کی جلی بھی کو گل کرنا
 چاہتا تھا کیونکہ میں اسے پتہ نہیں کہ حق میں سے گل نہ کر سکا کیونکہ

مجھے پتہ تھا کہ میں ہوتی تھی۔ میں نے احکام کا انتقاد کیا مگر وہ نہیں
 آئے۔ اگر مجھے موت کی سزا نہ دی گئی تو میں بھاگ جاؤں گا اور پھر
 سے لوگوں کو دھڑ دیا کروں گا۔ میری پہچان ہی شیطان کی خدمت
 کے لیے ہو رہی ہے۔

آناطولی اونو پرینگو

بے شک یہ پہل ہے لیکن یوکرین کے اس حصے میں پولینڈ کی سرحد کے قریب
 ایک طرف ہیں اور خاص طور پر صبح میں جبے تو کافی ٹھنڈک ہوتی ہے۔
 ہنز پر جو دوسرے کمرے میں ہے کھیتوں کی زمین پر ان کا گھر چڑھائی میں ہے
 دوسرے تمام کمروں سے ملتا ہے۔ اگر کوئی چیلے بھی تو اس کی آواز سنی نہیں دیتی
 وہ پہلی بندش چائے تو اس کی بھی آواز اس گھر تک نہیں پہنچ سکتی۔
 اہلک ڈب چک خاندان کے گھر کا صدر صدرہ ایک خوفناک گونج کے ساتھ
 تھا ہے ایک ٹھکانا تھا لیکن توانا آدمی گھر کے اندر تیزی سے داخل ہوتا ہے اور خوشتر اس
 نے ڈب چک اپنے کسی بدلے کا اہتمام کریں وہ ہنزوں میں لیے غرو کے سروں پر آ
 فرماتا ہے اور وہ ایک صاف چمکدار شات گن کی بلبلت کے چروں پر چل لیتا ہے۔
 ”کڑے ہو جاؤ“ وہ یوکرین کی زبان میں کہتا ہے۔

چند منوں میں ہی ڈب چک خاندان کے چاروں غرو کو گھر کر ایک کمرے میں
 لے آتا ہے اور ان کے سامنے کھڑے ہو کر بندش کو ان پر چل لیتا ہے جبکہ سامنے کا
 صدرہ اگلے گھر کا ہی نظر آتا ہے۔

آنے والا باب اور جیسے دلوں کو ایک سرسری نظر سے دیکھتا ہے اور بغیر کچھ کے
 منتقل کا کھڑا ہوا ہے۔ ایک لمبے وقف کے بعد وہ دوسری مرتبہ بھی میا ہی کرتا ہے۔
 ڈب چک دینا دلوں پر چل فرس پر گر جاتے ہیں۔

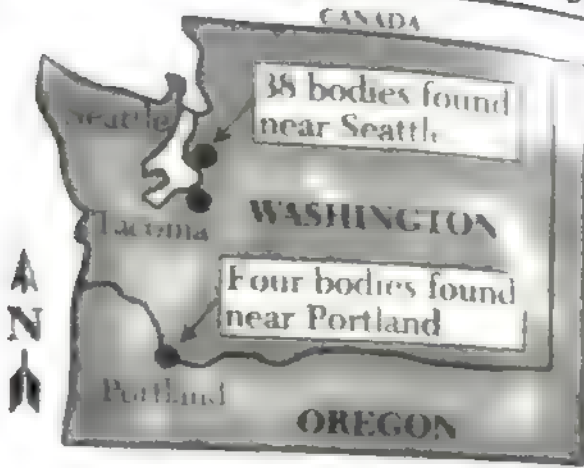
لب میں اور بھی دیکھتا رہا تو فی آواز میں جچ چلا اور وہ بیٹھ رہی ہیں۔ ان
 سکھنے پنے اور چیلے چلانے کی آواز لگنے ملتا ہے اور کے صدرہ میں کسی چمٹ کی مانند لگتی
 چلو وہ حریف سے میں پھر جاتا ہے۔ وہ اپنی بندش کے رکھ دیتا ہے اور اپنی جیب میں

پیش آیا جو دراصل پینس انسر ہی جرنیل کی ودی میں تھا۔ اس کے سامنے یہ جاننا تھا کہ 1989ء سے 1995ء تک 52 قتل کرنے کا اعتراف کیا۔ اس نے جیل کو یہ بھی بتایا کہ اس نے جو کچھ کیا وہ ان آوازوں کے کہنے پر کیا جو اسے سنائی دیتی تھیں اور ممکن تھا کہ آوازیں کوئی ماورائی حقیقت رکھتی ہوں۔

ایلو پرینکو کا مقدمہ نومبر 1998ء میں شروع ہوا۔ اس کو بھی عدالت میں جانے کے دوران محام کے فیض و غضب سے بچانے کے لیے اہلی بخیر سے مل (ای کیس) ایک اور کردار چکاگو کی طرح) رکھا گیا۔ وہ مجرم ثابت ہوا اور اپریل 1999ء میں موت کی سزا سنائی گئی۔ اس وقت وہیں میں تمام سزائوں پر عملدرآمد کے بارے میں عدالت ہوا ہے۔ اگر حکومت کے حق میں عدالت نے فیصلہ دے دیا تو ایلو پرینکو کو فوراً موت دے دی جائے گی لیکن اگر حکومت کے حق میں فیصلہ نہ ہوا تو ایلو پرینکو تاجپت میں رہے گا۔



40



دریائے گرین کا قاتل

میں دریائے گرین (کے گریڈ) میں ہونے والے قتلوں کا قاتل نہیں ہوں۔ انہوں نے مجھے بدترین شخص کہا ہے جبکہ میں ایسا نہیں ہوں۔

ملم شیون سن

میں ملم شیون کا لے پاک بھائی ہوں۔ میں ایک کتب گھر ہوں کہ اس نے کس طرح پر جرم کیا لیکن وہ ابھی پولیس کی دھڑ سے گرفتاری سے گریز کر رہا ہے۔

ماڈٹ شیون وہب سائن ہے۔ مدد طلب کرتے

ہوئے کہ وہ اپنے بھائی کو دریائے گرین کا قاتل

قرار دے کر ان کے وطن میں کامیاب ہوئے۔

دہیائے گرین کا قاتل کون ہے یا کون تھا؟ کیا وہ اب تک زندہ ہے؟ جیس میں ہے؟ کیا اس نے سیش اپورٹ لینڈ کا علاقہ چھوڑ دیا ہے تاکہ وہ قاتل عام کا اپنا کام امریکہ میں کسی اور مقام پر جاری رکھ سکے؟

پے در پے قتل کرنے والے قاتل نے اپنا نام دہیائے گرین کا قاتل اس یقین کیا جاتا ہے کہ دہیائے گرین کے اس قاتل نے 1982ء سے 1984ء کے درمیان 49 قتل کئے۔ ایسے لوگ جن کا ان قتلوں کی متحول عورتوں سے بگڑا تعلق ہے وہ ان قتلوں کی قانونی تاویلات و تفتیش سے حلق ہیں یہ یقین رکھتے ہیں کہ جن عورتوں کو خواتین کے ڈھانچے دستیاب ہوں گے دہیائے گرین کے قاتل کے متحولین کی شناخت ہو جاتی ہے۔ (ہیرولڈ فیکر اور ڈیڈ اپورٹ کی لکھی ہوئی 1996ء کی اسے سے "انسائیکلو پیڈیا آف سیریل کراؤ" گرین کے قاتل کے قتلوں کی تعداد 66 بتاتی ہے۔ دہیائے گرین کے قتلوں کے بارے میں ہونے والی تحقیقات کی تصدیق ہے۔

تحریری کاغذات کے بہت بڑے اہار میں کھانا بہت آسان ہے کیونکہ ہزاروں ہتھیار ہونے ہزاروں لوگوں کو امکانی شہادتوں یا مشتبہ ہزاروں میں شامل کیا گیا۔ ہزاروں لوگوں شہادتوں کے اکٹھے کئے گئے ہزاروں گاڑیوں کی تفتیش میں مدد کے لیے چننا کی گئی ہزاروں گھنٹے پولیس نے لڑکوں سے بچہ بچہ کی تحقیقات کی کوششوں پر ہزاروں ڈالر خرچ کئے گئے اور ان سب کوششوں کا نتیجہ بڑا سا مضر نکلا۔

سولہ سال کی ناکام جدوجہد سے حقائق کی روشنی میں جو چھ چلا وہ دہیائے گرین کے قتلوں میں کم از کم 49 بیٹیاں، کنکشن دوست اور محبتا نہیں انہوں کی جنس اور قاتل کی جنس اور ان کی لاشیں کوڑا کرکٹ کی طرح سیش اور پورٹ لینڈ کے علاقوں میں پھینکی گئیں۔ بہت سی لاشیں جنگوں اور دہیائے گرین میں سے ملیں۔ بہت سی لاشیں محبت ڈھانچوں پر مشتمل تھیں کیونکہ وہ علاقہ ہی اس وقت کی جا سکیں جبکہ ان کی ہڈیاں ہی باقی رہ چکی تھیں۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دہیائے گرین کی بہت سی متحولیں طوائف تھیں۔ ان میں سے کچھ صرف سولہ سال کی نوجوان لڑکیاں تھیں۔ بہت سی برہنہ حالت میں ملیں اور

بیک کی گردن سے زبردست پتھر پڑا ہوا تھا جن سے ان کا گلا گھونٹا گیا تھا۔ کچھ ایسی بھی تھیں جن کی رگوں کے درمیان پتھر چسائے گئے تھے۔ ایک ہڈیوں کا ڈھانچہ ایسا بھی ملا جس سے ہڈی کی ہڈیوں میں ایک بچے کی ہڈیاں تھیں گویا قاتل کے وقت وہ حاملہ تھی اور پیدائش کا وقت قریب تھا۔

ایف۔ بی۔ آئی کے محض عادی خاکہ (پروفائل) بنانے والے اہل ترین امریکی محقق نے دہیائے گرین کے قاتل کا جو خاکہ تیار کیا وہ یہ تھا کہ قاتل غیر منظم، مختل، بے تاب اور جلد باز بھی ہے جبکہ وہ اس لحاظ سے مضبوط ہے کہ وہ کچھ کر اور بھرپور احتیاط سے حفاظت کرتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے فکار کو جب چاہتا ہے اٹھا لیتا ہے اور ہرے موت کے گھاٹ بھی اسی کے کپڑوں سے بدتر بھی سے پھانسی دے کر اتارتا ہے۔ پروفائلنگ ایسی بھی ملیں جن کو ڈوبنے کے لیے ان کے ساتھ اس نے وزن ہانک رکھا تھا زہر دیا ہوا کہ قاتل کو اپنے اوپر خاصا احماد ہے اور وہ اپنے فکار کو ٹھکانے لگانے کی خاطر بد چھپیں بھی کرتا ہے۔ ڈس نے یہ نتیجہ بھی نکلا کہ قاتل کو اپنے ماضی میں عورتوں سے زیادہ توجہات ہوئے ہیں اور اس نے طوائفوں کو زیادہ تر نشانہ اس لیے بنایا کہ وہ ان کو لاشوں میں سے ایک کٹر حقوق خیال کرتا تھا۔ اس کے برعکس یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ لاشوں کو چھاننے والی خواتین کو قتل کرتا ہو کیونکہ ایسی عورتوں کو وہ سب سے زیادہ طاقتور خیال کرتا ہوگا۔ ایسی عورتیں جانتی ہیں کہ مرد کیا چاہتے ہیں؟ وہ مردوں کو جو وہ چاہتے ہیں دیا کرتی ہیں۔ وہ ان کی جنسی خواہشوں پر مضبوط گرفت رکھتی ہیں۔ کوئی جو کچھ چاہتا ہے تو ان کی طاقت پر گرفت رکھتا ہی "توانائی" کہلاتی ہے۔ طاقت کا منبع جو بھی ہو اس کے ماتھے انسان کا کمرہ ہونا فطری بات ہے۔

دہیائے گرین کا قاتل اپنی برائی سے ممکن ہے اپنے بے ذہب طریقے سے اپنی طاقت کی وہ توانائی ضائع کرتا چاہتا ہو جو اسے قاتل پر کسی نہ کسی وقت حاصل رہی ہو۔ طاقت اور شخصیت کا خاکہ یہ بھی ظاہر کرتا تھا کہ قاتل سفید فام تھا اس کی عمر میں 30 یا 40 سال کی تھی۔ سگریٹ کا ناخن تھا اور وہ کاشٹ بولٹ تھا اور ہو سکتا ہے کہ اس کا ماضی میں بھڑانہ جنسی میلے ہوئے ہوں؟

پولیس کی قاتل کے خلاف تحقیقات کے دوران ایک شخص نے حلقہ حکام کو

قالت کی تلاش میں لعدوی کی تلاش کی کہ وہ اپنے معاملے کے بل پر حوزہ قزاقی
 کرنے والے کی نہ صرف تفصیلات جانتا ہے بلکہ وہ اس کو گرفتار بھی کر سکتا ہے۔
 جس کا نام نئے بڑی (اس کتاب میں اس کا ذکر تفصیل سے بھی موجود ہے) ہے۔
 کو یہ بھی لکھا کہ وہ دہائے گرین کے قاتل سے حقیقت سب کو تحصیل سے چھوڑ
 لہذا وہ پولیس کو مفید مشورے قاتل کی گرفتاری کے معاملے سے دست بردار
 کے انکار پر پاسوں نے کی طرف غصہ کیا کا مرکز ایک پاسوں نے تو تھوڑی سی
 اپنے اپنی تجربات کی روشنی میں کتاب بھی لکھی۔ بلاخر یہ طے کیا گیا کہ تھوڑی سی
 اپنی کہان چاہتا ہے کیونکہ وہ ایک اور مرکز معاملے میں ناگزیر طور پر متعلق تھا۔
 مد کی کام نہ آئی۔

دہائے گرین کے حوالین کے سلسلے میں پانچ فروغ سے باہر ہوئی کہ پاس
 کو عمر سے یہ یقین تھا کہ قاتل حوالین کو ہر سب سے لے پولیس کا تھیل کا
 حالات ہوگا اور انہیں اپنی کار میں غالیات ہوگا۔ ان پانچ ملوک فروغ میں سے ایک
 دہائے گرین کی نامک فوری کے سطر میں پر پھاڑا تھا۔ وہ ملک ہے نہیں
 جب 14 فرستون کو 1998ء میں گرفتار کیا گیا تو اس کے جینے سے ایک برآمد
 ایک پولیس کار برآمد ہوئی۔ ملوک فوری ایک 3 کے قریب پولیس کے قریب
 1998ء کی تعداد میں ہرجم کا آگلیں ملوک 20 کیمنش فلیش بھی میں لکھی
 نے بہت سی حوالین کے گل کے وقت کسی دہری جگہ اپنے موجود ہونے کی تہمت
 کر دی تھی کے طور پر اسے ہمارا کر دیا گیا۔ 1991ء میں ملوک کے باعث دہائی
 اس کا لے پاک ملکی دہت شین یہ دہت کرنے میں صرف ہے کہ
 شین ہی دہائے گرین کا ہی کسی قاتل تھا اس نے کامیابی سے ملک شین کی
 دہت سے دہت کی اور جگہ ہونے کی تہمتوں میں ہمیں حوال کی ہیں۔ وہ آج کل
 کتاب یہ دہت کرنے کے لیے کہہ رہا ہے کہ اس کے ملکی نے پچھلے دہائی میں
 طرح پولیس کو اپنے آپ سے دہت

دہائے گرین کے حوالین کے معاملے کو دوبارہ دہت کرنے کی باتیں
 ہیں۔ یہ دہائی یعنی دی۔ اس کے شین نے قاتل کی دہت جس دہت

دہائے گرین کا قاتل ہے۔ ہم اس سے میں اخراجات کی زیادتی کی وجہ سے دہت ہو سکتی ہے۔
 ہرچی بہت بڑی سے دہت سے دہت گرین کے قاتل سے حقیقت کی جا سکتی ہے کہ وہ ایک
 دہت ہے غیر قص قاتل اس نے صرف لڑکیوں کو 10 سال تک اوسطاً چھ دنوں دہت
 کے بعد ایک لڑکی کو موت کا نشانہ بنایا۔
 دہت کی بھی تسل بھی تو نہیں ہوتی۔

بہت کی زبردست خبر

20 نومبر 2001ء جو کے دن کو سہل کی پولیس نے دہائے گرین کے قاتل
 دہت میں گرین دہت دے کو گرفتار کیا۔ اب تک یعنی اس خبر کے نشر ہونے تک وہ دی۔
 دہت نیت کی بنیاد پر تین قاتل سے دہت دہت ہو چکا ہے۔ تحقیقات جاری ہیں۔





جیک برڈ

(کلباز ابردار قاتل)

(1901ء تا 1949ء)

”تم سب محکمہ خیر لوگ جن کا اس معاملے سے کچھ نہ ملے گا ہے سب مجھ سے پہلے موت سے دوچار ہونے والے ہو۔“

جیک برڈ نے ان لوگوں سے کہا جسے قتل کے الزام میں موت کی سزا ملنے کے لیے کوٹیں تھیں۔

اگر ٹیکو (دانشمن) کی برق کلا کو جیک برڈ کے کلبازے سے اچانک قتل کیا جاتا تو وہ اپنے گھر میں جیک برڈ کو کلبازا تھا سے اچانک داخل ہوتے دیکھ کر خوف

سے بھاگتا۔ جیک برڈ گھر کے صحن میں سے کلبازا اٹھانے کے بعد کھلے مٹی دروازے سے باہر ہوا۔ اس نے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اپنے آپ کو لباس سے مکمل آزاد کر لیا۔ یہ کلبازا برہنہ آوی کلبازا اٹھاتا ہوا آپ کی سمت بڑھے تو یہ ایک بدحواس کر دینے والا شخص ہوگا۔ برقعانے اپنے پیچھے ہٹ کر قوت سے یہ منظر دیکھ کر چیخ ماری۔ اس کی چیخ کی وجہ سے ماحول میں کی تیرہ جودہ سال کی لڑکی بھولی کی چیخ بھی شامل تھی لہذا ان کے سر میں نے فوراً پولیس کو طلب کر لیا۔

جب تک کہ پولیس پہنچے تب تک دیر ہو چکی تھی۔ جیک برڈ تب تک دونوں ماں سے دیکھاڑے سے موت کے گھاٹ اتار چکا تھا۔ ان کا گھر نزع خانے کا منظر پیش کر رہا تھا۔ انہیں نے جیک برڈ کو اپنے جوتے اٹھائے ہوئے مٹی صحن میں جاتے ہوئے دیکھا۔ انہیں نے ایک لڑکی کی موجودگی اور اس کے مقابلے سے جیک برڈ کے لیے بہتر ہوتا کہ وہ خود کو اس کے حوالے کر دیتا لیکن اس نے پولیس پر چاقو سے حملہ کر دیا۔ پولیس نے اس کو گولی مار دی تاہم اسے مار مار کر اودھ سواہ کر دیا۔ نتیجے کے طور پر وہ کئی دن اسپتال میں رہا۔ جب اس کی صحت سوال و جواب کے لیے بہتر ہو گئی تو اس سے پوچھ کچھ شروع ہوئی۔

پولیس کے سرانجام رسالوں نے اس سے ملاقات کی۔ ابتدا میں اس نے خود کو بے گناہ اور مصوم ظاہر کیا اور پولیس سے کہا کہ انہوں نے غلط آدمی کو گرفتار کیا ہے۔ جب تک کہ پولیس نے اس کی چیخ پر برق کلا کے داغ کا تھوڑا سا حصہ چپکا ہوا حقیقت نہیں سمجھا تب تک اس نے اپنے جرم کو تسلیم ہی نہیں کیا۔ جب جیک برڈ کو یقین ہو گیا کہ وہ قانون کے جال میں پھنس چکا ہے تو اس نے پولیس کو اپنے ہاتھوں کے ہوئے بہت سے قتل کی تفصیلات بتائیں۔ اس کے خلاف فرد جرم تو گیارہ قتلوں کی پیش کی گئی لیکن اس نے گیارہ قتلوں کا تھا۔ جیک برڈ کی حقیقت یہ تھی کہ اسے قتل میں مرہ آتا تھا اور اس کی طبیعت یہ تھی کہ وہ قتل بھی سفید قام عورتوں ہی کو کرتا تھا۔

جیک برڈ سیاق و سباق میں کہتا تھا کہ قتل کرنے والا تھا۔ ایف۔ بی۔ آئی کے تمام افسرانے اس کے خاکے تیار کرنے والے ماہرین کے خیال میں متواتر قتل کرنے والوں میں سے ایک سفید قام مرد ہوتے ہیں۔ خواتین اور کالے لوگ عام طور پر کبھی متواتر پے در

پے گل کرنے والے نہیں ہوتے۔ اس لحاظ سے جیک برا ایک شخصیت ہی تھا۔
 جیک برا نے امریکہ کی سات ریاستوں کو "بلی ٹیٹل" نامی لٹریچر کی
 بھر اسکا "لوینڈ سڈوٹھ ڈاکٹر" وکٹوریا میں چالیس سے زیادہ کتابوں سے
 کی ذمہ داری قبول کی۔ 1947ء میں گرفتار ہوا۔ ان سوچے بچے قتلوں کے
 کالے علوم حاصل کرنے کا شوق بھی تھا۔ وہ بدلتی کی لعنت دوسروں پر پھینک
 کرتا تھا۔ جن افراد سے وہ نفرت کرتا یا جن سے کسی وجہ سے اس کے معاملے میں
 ہوتا وہ اس کے "طاقتی" ہوتے۔

چھ افراد جن کو جیک برا نے اپنی طاقت یا لعنت کا نشانہ بنایا وہ تھے
 وقتے بعد دل کے صدمے سے رہیں ملک عدم ہوئے۔ ذیل میں اس کے بعض
 کے متعلق چند حقائق بیان کئے جاتے ہیں:

① بیج ہانج جس نے مقدمہ قتل کی صدامت کی قبیح جیک کو براستانے کے
 کے اعداد و شمار خود موت کا شکار ہو گیا۔

② ایک ماہر ہی جگر پاش ایک کانٹیل جو مقدمہ سے حلقہ ہاتھ لگا
 بنا۔

③ اگلے ماہ سے سات سال کے چھ لڑکوں کو بھی شدید صدمہ مل گیا
 بھی مل گیا۔

④ چھ ماہ بعد لیٹینٹ شرمن پولیس امر جس نے جیک سے پہلے وہاں
 اہلک ہی موت کے حوالے میں چلا گیا۔

⑤ اس کے تقریبی ہی دنوں بعد سب ڈیو۔ سیلون جیک کاکیل (جو جیک
 موت کی سزا سننے سے نہ چھوڑا تھا) جیک کی مکی مکی کے منہ مر گیا۔

⑥ اس کے بعد چھ ہی آفر سے ہی وہاں جیک کا قتل کا معاملہ وہاں رہا
 خارج و انگلیں میں اہلک صدمہ مل سے لڑکی سے ہاتھ دھو بیٹا۔

وہ افراد جن کو جیک نے طاقت یا لعنت کی قبیح میں (اکثر پولیس
 اور اس کا مددگار ہیٹ سٹیل ڈیو سب۔
 ڈاکٹر لارن "جیک برا کی شیطانی قوت" پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ جنہیں وہ اس

نے کہا "میرے" "انسان اپنے حافطے میں حوالے کے ہر جیک برا نے اس کے لیے
 تھے۔

"جیک نے اپنی لعنت مجھ پر اپنی طوف پر مسلط نہیں کی۔ مجھے یہ
 سب کچھ ہیٹ سٹیل نے بتایا۔ وہ ایک روز میری لہجہ داری میں آیا
 کہ ہم دونوں بھی باقی چھ لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر جیک برا نے
 پھلک بھیجی ہے۔ اس نے کہا ہے کہ ہم ایک سال کے اندر اندر اپنی
 اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ ہم دونوں جیک کی اس پھلک پر
 نے وہ باہر جا کر ایک ایک جام نوش کیا۔ آخر افراد میں ہم جو
 طاقت ہیں تو یہ خالصتاً اتفاق کی بات ہے۔ باقی چھ افراد جو مر
 چکے ہیں وہ جیک برا کی پھلک (لعنت یا طاقت) کا شکار نہیں
 ہوئے۔" دل کے مریض تھے۔"

جیک برا اپنی موت کی سزا کو اپنی اپنی طرف قانونی کارروائیوں کے سہارے
 ایک ہی ماہ میں اسے انگلیں کی رہائی چل رہا تھا۔ وہ 15 دسمبر 1949ء کو
 شہر ہٹا دیا گیا۔





جیرالد شانو

(.1998т.1915)

”میں بیڑے کے چارے غارت کرتا ہوں۔“

九三

دستاء میں تو چھ ہفتہ خانوں میں کہنے کی مدد تک صورت بڑا تو جو میں قاضی جہا
اس نے اپنے قصہ احوال سے اسکا پس قل کر کے اور وہ بھی خالصتہ صورتوں کے پڑھ
کر دیا کہ وہ محض کتابی نوعیت کا صورت بڑا شخص نہیں تھا۔ اس کی معمول خواتین میں
سہاں کی عمر کی لڑکیوں سے لے کر 35 سالہ خواتین شامل ہیں۔
وہ ایک خوش ہاش قابل تھا۔ اگرچہ بعض خواتین اس کے ہنسی نوعیت کے جملوں
کا ذکر بھی نہیں ہو کہیں لیکن اسے اصل سرورہ دیکھ خواتین کو زود و کوب اور جزدار تھا

میں نے کہا کہ میں جانتی ہوں۔ اپنے جرائم کا اقبال کرتے ہوئے اس نے یہ بھی
 بھول کر خواتین کی لاشوں کی بھی بے حرمتی کی۔

[illegible]

اس نے جب ایک لفٹ مانگنے والی سڑک کی کیتھی لی کو شاہراہ
پہنچا تو اس کا ارادہ لفٹ کے معاوضے میں اس سے پیار و محبت طلب
کرنے کا تھا اسے قتل کرنے اور لایٹ دینے کا خیال دور دور تک اس کے ذہن میں نہیں
آتا تھے میں ایک ہوئی میں مات گزرنے کے بعد کیتھی لی جلدی جلدی اپنے گھر پہنچ
چکی تھی کہ وہ نما ہو کر کپڑے تبدیل کرے اور خوب لمبی جان کر سوتے۔ جب اس
سے اپنے اس ارادے کا اظہار مٹانو سے کیا تو بس مٹانو کا دماغ لایٹ اور تشدد کی طرف
موج کیا۔ مگر اس نے اپنے اوپر ضبط کیا اور اس نے کیتھی لی کے گھر میں باہیں ڈال کر
اپنے ساتھ چھوڑا چاہا تو کیتھی لی نے ہشت لچے میں مٹانو کو اپنے ہاتھ اس کے جسم
پر رکھنے کے لیے کہا اور ساتھ ہی اسے غیر مہذب کہا۔ بس یہ غیر مہذب کا لفظ جلتی
ہل ڈالنے کا سبب بنا۔

خانہ نے کہیں لی کو وہ چار طہا نے جو دیئے۔ وہ بہت روگنی اور اس نے کار

”انکار کے سوا کچھ چھوڑ دے۔ خطہ میں۔ آسام سے تینہ جاو۔ تم گاڑی سے

کر دیتا تھا گویا موت سے پہلے وہ اپنے کار کو کسی موتیں مانتا تھا۔ جو شخص اس کے سر پر اڑیں ضربیں لگاتا ہے اسے موت کے گھاٹ اتارنے کے لیے کیڑا کی ضرب کی کیا ضرورت ہے؟ یہ سزا کی نہیں تو اور کیا ہے؟
مارچ 1998ء میں قورنیا کی جیل میں ایک بجلی کی کرسی نے اس کی جان لی۔
نام جیرالڈ سٹانو تھا، ختم کیا۔



43

جنگ نامہ سے رزا، شیطان



ٹینڈ بنڈی

(1947ء تا 1989ء)

”میں انتہائی سرد مہر اور کتیا کا بچہ ہوں
اپنے غصے سے آپ کبھی نہیں ملے ہوں گے۔“
ٹینڈ بنڈی

لنڈا ہیلی ٹین اور لڑکیوں کے ساتھ ایک گھر میں رہتی تھی اور ڈاکٹرن سٹیٹ
ٹینڈ بنڈی میں پڑھتی تھی۔ جڑوچی طور پر وہ جنوب مغربی سلیک (ریف پر پھسلے کا کھیل)
کھیل کے لیے موسمیاتی پیش گوئی کے طور پر موسمی حالات کی رپورٹ بھی نشر کرتی تھی۔
جھنڈی کی آخری شب کو 1974ء میں وہ اپنے کمرے سے اٹھ کر لی گئی۔ وہ سرخ بالوں
والی ایک خوبصورت اور جوان لڑکی تھی۔ خوا کے بعد اسے مارا جانا گیا۔ اس سے زیادتی کی

گئی اور پھر اس کی کوپڑی توڑ کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ ٹیڈ بٹری نے ٹیڈ بٹری کو خواہ کتنے بد فعل اور زنا کار ہونے سے قائل کیا۔ اگلے روز لٹا کی ساتھیوں نے دیکھا کہ لٹا کا بستر تو بچھا ہوا ہے لیکن وہ موجود نہیں ہے۔ اس کے والدین بھی پروگرام کے مطابق اس کے ساتھ رات کا کھانا کھانے کے لیے آئے۔ جب لٹا انہیں ملی تو معاملے کی تازک صورت حال کے پیش نظر انہوں نے پولیس کو اطلاع دی۔ پولیس نے لٹا کے والدین کے سامنے اس کے بستر پر چادر اٹھائی تو انہیں سوکھے خون سے آلودہ ایک ٹیکہ ملا۔ ٹیکہ چادر پر بھی خون کے پتوں سے تلاشی پر الماری سے لٹا کا خون آلودہ ٹائٹ کون بھی دستیاب ہوا۔ اس سب سے ثابت ہوا کہ لٹا کو چھٹی سے مارا جاتا گیا ہے اور پھر اسے کہیں اور لے جایا گیا ہے۔ ایک سال بعد اس کی ٹوٹی پھوٹی کوپڑی بھی پولیس کو دستیاب ہوئی۔

لٹا اپنی ٹیڈ بٹری کے لاتعداد دکھانوں میں سے ایک تھی اور مقتولوں میں سے بھی ایک۔ اپنی موت سے پہلے ٹیڈ بٹری نے اپنے جرائم کا اعتراف کرتے ہوئے بتایا۔ جنس آٹ بھی اس کا ایک اور دکھ تھی۔

جنس آٹ نفسیاتی معالج کی موت بھی ایک حتمی حریف کی بات ہے۔ کیا آٹ سینٹیل پتھر سروں گروپ میں معاملات کو نفسیاتی طور پر جانچنے کی عادت کرتی تھی کہ نہ وہ غیر سادی حرکات کرنے والے افراد کی نفسیات میں انتہائی تربیت یافتہ تھی۔ اس کی عمر 23 سال تھی جن دن ایک سو ہاؤس اور قدر پانچ فٹ تھا۔ اس کی حامل ہی میں تھی ہوئی تھی اور وہ اپنی ملازمت کی وجہ سے دھمکن میں ایک سال میں اپنی ایک کھلی کے ساتھ رہتی تھی جبکہ اس کا شوہر کیلی فورنیا میں تھا۔

14 جولائی 1974ء کو جس دن وہ غائب ہوئی اس نے اپنی کھلی کے ہم راہ چھوڑا۔ اس نے لکھا کہ آج وہ ایک سالش کے ٹیٹ پارک میں سائیکل چلانے چائے گی اور اس لیے وہ سہرے کے بعد در سے گھر آئے گی۔ یہ جنس آٹ کا آخری پیغام تھا۔ اس نے دیا۔

اس کی بیٹی بھی لاش "ماہ بعد 6 ستمبر 1974ء کو ایک سالش سے "میل" پڑی لی۔ ٹیڈ بٹری نے اس کے پاس ایک نئی ہارو ڈالٹھس بچھا تھا اور اس سے چھوٹا

ٹیڈ بٹری نے اپنی ملازمت کے فاقوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے فاقوں کی مدد کرے۔ آٹ نے اپنی ملازمت کے فاقوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اس بارے سے مفرد شخص کی مدد کی اور خوش ہوئی۔

ٹیڈ بٹری نے آٹ پر بھارتیہ جی حملہ کیا تھا اور اسے قتل کر کے اس کی لاش کو اپنے بغیر جنگل میں پھینک آیا تھا۔ لاش دستیاب ہونے سے قبل جنگل جانوروں کے پھانسی سے بھجوزی تھی تھی اور کھائی بھی گئی تھی۔

تیڈ اور رابرٹ بٹری نے اپنے حلق بتاتے ہوئے جی کا کہا تھا کہ وہ انتہائی پرمعزز ہے، خود کوئی جرائم کی دنیا کی جتنی مرضی خاک چھانے وہ اس سے بدترین ظالم ہے۔ یہ کہ شخص شکل ہی سے دریافت کر سکے گا۔ وہ جی کھدے سے خصوصی رجعت رکھتا تھا۔ وہ اس سے ملنا حاصل کرتا تھا۔ پھر جسمانی نگار کے بعد قتل سے بھی محفوظ ہونے لگا۔ وہ لاش کو کھڑکی کے ڈھکوں، چھریوں اور اپنے ہاتھوں سے ملتا۔ انہیں گھسیٹتا، کھینچتا، نہیں لٹاتا۔ ان کے لباس کے پتھرے کر دیتا پھر بھی اس کے چہرہ ایسے تھے جنہیں غائب سے پہچاننے کے لیے موت نصیب نہ ہوئی۔ اس نے اپنی ایک دکھ کو اس حالت میں بچھا کر اس کا سر پاش پاش تھا اور بستر کی ایک سطح اس کی ہاتھوں کے درمیان پھنسی ہوئی تھی۔ وہ ٹوٹی ہوئی کوپڑی، سیرہ پن اور لٹائی چال کے علاوہ دعوہ رہی۔ اس کی زندگی آپ صبر کری سکتے ہیں کہ کیسے گزری ہوگی؟

ٹیڈ بٹری "تھا بھی پیدائشی طور پر حرای بچہ۔ پھر اس کا وجود ہی جسم بھائی میں گیا۔ جب اس کی مرتین سال کی تھی تو وہ چاقو سے کھیلنا پسند کرتا تھا۔ چاقو اس کی کڑھکی سے بہت دور تھا۔ اس کا ہاتھ اس کے ساتھ لے لے کر کھیلنا شروع کر دیا۔

ٹیڈ بٹری کی ذہنی نفسیات کیا تھی؟ اس کی نفسیات کی تعمیر کیسے ہوئی؟ وہ ایک کمال شخص کیسے تھا؟ وہ اس نے اپنی ذہنیت کے مفرد گھنٹوں نے 22 م کیوں کیے؟ ان باتوں کے بارے میں اس کے مقدمے کے فیصلے کے دن سے لے کر اس کی سزا کے وقت تک کھانا نہ کھاتا اور نہ کھاتا تھا۔ بٹری خود بھی یہ جانتا چاہتا تھا کہ وہ ایسا کیوں بن گیا تھا جیسا کہ وہ تھا۔ اس نے بھی دیکھا کہ کسی صحتی کو اپنی طاقت سے ایسے نہیں کیا جاتا ہے اس نے "برائی" کے فیصلے پر بہت کچھ کہا اور اس سے سنا بھی۔

انتہا میں بٹری کا طریقہ، دراصل یہ کہ وہ تھا۔ وہ اپنی خوبصورتی اور ذہانت سے

مورتوں کو بہکانے کا کام لیتا رہا اور وہ اس کے دام فریب میں آ کر اس کے ہاتھوں میں ڈوبتی رہی۔ وہ ایسے بہانے بناتا کہ اسے تھوڑی سی مدد کی ضرورت ہے اس نے جس پر وہی پہنٹی ہوتی اور کہتا کہ وہ یقین کرنا چاہتا ہے کہ قتل خاتون کی کار پھیل چکی ہے وہ کہاں ہے؟ یا پھر وہ اپنی کار کے خراب ہونے کا بہانہ بنا کر کسی خاتون سے اس کے ساتھ چلے پر راضی ہونے کے لیے یہ جملہ ہوتا کہ وہ اس عمرہ 'خصوصیت' اور اس کے ساتھ کچھ وقت گزار کر خوش ہوں گی۔ ایک نوجوان محبت کا ملائی تو یہ کہہ کر اس کے ساتھ جانے کو راضی ہوئی کہ وہ واقعی پولیس کا آدمی ہے۔ وہ جب اس کی کار میں سے اچھڑی پہنانے لگا تو اسے شک گزرا اور کسی نہ کسی طرح وہ اس کے دام فریب سے نکل گئی۔ اس واقعہ سے وہ اس قدر خوفزدہ ہوئی کہ اس نے بغیر کسی ساقی کے باہر گاڑی چلاتا ہی چھوڑ دیا۔ بڑی کے سزا پانے کے بعد اس نے خواہش ظاہر کی کہ بڑی کو سزائے موت دینے والی بجلی کی کرسی کا جن اس نے دیا تھا۔

ٹیل بڑی کے مقدمات بھی بس ایک مذاق ہی تھے۔ وہ اپنی مکالت آپ کو ایک مرحلہ تو جیوری کو یہ غور کرنے کے لیے کہ بڑی کا یہ سطرہ پن کیا حقیقت رکھتا ہے وہ خود ہی مدعا علیہ ہے خود ہی دیکھل صفائی ہے اور خود ہی صفائی کا گواہ ہے طویل شدت کرتا پڑی۔ اس کا کوئی بھی ڈرامہ کامیاب نہ ہوا کیونکہ اس کی تمام آنکھوں شہادتیں بال کاٹنے سے چرنے والے قاتلوں کے شکایات، اچھڑی اور اسی طرح کی دوسری چیز جن کا تعلق اس کے ہاتھوں ہونے والے قتلوں سے تھا، جھٹائی نہ جاسکتی تھیں۔ اسے 1999 جنوری 10 کو برقی کرسی سے سزائے موت دی گئی۔

آخری طعنہ ٹیل بڑی نے 30 قتلوں کا اقبال کیا۔ جن میں سے گیارہ اس نے واشنگٹن میں کئے تھے 'آٹھ لندن میں' تین کولمبیا میں' تین فلوریڈا میں' دو اور یوٹاہ میں' دو اوہائیو میں اور ایک کیلی فورنیا میں کیا تھا۔ پولیس نے کچھ اور قتل بھی جن کے بارے میں کچھ شہادت نہ مل سکی تھی اس سے منسوب کئے۔ اس طرح ٹیل بڑی کے قتل کی تعداد 39 ہو گئی۔ جب ایف۔ بی۔ آئی نے اسے اس کی فطرت کی کچھ کربلی کر اس کے کھاتے میں نہیں چھپیں قتل ہیں تو وہ جیسا کہ اس نے کہا کہ ایک کے بعد کا اور اضافہ کر لیں۔ کوئی بھی

اس کی اس طرح کو آج تک نہیں سمجھ سکا کہ وہ کیا کہہ رہا تھا کہ مقتولوں کی تعداد 37 کر لی جسے 130 — وہ اپنی چائیاں اور "ہوائیاں" ساتھ ہی لے گیا۔ ٹیل بڑی کے جانے بچکانے کا یہ تھے:

1974

- فروری — 21 سالہ لنڈا این بلی — 12 مارچ — 19 سالہ ڈونا مکیل مینسن
- اپریل — 18 سالہ سوسن رینکورت — 6 مئی — 22 سالہ رابرٹ پارکس
- جون — 24 سالہ بریڈا ہال — 11 جون — 18 سالہ جارجین ہاکنز
- جولائی — 23 سالہ جینس آٹ — 14 جولائی — 19 سالہ ڈینا نرٹاس لینڈ
- اگست — 20 سالہ کیرل ویلنڈر ویلا — 2 اکتوبر — 18 سالہ نینسی ولکوس
- اکتوبر — 17 سالہ میلیسا سمٹھ — 8 نومبر — 17 سالہ ڈیسی کینٹ

1975

- جنوری — 23 سالہ کیرین مکھیل — 15 مارچ — 26 سالہ جولی کوٹکم
- اپریل — 25 سالہ ڈیفس الیورسن

1978

- جنوری — 20 سالہ لیرا لیوی — 15 جنوری — 21 سالہ مارگریٹ یوشن
- فروری — 12 سالہ کبری لیچ





فرز ہارمان

"بینور کا قصاب"

"بینور کا آدم خور چنگاڈر"

(1879ء تا 1925ء)

"میں چند پر دو گھنٹوں کا اور تمام اجڑا کر ہائی میں اہل لوں
کا۔ ہر میں خون کو تنگ کروں گا اور ہڈیوں کو اس وقت تک توڑتا رہوں
گا کہ کدے میں بھی ٹوٹ جائیں۔ اب میں دل، پیچھے اور گردے
ٹالوں گا اور ہر ان کو کات کر دیکری میں رکھ لوں گا۔ ہڈیوں سے گوشت
اٹاروں گا اور انہیں اپنے سولی قیلے میں ڈالوں گا۔ ان کو کسی جگہ میں
بڑا میں بھانے کے لیے مجھے دو تین ہفتے چھوڑیں گے۔ مجھے پتہ

ی ہارمان نے لڑکھائی میں لکھن میں پیدا کرنے سے وہ نہیں سکا
قصاب۔ ہر میں خواہش اور ہر اجڑا ہڈی کاٹنے اور کھانے کرنے کے
اور کاتے کام سے قوی تر تھا۔"

فرز ہارمان اپنے کھوتے بیان کرتے ہوئے
میں ہفتہ کریں۔ میں کرس اپنی ماں کے ساتھ جنت میں جاتا تھا۔
ہارمان کا اپنے قتل سے میں جلدی سے خطاب

جوسی کے کثیر تعداد میں قتل کرنے والوں میں سے فرز ہارمان کی شہرت اس لیے
ہل کر ہے کہ اس نے قہورے وقت میں زیادہ انسانوں کو موت کے گھاٹ اپنے طریقے
سے ہارمان نے بارود یا گیس کا سہارا نہیں لیا۔ ہوتا یہ آیا ہے کہ ایسے کے بعد دیگرے
قے کاتے ہالے یہ کام اپنی زندگی کے عالم شباب میں شروع کرتے ہیں۔ بعض تو ایسا
بہر کام تھوڑے شباب ہی میں شروع کر لیتے ہیں لیکن فرز ہارمان نے یہ کام 1918ء میں
30 سال کی عمر میں شروع کیا۔ اسے یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ وہ بلا مبالغہ ایک سخت دل
کرم تھا۔ 30 میں سے تقریباً بیس سال جیل میں گزار چکا تھا۔
وہ ایک سنگڑ، چھڑا، انوکھہ، قاحل، آدم خور اور راجوں سے ہاتھی کرنے والا
بڑا ہی تھا۔

فریڈرک ہنرک کارل ہارمان 25 اکتوبر 1879ء کو پیدا ہوا۔ وہ اپنے والدین
سے پوچھنے میں سب سے چھوٹا تھا۔ پورا گھرانہ ہی نکلا اور ناکارہ تھا۔ اسی کا باپ ایک گالی
کھاتا کرتے رہتے اور شرابی کہلاتا تھا اور گھر سے زیادہ وقت شراب خانوں میں گزارتا تھا۔
ایک موقع پر اس نے ایک ریلے سے انجینئر کو مار ڈالا تھا۔ اس کی ماں ایک نفسیاتی مریدہ
تھی۔ اتفاقاً میں اس نے فرد کو لڑکا تسلیم ہی نہیں کیا اور اسے اس کے بچپن میں لڑکیوں ہی
کی طرح پالا۔ یہاں تک کہ اسے کپڑے بھی لڑکیوں جیسے ہی پہناتی رہی۔ اس کا ایک
بھائی تھا جس کا نام تھا ہنریک۔ وہ بچپن میں جیل کاٹ چکا تھا۔ اس کی
بھین نے ایک ہی رات ہارمان کا بچپن ہی وہ طوائف بن گئیں۔ خود ہارمان بھی بچے ہلا
تھا۔ مجھے کسی لڑکیوں اور لڑکوں پر ہنس جیتے کر چکا تھا۔ اسے اپنی کرتوتوں کی وجہ سے

لوہے کے کام کے سکول اور فوجی اکائی سے مسخر کیا جا چکا تھا۔ لہذا اسے ساتھ کام کرنے لگا۔

ہریانے نے کچھ وقت واپس ہریانہ کے ہسپتال میں بھی گزارا۔ پھر اٹھارہ سال مئی۔ بہت سے ماہرین کا خیال تھا کہ جب وہ فوجی دس گاہ میں رہا تو اسے کچھ دلم آئے تھے جن کی وجہ سے وہ دائمی مریض ہو گیا۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ جب وہ فوجی دس گاہ سے نکلا تو اس نے فوری طور پر ایک میں سلاحت سے کرلی اور پھر اسے چھوڑ کر فوج میں چلا گیا۔ فوج سے اسے جلد ہی فارغ کر دیا گیا۔ پھر اپنے باپ کے ساتھ رہنے لگا۔ یہی وہ وقت تھا جب ہریانہ بھنگ سے اور تباہ کرنے لگا۔

وہ سٹاک 'ڈکس' چوری اور دہا کاری میں ملوث رہے۔ اسے دہا کاری کا خوف لگا رہا۔ دہا فوجی دہا کاری بھی ہوتا رہا۔ وہ اپنی اپنی سال کی عمر لے کر تیسویں سال تک کی مرحہ نیل پترا کر چکا تھا۔ اعداد یہ کہ جس قدر وقت لے گئیں میں گزارا اس سے زیادہ وقت اس نے نیل میں گزارا۔

1918ء میں نیل سے رہا ہونے کے بعد ہریانے نے اپنے کمرہ میں آہر جرائم شروع کئے جن کی وجہ سے اسے سب پانے لگے۔ پانچ سال تک وہ بدترین جرائم کے باوجود گرفتاری سے بچا چلا آیا مالا لگے ایک مرحہ ایک جہاں لڑکے ہو جانے پر پولیس نے اس سے پوچھ گچھ بھی کی۔ اس کم ہونے والے لڑکے اس کی انکسٹری کے پیچھے چھپا ہوا تھا لیکن پولیس اسے کبھی حاش نہ کر سکی۔ اس نے ایک قید بھی کالی لیکن اس کا تعلق محفل لڑکے کی کشمکش سے نہیں تھا پولیس نے اسے ایک لڑکے کے ساتھ ایک ہجر میں سونے کے جرم میں گرفتار کیا تھا۔ اگر پولیس اس سے جواب کرتی تو شاید اس کے جرائم کا حصہ نہ ہو جہاں قتل نہ ہوتا۔

1923ء میں نو لڑکے کے جرم میں اپنی شیریں جانی سے فوج میں رکھا گیا۔ پھر 1925ء میں اس سے خلاف وضع فوری قتل کرنا اور پھر اپنے ماضی سے فوج کی سائنس کی ہائی کواکٹ دہا کاری کے گوشت کو گرن تک چھپاتا چلا گیا۔ اور فوج سے لڑکے بنا کر جنگ دہا اس علم و حکم کو کافی خیال کرتے ہوئے

جس کی دھت گجیر کارروائیاں بھی کرتا۔ اپنے مردہ ہار کے گوشت کو بھونے پھندے سے نہ نہیں ملنے کے لیے ایک مارکیٹ میں فروخت کرتا۔ وہ جان بوجھ کر اپنے لڑکوں کو پھر معمولی دانتے کا گوشت کھلا کر آدم فوری پر مائل کرتا کیونکہ وہ ان کو تو نہیں دیتا تھا کہ وہ انسان ہی کا گوشت کھا رہے ہیں۔ اس کی ایک گاہک ہریانے سے گوشت لے کر پولیس کے پاس لے گئی کیونکہ اسے یقین ہو چلا تھا کہ وہ عام گوشت نہیں

"لڑکے کریں محترمہ" پولیس نے اس عورت کو کہا "یہ سو کا گوشت ہے۔" عالم ہریانہ اپنے ہار کی ٹوٹی پھوٹی ہڈیاں اپنے پڑوسیوں کو دے دیتا۔ وہ ان کو بھون کر کھتے اور ان کا "سوپ" بنا کر پیتے اور خوش ہوتے۔

ہریانے نے آخری ہار 1924ء میں کیا۔ اس کے بعد وہ گرفتار ہو گیا۔ اس پر 27 نو جوان لاکوں کے قتل کا الزام تھا۔ قتل کے علاوہ اس پر دہا کاری کے الزامات کا تو فوری نہ تھا۔ 24 قتل تو روز روشن کی طرح ثابت شدہ تھے۔ عدالت میں مقدمات کے دوران وہ اپنے دفاع کے لیے عجیب و غریب حکایت کرتا رہا۔ اس کی ان حکایت کی وجہ سے چکا کو اور نڈ بڑی نے جہدہ دور میں عدالتوں میں اس کا کردار ادا کیا۔

اپنے دفاع میں اس نے کہا: "مجھ پر یقین کیجئے کہ میں چار نہیں ہوں تاہم مجھے کسی سرورہاں کے دوسرے پڑتے ہیں۔"

اس کے دفاعی دلائل اس کے کام نہ آ سکے۔ اسے چوبیس مرحہ موت کی سزا سنائی گئی جس کی 1925ء میں بیٹورہ ڈکٹن اسکوائر میں کمرہ سے اس کی گردن اڑا کر ایک ہی دفعہ قتل کر دی گئی۔ اس کے قتل کے بعد ایک خط ملا جس میں اس نے لکھا تھا کہ وہ مریضیں سکا وہ پھر جانیں آئے گا۔ اپنی زندگی کے دوران اور اپنی موت کے بعد بھی ہریانہ کو اسرار تھا کہ اسے اپنے اہل آلہ سے گہری مسرت حاصل ہوتی تھی۔ ہریانے کے دفاع کی تحقیقاتی رپورٹ بھی غیر فیصلہ کن تھی۔



رچرڈ کلنسنکی

(برفانی آدمی)

(1935ء)

”میں ایک محقق اور حیرت انگیز سے کام کرنے والا شخص ہوں۔ میں کسی کوئی بھی کام بروہ کرنے کو کہنے کروں گا اور اس کا ساتھ لوں گا۔“
رچرڈ کلنسنکی

رچرڈ کلنسنکی کو 100 برس لوگوں میں اس لیے شہر کیا گیا ہے کہ
پیسے یا دنیاوی سہولتوں کے لیے یا اپنے جذبات کی تحکیم کے لیے قتل کرتا تھا۔
اس نے ابتدائی عمر میں گل و غارت شروع کر دی۔ وہ اپنے کام

جنگلاتوں میں رہا تھا اور وہ کسی بھی اخلاقی قدر کی پرواہ نہ کرتا تھا جس سے کسی انسانی جان کے لیے دکھ تھا اور وہ کسی بھی چیز سے ڈرتا تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اسے لوگوں کو جان سے مارنے پر کوئی ممانعت نہیں تھی کیونکہ جب وہ بچہ تھا تو اس کا باپ اس سے خیر نہ برتاؤ کرتا تھا۔ جس سے بچے میں اس نے دانت اپنے آپ کو دوسروں سے قاصطے پر رکھا اور اپنی تربیت ایسی کی کہ وہ اپنے جملہ احساسات کو اپنے ارادوں کے تابع کر لیا۔ اس نے یہ بھی تسلیم کیا کہ جب اس کے بچپن میں اس پر برا وقت آیا تو اس نے کمزوری اور جذباتی نری عسوس کی لیکن جب اس نے زندہ یا مردہ اس کے لیے صفر کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کے ہونے یا نہ ہونے سے اس کی زندگی میں کوئی فرق نہ تھا۔

اس کے لیے کسی کو جان سے مارنا خالصتاً کاروباری معاملہ تھا۔ ایک مرتبہ اس نے ایک انجینی آدمی کو مکان سے (حیر یا لالہ) یہ جاننے کے لیے بلایا کہ مکان اچھا آگ لگ جاتا ہو سکتی ہے یا نہیں۔ (مکان طیفہ آگ ثابت ہوئی)۔ اس نے ایک اور مرتبہ بڑی لاپرواہی سے اس آدمی کو بھی مار ڈالا جو فریج کی روشنیوں کے نیچے کھڑا تھا۔ اس نے اس انجینی یا ٹیپوگراف شخص کو روشنیوں کے نیچے سے ہٹانے کے لیے گولی مار دی۔

کلنسنکی اس وقت مجموعی طور پر انتہائی تھکاتی ٹیل لیو جری میں عرق کی سزا کا سامنا کر رہا تھا وہ اپنے محققین کی معتد بہ قتلوں کی وجہ سے ”بیر“ سمجھا جاتا ہے۔ اس نے اس سے حلق دو دستوں بڑی قمیص پہنی ہوئی جن میں اس نے بڑے غر کے طور پر اس کے ساتھ ساتھ لیو سے تھکائی کیا۔ ایک کتاب بھی اس ”قائل ٹھیکیدار“ کے نام سے لکھی گئی ہے۔

اس نے دوسروں کو جان سے مارنے کا کاروبار چھ سال کی عمر سے شروع کیا۔ اس کی پہلی قتلگاہ میں وہ گاڑیوں کی چھری، شیشی کی خرید و فروخت اور ناجائز اشیاء کی نقل و حمل میں مصروف رہا تاہم ”کرنے کا قائل“ ہونا بھی اس کا انسانی اور انسانی کا کاروبار تھا۔ اس آخری کاروباری صنعت میں وہ ساکائیڈ کا استعمال زیادہ پسند کرتا تھا۔ اس نے وہی موت خاصی دھوکا دیا کہ وہ ہلاک ہوتی ہے لیکن ساکائیڈ سے کسی کو مارنے کی بجائے کھیل نہیں کیونکہ اسے خدا کا میں لہتا پڑتا ہے اور اس کا جسم ہوتا

مقتول ہوتا ہے۔ تاہم اس کا یہ مشکل مسئلہ بھی 1980ء میں حل ہوا تھا۔
 مسٹر سائی سے ہوئی۔ وہ ایک آئس کریم کو بیٹوں سے وہیں لے جانے کا کہنا
 اور جب وہ قریب قریب کے علاقوں میں آئس کریم دیتے ہوئے ایک آئس کریم
 گاڑی میں کرائے کی دھڑ سے بھر لائے اور لے جانے میں بھی حلقہ ڈاکو
 کریم تقسیم کنندہ نے کفلسکی کو بتایا کہ ساتھ ساتھ زہر کو کسی طرف سے ڈاکو
 کیا جاتا ہے اور پھر اسے کسی پھر کا کرنے والے میں ڈال کر ڈاکو سے
 امداد بھیجا جا سکتا ہے۔ بس کفلسکی کو یہ کہہ دیا کہ وہ خاموشی سے اپنے جوتے
 پہنے اور پھر پھر پھر اپنے ہاتھ کے چھوڑے گا۔ بس چھوڑا۔
 مقدمہ حاصل کر لے گا۔

کفلسکی نے اس نسخے کو بڑا کامیاب پایا اور ایک مرتبہ اس نے
 پھر سے کر کے چند قدم پیچھے ہٹا۔ چند سیکڑے کے اندر آپ کہہ دیں کہ
 گا۔

کفلسکی یہودیوں پر لے گا بھی بڑا مہر تھا۔ وہ بڑا کامیاب تھا۔
 طریقے پر قتل کر کے پھانسی نہیں چاہتا تھا بلکہ قتل کے لیے عام طریقے پر
 قتل دانا چاہتا تھا۔ گھر گھر گیا، گاؤں گاؤں، دھڑ دھڑ، دھڑ دھڑ، دھڑ دھڑ
 چاہتی تھی کہ مقتول کے لیے کوئی طریقہ مناسب رہے گا۔ عموماً اپنے ہاتھ کو
 مارتا اور مقتول کو بڑے سے قوت سے پیٹ لیتا پھر اس کے دل پر چھوڑا دیتا
 کا خون تنگ کرتا۔ پھر مقتول کے جسم کے چھوڑے چھوڑے کوٹے کرتا۔
 دلدلوں میں بیٹھ آتا۔ اس سے حلق پر بھی مشورہ تھا کہ 33 ملین کے
 اجسام کو ڈال دے اور کہیں دھن کر دیتا ہے۔ (ایسا کرنے کے لیے اسے بھی کسی
 کے جسم کی کوئی نہ کوئی ہڈی دارم کے اندر کرنے کے لیے توڑتی پڑتی تھی)

دلچسپ بات یہ ہے کہ کفلسکی کو "برقانی آدمی" نہ پکارا جاتا تھا۔
 رکھے دلا سرد سرد تھا (یعنی وہ ایسا ہی تھا)۔ اس کو برقانی آدمی اس لیے کہا جاتا تھا
 اوقات اسے اپنے ہاتھ کو سر سے تنگ لپٹ کر سر میں رکھتا پڑتا۔ صبح بچے
 کھیت میں یا دلدلی جوڑ میں بیٹھ آتا۔ وہ اس بات پر یقین رکھتا تھا کہ

جین نام۔ 10 شیطان

جین کے سے پالیس کو اس کی شہادت مشکل ہو جاتی ہے اور یہاں اسکا وہی شہادتیں کر رہ
 جاتی تھی۔

بعد آف اکیمل، تبا کو اور اس طرح جات پھر جی 'تاریخی جرنل آفس' 'نور جی'
 جین پالیس اور کریم ہنسک فورس نے ایک خفیہ فلم شہر کے صدر پر تشکیل دی جس نے
 1980ء میں ملک ہنسکی کو کوچ 100 اور اس کی گریٹی شروع کر دی۔ 1988 میں وہ ہلا کر
 ایک قتل کے الزام میں گرفتار ہوا۔ جب اسے قتل لے جایا جا رہا تھا تو اس نے حقائق گوارا
 سے کیا کہ وہ اس کی زنجیروں اور جھڑپوں کو قبول دیتی۔ لارنا پھر وہ ہمارے کا تو وہ بھانجے
 سے اسے پیچھے سے گولی مار دی۔ قتل میں دوسروں کے قابو میں رہنے سے وہ مر جاتا
 ہو رہا تھا۔

یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ پالیس نے اس کی مجموعہ سے اتفاق نہیں کیا اور اب
 قتل کی لکی سلاخوں کے پیچھے ہے کہ وہیں سے اس کے زعمہ دہلیش آنے کی کوئی امید
 نہیں



46



موسز سٹھول

”اے بی سی قافل“

(1965ء تا)

”میرے پاس ایسے الفاظ نہیں جن سے میں ان نوجوان عورتوں کی باتیں اور رشتہ داروں کے دھمکیوں کی جیسے کم کر سکوں جن کو اس قدر بے بسی سے پہلے انسانی خواہشات کا ظہور ملایا گیا اور پھر ان کو چہن سے مار دیا گیا۔“

موسز سٹھول کو سراسر اس وقت جج ڈیڈ کر لیں کا جملہ

موسز (موسیٰ) ایک بہت بڑے ماہیچا، دنیا کو آئینہ دینے والے اور دنیا کے خلیوں کے پیچھے کا نام تھا۔ بائبل کے حوالے سے اس نام کے معنی ”حوالے کر“

اس کے چہرے میں یہاں جس موسز کا ذکر ہم کرنے والے ہیں وہ اپنے پرانے نام کے تسمیہ کرنا اور تسمیہ شدہ بہترین ورثے سے خوفناک برکتی اور انحراف رکھتا ہے۔ موسز ”حوالے کرتے“ ہی کی ”صفت“ رکھتا ہے۔ اس نے چالیس خواتین کو تاریکی کے حوالے کیا اس نے چالیس خواتین کو ایک ایسے ڈراؤنے خواب کے حوالے کیا جس میں وہ خوف سے نجات صرف موت کے ذریعے ہی ممکن تھی۔ اس نے ان عورتوں کو ایڈز کے مریض کے حوالے کیا کہ اگر وہ زندہ رہیں تو ایسی سزائے موت پائیں کہ اس جرم کے خلاف کوئی قانونی چارہ جوئی نہ ہو سکتی۔

جب فوج داری مقدمے کی جیوری کرنے والا ایک عدالتی اہلکار وڈیو ٹیپ لے کر عدالت میں داخل ہوا تو جیوری خاموش بیٹھی تھی۔ اس نے وڈیو ٹیپ کو دی سی آر کے ساتھ توٹی وی نے فوراً موسز سٹھول کو دکھانا شروع کر دیا جو ایک سیب کھا رہا تھا۔ وہ نہ تو کی نگاہ میں تھا اور نہ ہی متردد۔ اگلا پورا ایک گھنٹہ وہ بڑے سکون کے ساتھ 37 عورتوں کے ناموں سے زیادتی اور پھر ان کو قتل کرنے سے حلق پاتا رہا۔

وہ عورتوں سے نفرت کرتا تھا کیونکہ ایک عورت نے اس سے حلق بھوٹ بولا تھا۔ اس نے طاقت کرنے والے میڈیا کے نمائندوں کو بتایا کہ ایک عورت نے اس پر حملہ کیا کہ اس نے اس عورت کے ساتھ زیادتی کی ہے حالانکہ اس نے ایسا نہیں کیا تھا۔ لیکن جھگی نے اس عورت کو سچا سمجھا اور موسز سٹھول کو جنوبی افریقہ کی جیل میں سات سال کی سزا سنائی۔

جیل سے رہائی کے بعد اس نے فیملی کیا کہ وہ اس ناانسانی کا بدلہ لے گا۔ کیا وہ اس ناانسانی کا بدلہ لینے اس عورت جس نے اس پر الزام لگایا تھا، تک پہنچا نہیں۔ اس نے ہر اس عورت کو ذبح کیا جس نے اس کے ذہن میں الزام لگانی والی عورت کی یاد تازہ کی۔ موسز نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے بتایا کہ وہ کبھی کبھی اپنی ہتھکڑی کی جھلکیوں کی لاشوں کو سکھائی ہوئی ہائی پڑ کے ماہن میں ڈالنے کے لیے ان کے اوپر ”سکھائی“ کا قتل گشت (کرسٹن اور یوکرین کے قریب اس پھاڑ کا دامن نکلی ہتھیار کے

خواتین سے پہلے جنونی فریقہ کے قاتلوں کے لیے ناشی گھاسنے کا کام تھا۔
اپنے اس گھڑ بھر کے ایمان کے دھواں موہر حصول نے ایک مہینے میں
بھی شرمندگی کا اظہار اپنی کرتوتوں اور جرائم پر نہیں کیا بلکہ انہی کے خلاف
انگریز لقب "جنونی فریقہ" کا بدترین سوا کر ل کر سنے ملا دیا گیا تھا۔
اس سے بدترین مخالفت کی حیران کن مثال کیا ہو سکتی ہے کہ ہر سو

تیس سال کی عمر میں جیل سے رہا ہونے کے بعد منجلی بکروں کے خلاف ایک
مشعل ایک خیراتی ادارہ قائم کیا۔ انگریزی میں اس کا نام "Youth Against Human Abuses"
تھا۔ اس ادارے کے مقاصد میں
ہکاڑ اور ان کے خلاف ہونے والے خفاک جرائم کا خاتمہ تھا۔ ادارے کا مقصد
موہر حصول تھا۔ جیسا کہ موہر حصول اور اس کے سرگرم کارکنان کے ہر ہندوستان
اور ہی تھے جن کی ذمہ مثال موہر کا کردار اور عمل تھا۔

موہر حصول خواتین کے پاس جاتا اور اپنا تعارف بطور ہائی اور توہین
مخلاف انسانی ہکاڑ" کے کرتا۔ اس نے مناسب ترین لباس پہن رکھا تھا۔ وہ
شیریں اور نرم لہجے میں گفتگو کرتا اور کسی نہ کسی جملہ معترضہ کے تحت قلوب خواتین کو
وجہ کہ وہ شادی شدہ ہے۔ خواتین جلد ہی اس کے بے ضرر ہونے کے باعث تھیں
دیتیں بلکہ اس کے ٹیک مقاصد کے حوالے سے اس کی مدد کرتیں۔ وہ کسی نہ کسی
بہانے کسی انتہائی دیران ملائے میں لے جاتا اور جب تک کہ خاتون کو پتہ نہ چلا کہ وہ
ظلم کی مرکب ہو چکی ہے اسے اس مافیہ پر اصرار نہیں کرتا چاہے مگر جب تک بہت
پہلی ہوئی۔

ہر ہندوستان موہر حصول اپنی کارروائی کو عوامی کرتا بھڑکا کر دیتا اور پھر اس
کسی زیر جامہ سے اس کا گلا گھونٹ دیتا۔ اس قسم کی حرکات بلکہ جرائم کا موقع موہر
کو پورے اظہار ملتا اور اس کے بھڑکاہٹوں اور خواتین کے قتل کی صورت میں
ایک بنتی ہے۔

جنونی فریقہ کے قاتلوں کے لیے ناشی گھاسنے کا کام تھا۔
اپنے اس گھڑ بھر کے ایمان کے دھواں موہر حصول نے ایک مہینے میں
بھی شرمندگی کا اظہار اپنی کرتوتوں اور جرائم پر نہیں کیا بلکہ انہی کے خلاف
انگریز لقب "جنونی فریقہ" کا بدترین سوا کر ل کر سنے ملا دیا گیا تھا۔
اس سے بدترین مخالفت کی حیران کن مثال کیا ہو سکتی ہے کہ ہر سو

تیس سال کی عمر میں جیل سے رہا ہونے کے بعد منجلی بکروں کے خلاف ایک
مشعل ایک خیراتی ادارہ قائم کیا۔ انگریزی میں اس کا نام "Youth Against Human Abuses"
تھا۔ اس ادارے کے مقاصد میں
ہکاڑ اور ان کے خلاف ہونے والے خفاک جرائم کا خاتمہ تھا۔ ادارے کا مقصد
موہر حصول تھا۔ جیسا کہ موہر حصول اور اس کے سرگرم کارکنان کے ہر ہندوستان
اور ہی تھے جن کی ذمہ مثال موہر کا کردار اور عمل تھا۔

موہر حصول خواتین کے پاس جاتا اور اپنا تعارف بطور ہائی اور توہین
مخلاف انسانی ہکاڑ" کے کرتا۔ اس نے مناسب ترین لباس پہن رکھا تھا۔ وہ
شیریں اور نرم لہجے میں گفتگو کرتا اور کسی نہ کسی جملہ معترضہ کے تحت قلوب خواتین کو
وجہ کہ وہ شادی شدہ ہے۔ خواتین جلد ہی اس کے بے ضرر ہونے کے باعث تھیں
دیتیں بلکہ اس کے ٹیک مقاصد کے حوالے سے اس کی مدد کرتیں۔ وہ کسی نہ کسی
بہانے کسی انتہائی دیران ملائے میں لے جاتا اور جب تک کہ خاتون کو پتہ نہ چلا کہ وہ
ظلم کی مرکب ہو چکی ہے اسے اس مافیہ پر اصرار نہیں کرتا چاہے مگر جب تک بہت
پہلی ہوئی۔

ہر ہندوستان موہر حصول اپنی کارروائی کو عوامی کرتا بھڑکا کر دیتا اور پھر اس
کسی زیر جامہ سے اس کا گلا گھونٹ دیتا۔ اس قسم کی حرکات بلکہ جرائم کا موقع موہر
کو پورے اظہار ملتا اور اس کے بھڑکاہٹوں اور خواتین کے قتل کی صورت میں
ایک بنتی ہے۔

ایک کوٹھڑیہ ہے کہ ملک میں نسلی امتیاز کے خاتمے کے بعد بہت سے سیاہ فام
انہی نے اپنے آپ کو اس قدر غربت میں گمراہا پایا کہ وہ اپنے بچوں کی پرورش بھی
نہ کر سکتے تھے۔ موہر حصول کی ماں بھی ایسی غریب عورتوں میں سے تھی اس نے اپنے
بچے کو ایک جیم خانے میں بھیج دیا۔ اسی طرح موہر حصول اپنے نشوونما کے دور میں ایک
منجلی ننگی سے عزم ہوا۔ یہ عروسی شاید وہ ملائی ضرر ہے جس نے اسے ایک پے
سپان کرنے ملا دیا۔ اس کو فخر کی حالت میں بھی دلائی موجود ہیں۔

ایک کوٹھڑیہ ہے کہ ملک میں نسلی امتیاز کے خاتمے کے بعد بہت سے سیاہ فام
انہی نے اپنے آپ کو اس قدر غربت میں گمراہا پایا کہ وہ اپنے بچوں کی پرورش بھی
نہ کر سکتے تھے۔ موہر حصول کی ماں بھی ایسی غریب عورتوں میں سے تھی اس نے اپنے
بچے کو ایک جیم خانے میں بھیج دیا۔ اسی طرح موہر حصول اپنے نشوونما کے دور میں ایک
منجلی ننگی سے عزم ہوا۔ یہ عروسی شاید وہ ملائی ضرر ہے جس نے اسے ایک پے
سپان کرنے ملا دیا۔ اس کو فخر کی حالت میں بھی دلائی موجود ہیں۔

ہوئے وضاحت کی۔ "خانمان کسی شخص کے لیے ایک ایسا مکان ہے جہاں اپنی قدر و قیمت سے کوئی سب کچھ بیکہ سکتا ہے۔ اگر یہ مرکز آپ کو میر نہیں آتا تو ہم یہ فیملی اصول ہیں نہ اقدام اور نہ ہی کوئی ایسی چیز جو آپ کو انسانی زندگی سے آگاہ کر سکے۔"

ان نکات میں سے اگر کوئی نکتہ یا طرفہ مہر حصول یا حصول سے متعلق ہو
آخری جملہ کہنے کو رہ جاتا ہے جو نسل امتیاز کے خاتمے کو مہر حصول کی تکمیل قرار
تاجم یا پانی کو گھلا کہنے والی بات ہے یہ اس کے کرتوتوں کا ثبوت کہ کس
میں۔



مارٹن برینٹ

(1966)

میں نے اب بات نہیں کر سکتا میں اس وقت غیبِ لطفِ ہمارا ہوں۔ میں
 ہمارا ہوں اگر اب تم نے مجھے پھر سے فون کیا تو میں برقی کوکری
 ماروں گا۔

میں نے یہ سنا تھا کہ یہاں سے اس وقت تک
 گئے ہیں جب وہ اس کے ساتھ تھے
 میں نے یہ سنا تھا۔

دنیا کی تمام متضیق اقوام میں سے آشوری قوم میں انسانی عقل کی شرح بہت کم ہے۔ اس کے باوجود آشوریا کو اس حقیقت کا بھی علم ہوتا ہے کہ وہ ایک ایسے شخص کا

وہن بھی ہے جو لہو و لہب کی خاطر بدترین قتال کا اہم دار ہے۔
28 اپریل 1996ء کو اوار تھا۔ اس دن 28 سالہ مارٹن بریڈ

آسٹریس 7 یو کے تاریخی مقام آئرنبرگ پر واقع تھا اہمیت میں ایک نئے رنگ کا پھول اٹھا لگا تھا جس میں دو راکٹس تھیں۔ یہ دو راکٹس 15 راکٹس اور دوسری انٹس۔ کے ایس اے کے ہتھیار تھے۔ دونوں طاقتور فوجی ہتھیار تھے۔

کھانا لانے کا حکم دے کر وہ بیرونی ہال کوئی پھینے گیا اور گرد و پیش پر ہونے سے خود ہی چند جیلے کہے کہ یہاں بہت سے سفید فام سیاہ تو خیر آ رہے ہیں۔ پھر اس نے ڈٹ کر کھانا کھایا۔

ڈیڑھ بجے کے قریب وہ پھر کینے کے اہم آیا اور اس نے اپنے بچے زپ کھولی اور اس میں سے ایک راکٹ نکالی اور لوگوں کو نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ تو جان سے مارے گئے جبکہ پندرہ ڈیڑھ بجے پھر وہ باہر آیا۔ پہلے ایک بس دھماکا کیا اور پھر تین اور پانچ سال کی دو بچیوں کو ان کی ماں کے ساتھ ہی قتل کیا۔

ایک نو جوان بریڈ کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی عکیر کو اس نے سر کے گچی پر گولی مار کر ہلاک کیا تھا۔ بریڈ نے ایک پانچ سالہ لڑکی کا تعاقب کیا جو ایک دھماکے کے پیچھے چھپ رہی تھی۔ پہلے اس نے اس لڑکی کی ماں کو گولی کا نشانہ بنایا اور پھر بالکل قریب سے اڑا دیا۔ ایک ماں نے چلا کر ایک بگلی حالات کے کارندے کو اپنی کا خیال رکھنے کو کہا جبکہ اس کی بیٹی اب زخمی نہیں رہی تھی۔ ایک مرد نے جو ایک دھماکے سے چھپا ہوا تھا غلطی سے ہل چڑا کر وہ (قاتل) چلا گیا ہے۔ بریڈ نے اس کی سن لی اور واپس آیا اور اس کے سر پر گولی مار کر اپنے ہدف کے اس قدر قریب گیا اور گولی اس قدر طاقتور تھی کہ اس آدنی کا سر دھماکے سے پھٹ گیا۔

اپنی کار تک جاتے ہوئے مارٹن بریڈ کو جو بھی آدنی نظر آیا اس نے اس کو جان سے مار دیا یا پھر شدید زخمی کر دیا۔ پھر وہ ایک گیس اسٹیشن پر گیا۔ وہاں اس نے کار سوار جوڑے پر حملہ کیا۔ صحت کو تو جان سے مار دیا جبکہ اس نے مرد کو کار کی آدنی سے اڑا اور اسے پر غمال بنا کر پورٹ آؤٹر سے چارسل کے قافلے پر ایک ساحلی پٹی تک لے گیا۔

وہن کو آگ لگائی تو وہ آدنی بھی جل کر مر گیا۔ وہ سو آدنی جو ایک میں تھے (ان میں سے ایک کان کا مالک تھا) وہ بھی بریڈ کی برصیت کا شکار ہوئے۔ بریڈ پورٹ آؤٹر پر راکٹوں کی بارش کے سوا کچھ کے بعد اس غوثی کھیل کا مارٹن ہیں۔

بریڈ نے جب ساحل کنج کو آگ لگائی تو اس کے اپنے کپڑوں کو بھی آگ لگ گئی۔ وہ فلوں میں لپٹا باہر کی سمت بھاگا۔ اپنے جلتے ہوئے کپڑوں کو اپنے جسم سے ہٹا دیا۔ اسی حالت میں اسے گرفتار کر لیا گیا اور علاج کے لیے ہسپتال لے جایا گیا اس جے سے پیدا ہونے والے زخم دوسرے حصے کے تھے۔

بریڈ کے ان انسانی دکھوں کی تعداد اس طرح تھی۔ مردہ 35، زخمی 18 اور زخمی کی عمر تین سال سے 72 سال کے درمیان تھیں لیکن اس پر 88 دھماکے کے تحت قتل ہو گیا جن میں سے 34 تو قتل مردہ 19 قتل کی کوشش سے حلق قہیں جبکہ باقی مارنے کے لیے ملے۔ جسم کو شدید نقصان پہنچانے کے لیے زخم لگانے 'آگ سے جلنے اور غیر قانونی طور پر کسی کی جائیداد کو آگ لگانے سے حلق قہیں۔ اسے ان تمام جرائم میں مرقہ کی سزا ہوئی۔

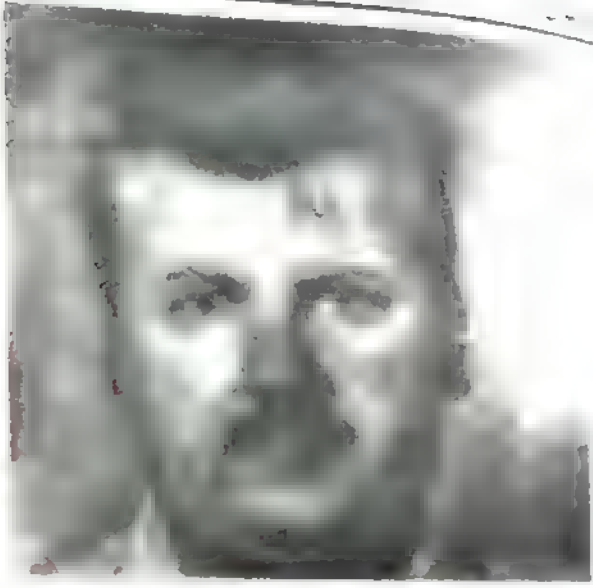
جب وہ جیل میں تھا تو اس نے چار مرتبہ خودکشی کی کوششیں کیں۔ اس نے اپنی مار پر سے دھن کی شریان کو کاٹا۔ زیادہ مقدار میں نیند کی گولیاں کھائیں، غلوں کے ساتھ چاکلیتے کی کوشش کی اور ایک تو قہ بیٹ کی ٹیوب گئے میں پھنسا کر اپنا دم گھونٹنے کا قہم کیا لیکن اس کی کوئی کوشش کامیابی سے نہ کاربند ہوئی۔

مارٹن بریڈ کا معیار ذہانت 88 تھا لیکن وہ بائبل سنے کا پکا ارادہ رکھتا تھا اور جیل میں ہر میں نہیں تھا۔ اسے قہے کا سامنا کرنے کے بل قرار دیا گیا۔ اس کی نفسی رپورٹ تھی ہے: "مستر بریڈ کی محدود شعوری صحت اور اس کے برابر اہمیت رکھنے والی کسی کے جذبات کو سمجھنے اور کسی کے بارے میں احساس رکھنے والی اور اس احساس کا تعجب سنے والی محدود محاش نے اس کے احساسات میں غلط پیدا کر رکھے ہیں۔ ان محاش کی وجہ سے وہ پھر یہ جیسی سے حلق سوچتے ہی پر مجبور نہیں ہوا بلکہ اس نے اپنی سفاک کاسی مظاہرہ بھی کیا۔ اس بات کے بھی شواہد موجود ہیں کہ بریڈ دوسروں کو دکھ پہنچا

کر فحشی اور جذباتی سرشاری کی کیفیات حاصل کرتا تھا۔

برصغیر کی سابقہ دوست جینی نامیونی کے پاس بھی اس شخص نے
بمقام سے اپنے اچھے الفاظ نہیں ہیں۔ اس نے پولیس کو بتایا کہ وہ جینیت سے
شدت سے غبر و ہراس کا شائق تھا اور چھوٹے رنجشوں کی طرف رجحان کا
تھا۔ اس کے ایک مہمان نے ایک غیر معقول سردمہر اور تھالی پڑا دیے اور
مناجہ جو اپنے باپ کو بھی قتل کر سکتا ہے۔ اس پورٹریٹ کے تیار ہونے کے بعد
بعد برصغیر کا باپ پانی میں ڈوبا ہوا پایا گیا۔ برصغیر کی دہائی میں اس کے
جبکہ اس وقت برصغیر کو آبی نیلیں اکٹھی کرنے والے ایک شخص کے ساتھ دیکھا گیا
حکام کا خیال ہے کہ کچھ عناصر نے برصغیر کے اہل ایک طرفت کی گئی
وہ کسی اخلاقی تقاضے یا اعلیٰ کے شائبہ کے بغیر اس طرح کے قتل عام پر آمادہ
1- وہ اپنی طور پر پسماندہ تھا جس کے باعث وہ دوسروں سے دور رہا۔
2- اسے شدید ترین درم تھکنا کا احساس تھا جس کے تحت اس نے خطرناک
خرید رکھی تھیں۔
3- ایسا تھالی کی وجہ سے وہ یہ سمجھتا تھا کہ دنیا اس کے خلاف ہے۔
4- اس کے پاس غیر محدود ذرائع دولت حاصل کرنے کے تھے۔ (اسے ایک
موت جس کے ساتھ وہ رہا کرتا تھا سے نصف ملین ڈالر ملے تھے)
اس سب کچھ نے ایک بے رحم قاتل کو جنم دیا جو یہ تو جانتا تھا کہ وہ کیا کر
ہے لیکن اسے اپنے کئے کی کوئی پروا نہ تھی۔ اس نے کمال مہارت سے اپنے کارناموں
ٹھیک ٹھیک نکالے لیے اور ان کو ایک ایک کر کے بدل اس نے ان ایلی کاغذوں پر
گولیاں برسا دیں جو اس کے زخموں کو ہسپتال لے جا رہے تھے۔ جب حالت میں
مالوں کے نام لوہی آباد میں چڑھے گئے تو اس نے ایک بھر پور تھپ لگایا۔
آج کل وہ ہر وقت تسمانیہ کی جیل میں اپنی تھوڑی کٹھڑی میں عرق کی مراد
ہا ہے ایک اکیلے نگاہی نے ایک ہی دن میں کل مری کے لیے جو ٹھیک ٹھیک
لگائے اور جو بدترین کثرت کے اس سلسلے میں ابھی تک اس کا دیکھا کسی نے نہیں توڑا۔

=====



جان وائمن کیسی "قاتل مسخرہ"

(1942ء تا 1994ء)

آپ جانتے ہیں کہ سڑکے گل سے ہمارے بچے ہیں۔

جان وائمن کیسی

مدی پولیس مجھے پکارتے کی کوشش میں ہے تاکہ وہ بلیورڈ انس کے ایک
باقی طلوت کہہ (کہہ سن) چکے۔

جان وائمن کیسی

اس نے میٹنگ اور ری۔ مالٹنگ کی ایک کھنی کھوں جس سے مقصد
بدی کے مقاصد تھے کہ وہ اپنے نو عمر ساتھیوں کو — جو تمام کے تمام
جنسی خواہشات کی تکمیل کے لیے اپنا ساتھی بنا سکے۔ اس کے کردار میں سے خود
نے تب سر اٹھایا جب اس کی کھنی کے کچھ ٹکڑے کے بعد دھکے دیا اور غور سے
نکال چاٹا تکم ہوتا شروع ہوئے۔

بہت سے لاکے کیسی کی رہائش کے نیچے ریگتے کے لیے چھوڑی گئی تھی۔
ڈین دستیاب ہوئے۔ تم ظریفی کی بات یہ ہے کہ ایسے لوگ جو کیسی کے گھر
تو وہ آتے اور جاتے وقت انسانی اجسام کے گھنے سڑنے سے آنے والی بو کا
سے ناک سکوڑتے ہوئے کرتے۔ ایک مہینہ مصر تھا کہ اس کے گھر کی کھنی
چھپے مرے پڑے ہیں۔ کیسی ایسی شکایات سن کر اثبات میں سر ہلاتا اور کہتا تھا
ری۔ مالٹنگ کے لیے سانچوں میں ڈھالتے والے مولہ اور نمی کا معاملہ ہے۔ جذبہ
جائے گا۔

ہلا خرسائی کا بول بالا ہوا اور کیسی کے تمام شیطانی کاموں اور تلوں کا راز
کے رہا۔ اس کے دیکل صفائی نے عدالت میں کیسی کا دفاع کرتے ہوئے اس کے پاس
ہونے کا ذکر کیا لیکن وہاں اس کے پاگل پن کی تردید کے بے شمار شہد موجود تھے
اس قدر ڈچن تھا کہ اس کے خلاف استغاثہ کی شہادت کے دھان اس کے ایک
نے اسے "میں طبع اور نامی گرامی آدمی" کہہ



49

ڈین ایلن کورل

”میں غشی گولیاں دینے والا“

”سوا اور آدھ دیکھو۔ یہاں ایک مہاش مرا ہوا ہے۔“
ماہین چلے ’ڈین ملن کورل کو قتل کرنے کے
اور پھس کو تار ہوا۔

والدین اور گھر کے بزرگ روز مرہ کی زندگی میں اپنے بچوں کو دنیا کے طور
پر عقل سے متعلق بتاتے ہوئے ہدایت کرتے رہتے ہیں کہ وہ اپنی حفاظت کس طرح
کر لیں۔

کسی دوا کے پتہ تک پہنچنے والے سے کبھی نہ کہیں کہ وہ گھر کے اسکین ہیں۔
بزرگ کو پتہ کرتے وقت بی کی طرح دونوں طرف دیکھیں۔

کینی لے کر ہرگز نہ دہریں۔
 اگر وہ کھوجائیں تو پولیس کی مدد حاصل کریں۔
 سب سے زیادہ اہم بات یہ بتائی جاتی ہے کہ وہ کسی بھی سے ہمت نہ ہاریں۔
 گولیاں (کینڈی) یا جانی نہ لیں۔

ڈین کورل کے ستائیس شکلوں سے مندرجہ بالا حفاظتی تدابیر میں سے کسی ایک سے غلطی ہوئی کہ انہوں نے مٹھی گولی تو لی لیکن جان بچان والے مٹھے کسی اجنبی سے نہیں لی۔ اگر ڈین کورل ان کے لیے اجنبی ہوتا تو وہ مٹھی گولی نہ پینے کو عمر لڑکے جنہیں لٹلی گولیاں دی گئیں جن سے بدکرداری کی گئی جن پر تشدد ہوا اور جن کو جان سے مار دیا گیا سب کے سب ڈین کورل کو جانتے تھے۔

ڈین کورل ایک تیس سالہ کنوا تھا اور اس عمر میں بھی اپنی ماں کا بڑا چھوٹا تھا۔ اپنی ماں کی مٹھی گولیاں (کینڈی اور جانی) بنانے والی کپڑی کا پلاٹ غیر تھا۔ اس کے وہ دو ہاؤسنگ اور پاور کمپنی میں بجلی کی زد کو دور تک پہنچانے والے شے میں "ٹیسٹر" تھا۔ وہ ایک اچھا لڑکا نظر آتا تھا۔

وہ روزانہ اپنے مسائیل کے نو عمر لڑکوں کو اپنی دین میں دور تک بھر کر لے جاتا اور ان کو ہاتھ تک بھی نہ لگاتا۔ واقعی پر وہ انہیں اپنی ماں کی کپڑی کی بنی ہوئی کینڈی دیتا۔ مسایہ لوگوں میں ڈین کورل ایک اچھا مسایہ اور حقیقی طور پر اچھا لڑکا شہر کیا جاتا تھا۔ کوئی اس سے متعلق حریف کچھ بھی نہ جانتا تھا۔

ڈین کورل نے مختصر عرصے کے لیے فوجی خدمات بھی سرانجام دی تھیں اور وہ سے فارغ ہونے پر وہ پاسا لینا میں آیا تھا۔ اس نے نو عمر لڑکوں سے ملنا جلتا شروع کر دیا اور انہیں اپنے گھر میں دعوتیں دینے لگا۔ اس کا گھر جلد ہی ایک علاقائی مرکز بن گیا۔ علاقائی مرکز کی جلاوطنی کی ایک اور وجہ بھی تھی کہ ڈین کورل اپنے گھر آنے والوں کی خوب تواضع کرتا۔ کبھی کبھی اس کی دعوتوں میں وینٹ بنگ اور بیڑ بھی جیٹ کی جاتی۔

اپنے مسائیل اور ان کے نو عمر بچوں کو یہ فریب دینے کے بعد کہ وہ ایک پسندیدہ اور سب سے ضرر گھٹا ہے اس نے بچوں کو ان سے غیر اخلاقی فعل سکھانے کی سرگرمیاں شروع کر دیں۔ یہ سلسلہ تین سال تک چلتا رہا جس کے نتیجے میں 27 لاشیں

کوری کے گرد و نواح میں دی گئیں۔ نشہ آور اودیات اور سرمائے کے عوض کورل نے بہت سی لڑکے وہاں پینے کی خدمت حاصل کیں جو ڈین کورل کا شریک جرم ہوا جس نے یہ بھی تھا کہ وہ حالات بگڑنے اور پولیس کے ہاتھوں گرفتار ہونے سے پہلے کورل کی قتل کر دے گا۔

کورل ہر اس لڑکے کے لیے پینے کو دو سو ڈالر دیا کرتا جسے وہ کورل کے گھر میں لے جاتا تھا۔ جب لڑکا ایک مہینہ کورل کے گھر آ جاتا تو وہ سریش اور بیڑ سے اس کا پیٹ بھر دیتا۔ اس سے مادی ہو جانے پر کورل لڑکے کو اپنے تشدد کرنے والے کرے میں لے جاتا۔ لڑکوں کو مارنے کے بعد اس کے ہاتھ اور پاؤں پلائی وڈ کے ایک گھٹنے سے باندھ دیتا۔ اسے اپنی ولایت کا شکار بناتا اور پھر ان لڑکوں کو جان سے مارنے سے پہلے دو یا تین لڑکیوں سے بندھا رہنے دیتا تاکہ وہ جب چاہے اپنی ہوس پوری کر سکے۔ پھر وہ ان کا کوئی کر یا گولی مار کر خاتمہ کر دیتا۔

پینے کے مقدمے میں کورل کی ولایت رسائی کی تفصیلات بتائی گئیں۔ کورل اس کے زیر ہدف ہال ایک ایک کر کے اکھاڑتا۔ احماتی تلیوں سے اس کے آگے اور پیچھے کے سر ہدف بند کر کے ان کو پیچھے چلانے پر مجبور کرتا اور ان کی جیبوں کی آواز کو دہانے سے لے لٹکی آواز سے ریڈیو بجاتا۔ ان کے اجسام کو زمین میں دہانے کے لیے تین چار منٹ پر لے جاتا۔ کشتیوں کے رکشے کی ایک سایہ دار جھت کے نیچے سے اس کی دہائی علی حذر لاشیں برآمد ہوئیں۔ یہ سایہ دار جھت اس نے خوب مشرقی مشرقی سنورج سے لے کر پرتگیزی۔ پینے پولیس کو وہاں تک لے گیا۔ ایک اور جگہ سے چار لاشیں برآمد کی گئیں۔

کشتیوں رکشے کی جھت کے نیچے سے لے لی دلی لاشیں گلے مڑنے کے مختلف مراحل پر تھیں۔ کچھ تو ہاتھوں سے نہایت تازہ تھیں۔ کورل نے لاشوں پر چوڑے کے سطوف اور کڑا کر رکھا تھا تاکہ وہ جلد از جلد گل سڑ جائیں۔ ان لاشوں کو کھودنے کے لیے لاشوں نے بھرموں ہی کو کام پر لگایا۔ انہوں نے صرف لاشیں ہی نہیں بلکہ ان لاشوں کی کھوپڑیاں بھی کھودیں۔ ایک بھرم بدلو کی تاب نہ لا کر شدید قسم کی تپے کرنے لگا۔ جب دوسری لاش برآمد ہوئی تو بھرموں کا حال تو پتہ چلتا تھا پولیس والے بھی اپنا دل نہ

تھام گئے۔ یہ ایک سراپا سروں کے بچے کی لاش تھی۔

میں اس وقت ختم ہوا جب بچے نے 22 برس کے ہوتوں سے کھل جانے لگا۔
کولیاں مار کر اسے شمع کر دیا۔ وہ یہ بھولی کہ اسی ماہ میں بچے اپنی ایک دوست کی
کے ہاں دعوت میں لایا تھا۔ ساتھ ہی وہ کھل کے لیے ایک لڑکے کو بھی لایا تھا۔
بچے سے اس حالت بچے بھی ہوش کو بیٹھا لیکن جب اسے ہوش آیا تو وہ کھل کے
سے بندھا ہوا تھا جس پر کھل کو عمر لڑکوں کو ہاتھ مار کر کھل دیا۔
اس کے ہاتھوں پر ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ کھل بھی مریں حالت میں خود چر
میں آتے دیکھ کر اس نے ٹوپی آواز سے پکارا شروع کر دیا کہ بچے کو اپنی دوست
دعوت میں لانے کی سزا دی جائے گی۔

بچے نے کھل کی موت حاجت کی جس پر کھل نے اس کے سامنے پڑ
رہی کہ بچے اپنی دوست کی صحت صلی کرے گا اور پھر اس کو گولی سے قتل کرے گا۔
کچھ کھل انوار کو لڑکے سے کہے گا۔ اس شرط پر اتفاق کرنے کے بعد کھل نے
آواز کر دیا۔ بچے نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اس نے ایک ہتھکڑی لیا اور اسے کھل
پہنے پر خالی کر دیا۔ کھل فوراً ہی مر گیا۔ بچے نے خود ہی پولیس کو بلا دیا۔ جب پولیس
توڑنے لے ہوئے تو وہ سب اگل دیا۔

تحقیق کے نتیجے میں 27 مظلوموں کے اجسام زمین سے حاصل کیے گئے
نکودہ والا اجسام کے علاوہ چار سالہ بچہ کی بھیج سے اس پر ہائی آئی لینڈ سے
کئے گئے۔ بچے پر مقدمہ چلا جس کے دوران میں ہار ہار یہ سنا لیا کہ جس سال
عرسے میں کئے گئے کم ہوئے اور کبھی پھر حال نہیں کئے جاسکے تو کسی نے کہا کہ
نہیں کی کہ جب بچے حال نہیں ہو رہے تو ان کا نقل گول وغیرہ سے ہو سکتا ہے۔
واقعہ یہ کہ پولیس نے پولیس کے پاس صحت کرانی تھیں لیکن پولیس پولیس کے
میں لاکھ کی آبادی کے لیے صرف 2200 پولیس عری تھی۔ ان کے لیے یہ ناممکن
گشتہ بچوں کے بارے میں کسی کا حال نہ پڑا۔ اس کے حوالے سے تحقیقات کرنے
اگر پولیس نے گشتہ بچوں کی گشتہ کی مدتوں میں پائی جانے

میں ایک سروریا ہوتا تو کھل کا زعمہ ہی اس کے ہاتھوں لگ جانے کا امکان تھا۔
بہت بچے کے خدشے کی بجائے بھولی کی جلا کھل کے خدشے کا فیصلہ کر رہی ہوئی
بہت بچے کی حیات ایک سلطان کوہ کی ہوئی۔ اب گزرا ہوا وقت واپس نہ آ سکتا تھا۔
بچے نے 20 سال قید پا چھت ہوئی۔ باقی سا کھل۔ تو اس کا چہرہ
میں سلسلہ بدل کرنے والوں میں کیا جاتا ہے اور پھر اس کے حوالے پر کاک ٹی رہتی





جین ٹوپان

(1954ء تا 1938ء)

”بھری خواہش ہے کہ کاش میں نے اپنا لوگوں کو دیا ہوتا۔ نہ تو
اپنا دھار لوگوں کو سب سبست اس مردِ با محبت کے جو زندہ رہا اور۔“
جین ٹوپان

ہسپتال کا برآمدات کے اس سے بہت خاص وقت تھا۔ زسوں کے دہانے
والے جوتے ان کے چلنے بھرنے سے چمٹنے کی آواز پیدا کرتے۔ ایسے میں وہ
نمبر 109 کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس نرس نے اسے ہاتھوں میں دھات کی ایک ڈسک
رکھی تھی جس پر ایک سفید تولیہ چڑا تھا۔ اس کے لیے مدفن سے بھری سرخ تھی۔

دھات اور زسوں میں چاہتی تھی کہ اس کا مریض
سے کہتا رہے۔ سب سے پہلے 109 تک پہنچی تو اس نے اپنے پیچھے خاں اور
خاں میں لٹے ہوئے ہال پر نظر ڈالی۔ دھار کوئی بھی نہیں تھا۔ نرس بھری کے کمرے میں
نرسین دھار سے دھارے کو بند کر لیا۔ وہ بھری کے بستر تک پہنچی اور ڈسک کو اس
نرس کے قریب ہی بڑا رکھ دیا۔ اس نے سوتے ہوئے بھری کے چہرے کو دیکھا۔
اس کی شکل سے اس نے اپنے کی ”ہزاروں ری تھی۔ وہ مریض کے بازو سے چمٹے پر
پھسلے ہلے ہلے کے تاثرات کی لہروں کو آتا جاتا بھی دیکھ رہی تھی۔

نرس نے اپنے نرسے پر سے تولیے کو اٹھایا اور سرخ کو پکڑا۔ وہ سرخ کو روشنی
دے گی۔ ایک سوچاں کافی رہے گا۔“ اس نے دل میں سوچا۔ ”یہ دیکھتا ہے۔“
اس نے اپنے ہاتھوں سے مٹھن ہو چکی تو اس نے تھوڑا سا محلول ہوا کے پیسے خدج
نے کے لیے خدج میں پھنسا۔ پھر اس نے دھارے آڑو ہاتھ سے اکسل میں ادبی ہوئی
خدج مریض کے بازو کو صاف کیا۔ اسے محلول کو اچھالتے ہوئے دھارے کو صاف
نرسین پند تھا۔ پھر وہ ذرا سی مسکرائی۔ یہ دھاروں کام وہ مریض کے حلقے کے لیے کرتی
تھی۔ بیکار لگانے کے بعد مریض کا حلقہ ایک غیر حلقہ ہاتھ ہو جاتی تھی۔ جب وہ
بہتر سرخ کی سولی جسم میں داخل کر لیتی تو پھر سرخ کو اس کی تک خالی کر دیتی۔
اس کی سولی کے چیمے کے نشان کے قریب اس نے ہی سرخ سے بھی بھری کو ایک دھار دیا
انڈیا گیا۔

پہلا نرسین دیکھ دھار مدفن کا تھا جبکہ دھار اس دھار کا تھا جو مدفن کے
دھار کو دھار دیتی ہے۔ دھار دھار ہی سوت کی اٹھن کو سنبھاتی ہے۔ دھار اٹھن دھار شریا
نرسین ہے۔ نرس نے دھاروں سرخیں اپنے سفید کوٹ کی جیب میں رکھیں۔ دھار
نرسین کے لیے بھری کے چہرے کو دیکھا۔ پھر وہ دھار ہی دھار کرے سے باہر چلی
گئی۔ نرسین دھاروں کے کمرے کی طرف جا رہی تھی تو وہ مسکرا رہی تھی۔ اس وقت تک کہ

وہ اپنے ایک بچے یا بیٹے ہری فتح ہو چکا تھا۔

دارفین ٹھکان کا مرکز ہے اور ایک طاقتور صدر کرنے والے شخص ہے۔
کا عادی ہو جاتا ہے اور یہ صدیوں سے بلور دہلی کے اسمبل ہوسا ہے جسے
دارفین مرکزی اسمبلی نظام میں افسردگی پیدا کرتی ہے۔ فون اور سلس کے
پیدا کرتا ہے۔ انسان لیے حوسے کے لیے ہے ہوش بھی ہو سکتا ہے اور سوسائٹی
کے لیے دارفین کی خوراک پانچ سے تیس فی گرام تک ہوتی ہے اور اسے فون کی
سرج سے داخل کیا جاتا ہے جبکہ دارفین کی زیادہ مقدار زہر کا اثر رکھتی ہے۔

جین لوپان ایک نرس تھی اور وہ دارفین کے خلاف فاضل سے خوب کام
یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ 1880ء سے 1901ء تک جین لوپان نے کم و بیش
مریضوں کو ہلاک کیا۔ اس بات کا بھی امکان ہے کہ اس نے یہ کچھ اپنے ایک
مریضوں کے ساتھ بھی کیا ہوگا کیونکہ ان کے انتقال بھی اس کی ہی گہرائی میں
گردہ ہونے پر اس نے صرف ایک درجن دارفین کے متلوں کا اقبال کیا لیکن
تھیلیات صرف 31 کے بارے میں بتا سکی۔

”ہاں میں نے سب کو صحت کے گھاٹ اتارا۔“ اس نے پولیس کو بتایا
نے ان سب مریضوں کو بے خوف بنایا۔ میں نے ڈاکٹروں کو دھوکہ دیا اور مریضوں
لاطم رشہ دلوں کو احمق بنایا۔ میں انہیں کی سال سے احمق بنا رہی تھی۔ میں مریضوں
مطاب میں جتنا نہیں دیکھ سکتی تھی۔ جب میں مریضوں کو بدلتی تو وہ انکی نیند سو جانے
سے وہ کبھی نہ اٹھ سکتے۔ میں دارفین اور نظریہ استعمال کرتی تھی۔ دوسری اس لیے
کے اثرات ظاہر نہ ہوں۔“

جین لوپان کا بیٹا اسی نام ”تورا کیلی“ تھا اور وہ 1894ء میں یوشن میں پیدا
تھی۔ اس کی تین بیٹیاں تھیں جب ان کی ماں کا انتقال ہوا تو وہ سب کی سب پہلی تھیں
اب ان کی پرورش کی ذمہ داری باپ پر تھی۔ ہارٹلیوں کو سنبھالنا کوئی آسان کام نہ تھا
ان کی ماں پہلی کیلی تو جلد گھریلے اور وہی حالت مدھی اور سیلچ سے مدھی رہی تھی۔

نیچر کے باب کو دہلی امراض کے ہسپتال میں چاہتا تھا کیونکہ ایک دن وہ اپنی صدفی کے
ہاں مکان پر اپنی آنکھوں کے جانے باہم چتے ہوئے پایا گیا تھا۔
وہیں کو اب اپنی دہلی کی تحویل میں آنا پڑا لیکن وہ عرصہ صحت بھی جلد
وہ کا ساتھ چھوڑ گیا اب ان کو ایک جیم خانے کا سہارا لینا پڑا۔
لوپان کے نوپان نے نوراکلی کو جیم خانے سے لٹا لیا اور انہوں نے اس کا نام
تاکہ ان کا ہائی ٹیچن معمول کے حالات میں گزارا۔ اس کے منگیز جیسی نے اور
صحت کی خاطر اس کو نظر انداز کر دیا۔ اس پر وہ افسردگی اور خود کشی کی مریض ہو گئی اور
وہ نے ”مردہ خود کشی کرنے کی کوشش بھی کی۔“

اپنے جیسویں نام پیدائش پر اسے خیال آیا کہ اسے جس بن کر لوگوں کو ہلاک
کے لیے اہم ہے۔ اہم ہے بلیر کسی کو قتل کرنے کا اس سے بہترین طریقہ اور کیا ہو سکتا تھا؟
ہسپتال میں کام بھی کر رہا ہے ایسے لوگوں کو مرض کی شدت سے بھارت بھی دلاؤ اور جلد ہی
وہی طور پر مارے جانے لگے۔ یہ کیسی عجیب سوچ تھی جین کی۔ اس نے ایک مقامی
ہسپتال کے نرسنگ ہڈرگم میں داخلہ لے لیا۔ وہیں سے اس نے گرجا بنان کی اور بس پھر
کے تھی؟ مریض مرنا شروع ہو گئے۔ ہسپتال کے چیف نے اس سے ایک ہی طاقت
نے ہوا ہے ہسپتال سے فارغ کر دیا۔ اب اس نے کھاتے پیچے لوگوں (جین کے پاس
کلی عرصہ مریض ہوتا تھا انہیں مریض کی خدمت کے لیے تربیت پلانٹ نرس کی
خدمت ہوتی) کے پاس طاقت کا شروع کر دی۔ جین کو کام تو ملتا رہا لیکن ایسے گھروں
کے پاس بھی کچھ ہوا کہ ان کے مریض بھی پادھنا شروع ہو گئے۔

ایک شخص کی بھی یاد تھی۔ وہ جین کی خدمات سے استفادہ کر رہا تھا کہ وہ
مکان صحت کے شوہر نے اپنی بیوی کی پوسٹ مارٹم رپورٹ حاصل کی۔ پتہ چل گیا کہ جین
کا بیٹا جین لوپان کو گردہ کر لیا گیا اور اس سے پولیس نے پوچھا کچھ شروع کی۔

”نمبر افسر صاف ہے۔“ جین لوپان نے پولیس سے کہا: ”میں تو ایک چور سے
کلی جس نے مدد کی اور اگر میاچ پولیس میں کچھ اضافہ ہوا ہے تو مجھے جانے دیا جائے۔“

پلیس نے اس کو ہانے دینے کی بجائے نئے الیگزینڈر میں قمریہ کی
مرنے والوں کی لاشوں کا ہسٹ بدم بھی کر لیا جس کی اسات میں کی رنگ و طرح
کے دھان میں ہوئی تھیں۔ نرس میں نوپان کے تمام مریضوں کی اسات دھانوں کے
معدہ کے تھیں سے ہوئی تھی۔

اسب یہ رہے تھیں ساتے آئیں تو میں کو اپنے مرام کا اعتراف کیا ہوا
میں 1902ء میں میں یہ مقدمہ تھا۔ اسے پاگل قرار دے کر ہانے میں
پاگل خانے میں رکھا گیا کیونکہ "میرا دل شے کی پاگل تھی۔" 1903ء میں کی مریم
اعمال کی بنا پر خود بھی موت کا قدر ہو گیا۔

میں نوپان نے اپنے مریضوں کو ہلکے چے انہیں دکھانے سے آزاد کرنے کے
لے نہیں لائے تھے۔ اس نے میرا کل اس لے کیا کہ اس کو کسی کو ہانے سے ملنا چاہی
میں کہتا تھا۔ اس کے خالصتہ سے کہتے اس کے پاگل قرار دینے ہانے سے الگ
نہیں کر سکتے۔





لوئی "دلیکپی" بوشالٹر

(1897ء تا 1944ء)

میر میں بہت سے بڑے لوگوں کی بات کہیں تو وہ سلجھتے ہیں گے۔
 جب میں بتا کرتا ہوں تو میرا مطلب بڑا ہی ہوتا ہے۔ ہم آپ کو حیران کر
 دیں گے۔

لوئی لیکن بوشالٹر

میں کی سڑکے موت پر معلوماً میں اتوار کا عزم ہو چکا ہے لہذا اسے
 منسک سے مہینہ روکٹ "کرنے کے محاذ پر گرام پر عمل کیا جائے۔"
 اس کی آخری خواہش بتا ہوا مرع "آلوں کے تھے اور ملا دھمی۔ جب کوئی
 نہ تھا تو اس کا صدمہ اور شانہ اپنی غلامت خارج کر دیتے ہیں۔ موت کے گھبر میں

ملی ملکی

ایسی صورت حال اور بعض اوقات اس سے بھی بری صحت حال سے بچنے کے لئے
 اور دیگر گواہوں کو کراہت سے بچانے کے لیے) مرنے والے کو لٹس یا موت کا
 (جاگیر) پہنایا جاتا ہے۔ پہلے یہ کام کر کے گرد و باغ کر کیا جاتا تھا۔
 کار کی بات ہے۔ تاہم اپنے آخری وقت میں زیر ہمار کی نسبت لٹیکس نے
 پسند کیا۔ وہ جاگیر پہنانے کا بھی کام کرتا تھا۔ وہ کئی معمولی شخصوں
 اس نے فیکوں کا ایک "کارپوریشن" تھیں کیا تھا اور ہزاروں افراد کی موت کے
 وقت فرما جاتی تھیں۔ وہ ایک مندر اور خوشاک عظیم کا پانی تھا اور لب موت کے
 اسے بچوں کی طرح جاگیر پہناتا تھا۔ اس کے حکام ہزاروں گواہوں کی کہانی تھی۔
 ایسے لوگ جو جرائم کی عظیم قائم کرتے ہیں وہ کسی کو موت کے گھاٹ
 میں کسی تال کا اظہار نہیں کرتے اور اپنے اس بچنے کے خاصوں کے حق میں اپنے
 جانے کو بھی کاروبار کا حصہ سمجھتے ہیں۔

ہم کے افساف پر جانے کے لئے کے اصول کے اکثر مصلحتی کام کی
 کے کیا جاتا ہے۔ حقائق افساف میں مصلحتی آلات ہم کی کوڑی کے لئے
 آگاہی کے مطابق بعض "چاقو باری" کی دلیاں اٹھانے والی چٹائیوں پر
 یا گروہی آلات عام طور پر آگ اور کھانے جوتے ہیں۔ ضرورت کے وقت
 افساف پر افراد کی اس دنیا سے روانگی کے لئے ذمہ داری دے دینے کے لئے
 کرنے اور موت بذریعہ طاب سے بھی عمل کیا جاتا ہے۔

"کالم" کا لفظ۔ ہم کے سوائے موت دینے کے طریقوں کی جو
 ایک پر لاکھوں ہوتے ہیں۔ اس نظام (ہم کے فیصلوں پر عمل درآمد) کے بارے میں ایک
 شعلی موجد ہے۔ ہم کے بارے میں سلسلہ مد قیوں میں ایک۔ لے۔ وہی
 سوہانہ میں ہم کا سرور سوہانوں اس حرکت قوت کے بارے میں اپنے
 بائیں کرتے ہوئے کہتا ہے: "کچھ کے افراد" اپنے آپ کو پانی کہتے ہیں
 جب کرنے کے لئے جاتا ہے تو کہہ رہا ہوتا ہے کہ اس کے لئے مرنا ایک
 ہے۔ وہ خاص طور پر شریوں اور دشمن کے پاؤں کے درمیان ایک حد انتہا
 اگر ممکن ہو تو شریوں کو ہار سے بچاتے ہیں۔

شیطان

دن بیکر پینٹرز جو اس باب کا موضوع ہے نے اس سب کچھ کو (کوٹھڑے
 دے کے لیے) تبدیل کر دیا۔ جب اس نے 1930ء میں قتل کارپوریشن قائم کیا تو اس کا
 دے کے لئے متاع "قند" یہ اور سٹڈ کیٹ کے نظام اوقات کی ایک ذیلی ڈویژن
 کے تحت ایک ہزار ڈالر سے لے کر پانچ ہزار ڈالر کی قیمت لگا کر کے کوئی کسی کو بھی کسی بھی
 کے لئے ایک قتل کا نام "ہٹ" (Hit) رکھا گیا جبکہ مقتول کو "بم" (Bum) کا نام دیا
 کے لئے ایک قتل کا نام "کنٹریکٹ" (Contract) رکھا گیا۔

یہ قتل کرنے والے گاہک کو "کنٹریکٹ" (Contract) رکھا گیا۔
 ہے۔ یہ قتل نہیں (1995ء) جو جامع جرائم انسٹیٹیوٹ (مڈلبرز ایڈیٹڈ
 کے کاروبار ہے کہتا ہے کہ کوئی اور واحد شخص "نیشنل کرائم سٹڈیٹ" قائم کرنے کا
 کے لئے ایک قتل کارپوریشن کو امریکہ کی ہنگ ترین عظیم فرم دیتا ہے اور وہ
 کی جڑیں صاف کا ذکر کرتے ہوئے وہ لفظ دہراتا ہے جو اس کے بارے میں
 ہے۔ آئی کے ایگزیکٹو ہے ایگزیکٹو نے لٹیکس کے "دو دو" کے قتل میں اس
 کے حق کے کہ وہ ہاتھ دے گا امریکہ کا بدترین خطرناک گمراہ ہے۔

ملی پینٹرز فرمی 1997ء کو کوئی ایک پاس میں ملین میں پیدا ہوا۔
 کے ایک سنگ میں برقی کسی پر چنے کر دم آپ کو روکتا ہے۔

جب یہ قاتلوں کو کوئی ہم لٹیکس سے پکھا جانے کا جس کے سنی پکھا لٹیکس
 کے لئے ہی ہم سے وہ اپنے جرائم کی ذمگی میں مشہور رہا۔ اس نے کوئی تعلیم حاصل
 کی کہ وہ چند سال ہی کی عمر میں وہ چار ریڈی پکھانے والوں کو لے کر 22
 مل کی ایک کچھ سے پہلے وہ مرحہ قتل کی ہوا کا پکا قند جب وہ ہوا تو وہ
 ہنگ کے ساتھ ہوا گروہوں کے گرد کارکن بن گیا جن میں یہ بھی "آرٹل لوگوں" اور
 ہنگ کی دوسری گروہوں کے سرور شامل تھے۔

لٹیکس سرور کو چھ ہزار سال ہی سے آگے کا پکھا لٹیکس کہ
 کے قاتلوں کو "قائم کی جو جرائم کے سٹڈیٹ کی ایک ہزار ترین شراکتہ
 کے لئے کوئی قاتلوں کا اپنی اپنی ہنگ کی سوہانوں کے انتظام کے
 کے لئے کوئی قاتلوں نے قتل کیا۔ وہ ایک قتل کرنے والی ہنگ قاتلوں کا کاروبار
 کے لئے کوئی قاتلوں نے ہنگ کی کم از کم ہزار ہزار موت کے گھاٹ

لیکن سبہ دیکھی سے مردوں کی پوختوں اور کامیابی لوگوں سے اور
تھا۔ وہ ناقابل یقین حد تک طاقتور تھا۔ حج، سیاستدان اور کابینہ کے سب سے
دارے تھے کیونکہ وہ ان کی کرپشن سے حلق بہت کچھ جانتا تھا اور اگر وہ اس سے بچنے
نہ کرے تو وہ ان کو بے قاب کر کے ان کی محام سے بے عزتی کر سکتا تھا۔

اس کا اپنا ایک مخمورہ دار "دیکھ سکویٹ" تھا۔ وہ خاص طور پر پولیس کے
معاوضہ پر "ہٹ" کے لیے استعمال کرتا تھا۔ اپنے عروج کے زمانے میں اس کے پاس
سو مصلحت فاکٹوں کی ایک فوج موجود تھی۔ اس فوج کا ہر سہی اس کے پاس
کھینے کے اعداد اعداد حاضر ہو جاتا۔ بیٹے میں کوئی دن بھی ان کی تکمیل کا نہ ہوتا اور وہ
کے حلق کسی قسم کا سوال نہ کر سکتے تھے۔

اپنی زندگی کے تیسویں اور چالیسویں سال میں امریکہ میں اس کی طلب
زیادہ تھی۔ ایب۔ بی۔ آئی نے 25 ہزار ڈالر کا انعام اس سے حلق ایسی معلومات
کرنے کے لیے لکھا جو اس کی گرفتاری اور سزا پر حج ہوں۔ بعد میں ایب۔ بی۔ آئی نے
انعام کی یہ رقم دینی یعنی پچاس ہزار ڈالر کر دی۔

لیکن کسی مقابلے یا چھاپے کے نتیجے میں گرفتار نہیں ہوا۔ اس نے اپنے آپ
خود ایب۔ بی۔ آئی کے سپرد کیا۔ اس سلسلے میں اس نے دائرہ فعل کو حج میں ڈال دیا
ہے۔ ایک گروہ سے ذاتی طور پر ملاقات کی اور یہ طے کیا گیا کہ اسے نیو یارک کے سرکاری
حکام کے حوالے نہ کیا جائے کیونکہ وہیں کا سرکاری وکیل تھا اس ایب۔ لیکن کا اپنی دیکھ

لیکن کے لیے دائرہ فعل نے ایب۔ بی۔ آئی کے سرمد سے کوئی سلسلہ
نہیں کیا تھا۔ ابتدا میں اسے چودہ سال قید کی سزا دی گئی۔ دیگر مقدمات میں اسے
سال کی سزا ہوئی جس کی ابتدا مکمل چودہ سال کی سزا لانے کے بعد ہونا تھی۔ مگر وہ
مقدمات میں اسے بجلی کی کرسی پر بٹھا کر موت کی سزا دینے کا فیصلہ ہوا۔



52

ڈاکٹر مارسل پی شٹ

(1897ء تا 1946ء)

"تاکیدہ معلوم ہے۔ میرا سر طرے میں ہو سکتا ہے۔"

ڈاکٹر مارسل پی شٹ بہت سے

جرائم میں ملوث ہونے کے بعد

ڈاکٹر مارسل پی شٹ دماغ نے جس میں بچا ہوا تھا۔ 1928ء میں اسے قہرے کا
موتی کہا گیا اس وقت اس کی عمر 31 سال تھی۔ میز بننے کے قہری ہی وہ بعد اس
نام کے دیکھ کے متعلق سے وہ چھ جہاز شروع کر دیا۔

اس سے پہلے جنگ عظیم اول (1914ء تا 1918ء) میں اسے امداد کی
فہم میں سزا ہو چکی تھی جبکہ وہ فوج میں تھا۔ اس نے امداد کو ایک مارکٹ میں

ڈاکٹر مارسل

فروخت کرنے کے لیے چلایا تھا۔ فروج نے اس سے حلق یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ اس سے دست نہیں ہے۔ اس پر اس نے 1921ء میں چھ سال کی عمر میں اس کو بھرتی کر دیا۔ ڈاکٹر آف میڈیسن کی ڈگری حاصل کر لی۔ وہ اس بات پر بہت خوش تھا کہ فروج کے پاس کے برعکس کہ وہ ذاتی طور پر ہمسامہ نہیں ہے اس نے میڈیکل سکول سے کچھ پڑھ لیا ہے۔ فروج کے اس سرٹیفکیٹ کے خلاف وہ قیصر کا میجر بھی منتخب ہو گیا۔

کے خیر قی کی ڈاکٹر مارسل سولہ سال بعد دوبارہ کمانے کی خاطر سبیل ہوسٹ کے باوجود اختلاقیات کے تمام تقاضوں اور طبی ضابطوں کے برعکس تین سال تک یہودی موت کے حوالے کرتا رہے گا۔

جنگ عظیم دوم کے دوران وہ فرانسیسی یہودیوں کو بے رحمی سے مات کے خلاف خودیوں کے ذریعے سے ڈراتا رہا اور جب وہ اس پر اپنا استحکام ظاہر کرتے وہ ان کو ہراس سے لونا اور جان سے مار دیتا۔

جنگ عظیم دوم میں جب یاروں نے فرانس کے کچھ حصوں پر قبضہ کر لیا تو وہ فرانسیسی یہودیوں سے کہتا کہ وہ فرانسیسی خوراک حراست کا رکن ہے اور وہ ان کا سامنے فرانس سے باہر نکل سکتا ہے لیکن اس کی کچھ قیمت ہوگی۔ کہا جاتا ہے کہ ڈاکٹر مارسل یہ نہیں سمجھتا کہ یہودی تین لیکن یہودی یاروں اور ان کے گیس چیمبروں اور ان کی آگیں سے انہیں بھڑکا دیتا ہے اس لیے وہ برٹش اٹاک کرنے کو چاہتے تھے۔ ڈاکٹر نے ان کو ہراس سے اپنے آزادی کے سفر میں جو بھی قیمتی چیز ساتھ لے جاتا تھا وہ لے جاسکتے تھے۔ یہودیوں سے انہوں نے اپنے صندوق اور قبیلے جن میں ان کے کپڑے، فر کے لباسات، قیمتی اشیاء اور زیورات وغیرہ تھے ڈاکٹر کے سپرد کر دیے۔

جب ڈاکٹر کے کہنے پر فرانس سے فرار ہونے والے یہودی ڈاکٹر کے گھر تو وہ ان کو سب سے پہلے چھاپا لگا بلکہ کے انسان سے نہایت دلائے کا لگا لگا۔ یہودیوں کو یہ بھی نہ چنا کہ اس نے جو لگا ہوا ایک کو لگا تھا وہ چھاپا لگا سے چھاپا لگا بلکہ انہیں نشہ آور دھشت گیس دیا تاکہ ان کے پیوں سے چدر کہہ ہوگے۔ انہیں بستی پر ہر وہ انہیں ایک ٹھونے سے اور چھوڑ دیا۔ انہیں بستی پر ہر وہ انہیں ایک ٹھونے سے ان کو انہیں تکلیف دہ موت مرتے دیکھا رہتا۔

شیطان

وہ ان کی قیمتی اشیاء اور سرمایہ اپنے قبضے میں کر لیتا اور اس میں سے کچھ اپنے محل کو جو چھ قیصر کے آگے ایک دوسرے قیصر میں رہتا تھا کو بھیجتا۔ جب اس کے ہر چاہنے تو وہ ان کے اجسام کے ٹکڑے کرتا اور تہ خانے میں بنی ہوئی آگینوں میں جلاتا۔ ایک بڑا ذخیرہ مرطہ تھا لیکن اسے بہر حال یہ مرطہ بھی ملے کرتا ہوتا تھا۔ جب تک وہ بستیوں کو جلاتا لیتا وہ ایک کٹھڑی میں ان کے ٹکڑوں کو اس طرح رکھتا جس طرح تہ سے انہیں کو رکھا جاتا ہے۔

جس آگینوں میں وہ بد نصیب انسانوں کو جلاتا تھا اس پر ایک اونٹنی سی چنی بنی تھی لہذا گوشت جلنے کی بو پھیلی اور فضا میں تحلیل ہو جاتی تھی۔ ڈاکٹر مارسل کی چنی کہ 1944ء میں آگینوں کی چنی ملنے سے پھٹ گئی جس سے ایک خوفناک بو بے کے ساتھ رقبے میں پھیل گئی۔ پولیس اور فائر بریگیڈ کا عملہ موقع پر پہنچا اور انہیں جان بچانے سے 27 لاشیں دستیاب ہوئیں جن کو ابھی جلاتا منظور تھا۔

ڈاکٹر نے پولیس کو بل دینے میں کامیاب ہو گیا کہ وہ فرانس کی خوراک حراست کا رکن ہے اور لاشیں ان یاروں کی ہیں جنہیں اس نے دہشت کیا، گرفتار کیا اور جان سے لے لیا۔ پولیس نے ڈاکٹر کے جان پر یقین کیا اور اسے گرفتار نہ کیا۔ اس واقعہ کے خوف سے وہ لوگوں اور وہ جس سے بھاگ گیا۔

یاروں کو بلا خوف فرانس سے نکل دیا گیا تو ڈاکٹر مارسل پی شٹ نے کینٹن ہٹری ٹیبل کے نام سے پھر سرٹیفکیٹ دلیری کے نام سے "حراست" نامی رسالے میں ڈاکٹر مارسل اور اس کی وطن دوستی سے حلق ایک خط لکھا جس میں اس نے ڈاکٹر مارسل کو مصمم حراست کرنے کی کوشش کی۔ جس کے کچھ لوگوں کو شک ہوا کہ اس نے جس کو ہوا ایک لیکن پھر اس کے تہ خانے سے ملے والی لاشیں یاروں یا ان کے ساتھیوں کی نہیں تھیں کیونکہ اس بات کا کوئی ثبوت ہی نہ تھا۔ لہذا نومبر 1944ء میں ڈاکٹر مارسل کو گرفتار کر لیا گیا۔ پولیس کی تحویل میں اس نے وہ اثر کو نقل کرنے کا اہتمام کیا لیکن وہ اس بات پر اصرار کرتا کہ وہ جی جی یا یاروں کے ہیں۔

اس کی آگینوں میں کچھ نہیں کے ٹکڑے اور انسانی چربی کے ٹکڑے ہوا موجود تھے تہ خانے میں ایک نہیں کی آگینوں تھی۔ لاشوں کے اسٹیل میں مردوں کا گوشت

کھانے کے لیے ان پر چھٹا بھی ڈالا گیا تھا۔ پولیس کو 47 کی تعداد میں یہ سب کچھ بھی ملے جو قیمتی اشیاء سے بھرے ہوئے تھے۔

تین ہفتے کے مقدمے میں ڈاکٹر مارسل کے خلاف 27 افراد کے قاتلانہ حملوں میں سے وہ 24 کا قاتل ثابت ہوا۔ مقدمے کے دوران ڈاکٹر مارسل تھوڑے لمبے ڈرامہ بازی کرتا رہا۔ وہ گستاخ، قہقہہ مسخرہ اور عدلیہ کی سبے عزتی کرنے لگا اور کوئی بھی اس صورت حال کی حتمی غلطی کا اعتراف نہ کر سکا۔ تاہم نے آئینہ بڑے بڑے چالوں میں جھلایا تھا جبکہ ڈاکٹر مارسل ان کو گھریلے آئینوں میں 26 مئی 1948ء کو ڈاکٹر مارسل پی شٹ کو گولنٹن کے سپرد کر دیا گیا۔

————— ☆ —————

53



چارلس اینگ اور لیونارڈ لیک

(1945ء تا 1985ء) (1980ء تا)

تو کس قسم کے اعلیٰ لوگ ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو جہنم میں طوطے کر
پتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ صرف میرے ہر پاس ہنگ کرتے ہیں۔
میرے پاس ایک ہیں
انہیں میں کی جیسی ملی جاہیں، کبھی کبھی ان کے منہ میں پڑا ہوتا
ہوتا کیونکہ وہ ان کے ہواک ڈھکے کر میں بھی دس سکا ہوا۔
چارلس اینگ

ان کے دور حکومت کی عمری دو سال سے چالیس سال تک تھی۔ جب حکام
سے چارلس اینگ کو لینڈ لیک کے اس مکان جس میں انہوں نے جہنم کی دو ساتھی

اور نقل کئے تھے اور اس کے گرد نواح کی کھدائی کی تو انہیں سب سے پہلے کھدائی کی گئی۔ حرہ کھدائی سے ان کے
گلے سڑے انسانی اجسام کے اُٹھائے گئے۔ چلائے ہوئے اور جسم سے ملحقہ کھدائی
انسانی اعضاء و جزیات ہوتے اور پھر انسانی اعضاء جسمانی کا پہلا سلسلہ ظاہر ہوتا ہے۔
انسانی ہڈیاں بھی ہاتھ لگیں۔

چارلس این جی (دو تھک چارلس امک کرتا تھا) اور لیونارڈ ایک سلسلہ دار
تھے۔ تھک کرنے والے تھے اور ہالبر مورتوں سے زیادتی کے خرم تھے۔ انہوں نے
کے وسط میں دو محکمہ بچوں تین عورتوں اور اس آدمیوں کو خوا کیا اور ان کو اپنے
دینے کے جیمبر میں لائے۔ یہ جیمبر شمال کیلئے لیا گیا کی پہاڑیوں میں قائم کیا گیا
لیونارڈ ایک نے خود لیزا کی اور تعمیر کیا تھا۔ اس جیمبر میں انہوں نے عورتوں سے
کی اور انہیں جان سے مارنے سے پہلے کافی تھک کا نشانہ بنایا۔ جان سے مارنے کے
ان کے اعضاء علیحدہ علیحدہ کئے اور ان کے باقی مائع اجسام کو چھلایا۔

اپنی کاسدائی میں لفظ طبع کا عنصر پیدا کرنے کے لیے انہوں نے اپنی فطرت
 ہوسنا کیوں کو دلوں کی سرے میں رکھا رکھا بھی کیا۔ اپنے کرتوتوں کا ایک مظاہرہ بھی عربی
 اور کچھ ساکن فوٹو گرافی بھی کی۔ آگ اور لپک دلوں اپنے ظاہروں کو لالچ دے کرتوت
 ہوتے تھے۔ وہ صرف جسمانی ایذا دہی پر یقین نہیں رکھتے تھے بلکہ وہ مظلوم کے ہر
 احتمال لینے کے لیے اسے نفسیاتی طور پر ذلت کا مظاہرہ تھے۔ ایک مظاہرہ
 آگ کے مقدسے میں دکھائی گئی وہ پال کوئز (جس کے بچے کو وہ اس وقت تک
 چکے تھے) سے کہتا ہے: "تمہارا بچہ چنان کی مانتہ گہری غیور رہا ہے تم بھی اس طرح
 طرح جتنا مرضی ہے چلا اور چلا لو لیکن تمہیں اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ ہم غلام
 ظالم ہیں۔" دھروں سے اس کی مراد چھری کے انکان تھے جو یہ کہہ رہے تھے کہ
 اور لپک دلوں کثیر جرائم کے ذریعہ ہیں جبکہ شیپ میں سارے جرائم شامل نہیں ہیں۔
 آگ کے مقدسے میں یہ شہادت چھری کی گئی کہ اس نے پال کوئز کی دھڑکیوں
 تابی کو دسی ہانتہ کر اس کے جسم سے علیحدہ کیا اور اس کی جھیلیوں میں جھولنے کے
 طور پر اس نے بریل والا کوئز کو غم دیا کہ وہ اپنے دوست کے ساتھ اس کے ساتھ

جنتی حركات کرے جو فاشی پر مبنی ہیں اور شائستگی سے کوسوں دور ہیں۔ اس نے بریڈا کے
دست کو کم دیا کہ وہ تمام حركات کو بغور ملاحظہ کرتا رہے تاکہ وہ کچھ نیکی کہ جیسی تشدد کیا
ہو۔
ایک اور ایک کے جرائم گناہوں نے اور خطر آفرین تھے۔ وہ ظلم و ستم اور بے
رحمی کے تمام حدود سے آگے نکل چکے تھے۔

۱۰ "خو کرے" مٹیوں کو زنجیریں باعدہ کر رکھتے۔ قلم اور زیادتی کا نشانہ بناتے۔
 وہ کو جان سے مار دیتے اور پھر ان کے اعضاء کاٹ کر جلا ڈالتے۔ بچے کچے حوضوں کو وہ
 زہنی میں دبا دیتے۔ کیلے فوریا کے عدالتی نظام کی تاریخ میں ایک کا مقدمہ 200 لاکھ ڈالر
 کا ہزارین مقدمہ ہے۔ مظلوم مقتولوں کے رشتہ داروں اور عزیز و اقربا نے اپنے بھڑے
 ہونے والے عیادوں کی دلیلیں قلمیں کئی بار گھنٹوں دیکھیں۔ تب تک اور۔ جے۔ کلمن کا
 حرم ہنگا ترین مقدمہ شہر کیا گیا تھا لیکن اب کیلے فوریا کے قلمس دوہنگان کو ایک کے
 حرمے ہر لہر مٹی تحقیقات پر بہت ہی زیادہ خرچ کرنا چاہتا۔

اگرچہ ایک اور ایک کا خاصہ گھ جواز اور دستانہ تھا۔ وہ ایک لم کی شکل میں
بغلی کرتے تھے۔ وہ جہاں رہتے تھے وہ مکان بھی لیٹا ہوا ایک کے سر ایلوں کا تھا
لیکن ایک اپنے مقدمے کا سامنا کرنے کے لیے زعمہ نہیں رہا۔ جب اسے 1985ء میں
حکام کے علاوہ ایک مکان کو لوٹنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا تو اس نے سائنچل کے
کول اپنے کوٹ کے کالوں کی گردن پر آنے والی اسٹ سے نکالے اور گل لیے۔
سیکشنوں کے اندر ہی اندر اس کا دم کھینے لگا۔ باوجودیکہ اسے فوری طور پر طبی امداد دینا
چاہیے لیکن جب تک وہ دماغی طور پر مفلوج ہو چکا تھا۔ ڈاکٹروں نے اس کو زندہ رکھنے کے
لیکے سانس کی ہلی لگا دی۔ اس کی گردنی کے چوتھے دن اس کے دستانہ ایلوں نے
اس کی سانس کی ہلی نکال دی اور وہ چھ سیکشنوں کے اندر اندر مکمل طور پر مر گیا۔

یہ ایک کی موت سے عبادت کو پہچانے ہمارا کیا کہ اپنا مکمل طمع کر کے
نے کیا: ہمیں نے ایک کے کچھ کاموں میں اس کا ساتھ دیا جیسا کہ طریقہ نہیں ہا
کا کیا ہے لیکن یہ سب کچھ ایک کے خیالات و قصود پر مبنی تھا۔ میں نے خود کسی کو
نے جس کی مدد سے

جارج پینارڈ

(1991 年, 1956)

میں چاہتا ہوں کہ تم ہر ایک پر واضح کر دو کہ اگر انہوں نے میرے گھر کے اندر داخل ہوا تو میں نہیں کیا تو کچھ نہ کچھ غلطی ہو کر رہے گا۔“

— 344 —

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی معمولی سی بے نام جگہ تیزی سے غیر معمولی حالت
تبدیل کر جاتی ہے۔ ایسا بیشتر بے ہی ہوتا ہے جب وہ جگہ کسی ناقابل بیان بدترین جرم کا
قصبہ بن جاتی ہے۔

لکھنے کے لئے ایک مشہور قلمی مرد کے رشتہوں کا سلسلہ ہے جو امریکہ کے
عقبہ پر جنوب مغرب میں واقع ان رشتہوں کے اندر پھیلا ہوا ہے۔ یہ تقریباً ۱۵۰

کی ہے۔ حتیٰ کہ بیرونی ملک نے بھی انکے سے مل کر ملے۔

انگلینڈ کے سفر

- 1- سین ڈیئر 2- لکھا لیر 3- لہوے ڈیئر 4- کھڑی چ
5- جھڑی جھالہ 6- مانگیل کیرول 7- گھنٹھیں المین 8- لونی پڑی
9- راکن ساٹ سٹیلے 10- لونی باڑ جھنیر 11- بھڑا کوڑ 12- پل لہو
ایک سوخا لکڑیال کوڑ کا قائل قرار دیا گیا۔ اگرچہ دیکھ شولہ اس کے خلاف
تھے لیکن وہ کوڑ کے قائل کی کارروائی میں زیادہ سے زیادہ ملوث تھا لہذا یہ یقین نہ
کی کوئی وجہ تھی کہ وہ قائل نہیں ہے۔



ہمارے نام کے

حکامات پر اس کے کہنے پھرنا موجود ہیں۔ کئی کی بنیاد باب لوبی نے اپریل 1948ء میں سان انٹونیو ٹیکساس میں رکھی۔ ٹیکساس میں تقریباً 150 لیوینز ریستوران موجود ہیں۔ اکتوبر 1991ء میں کلین ٹیکساس میں لیوینز کہنے پھرنا فوراً مشہور ہو گیا کیونکہ کتب کی امریکن تاریخ میں اتنی تعداد میں ایک ہی جگہ پر اتنی تعداد میں کل نہیں ہونے دے پنے کلین میں ہوئے۔ اس سے قبل جانچ وچار کی طرح فیس کی مثال کیلئے ہمارے کے ٹیکساس میں ہونے والے کل ہیں۔ جو جنم ہو رہی ہے 1984ء میں کے تھے جن میں تقریباً 24 آدمی مارے گئے۔ جانچ وچار نے لیوینز کہنے پھرنا میں 24 آدمیوں کو اپنے سمیت قتل یا زخمی کیا۔

جانچ وچار ایک صحیح حراج 'حصہ' عورتوں سے نفرت کرنے والا اور غیر ملکی ملحقین ٹیکساس کا رہنے والا تھا۔ اس کے چہرے پر کبھی مسکراہٹ نظر نہیں آتی تھی۔ عورتوں سے نفرت کرنے میں مشہور اور لمبے میں اعلائیہ سزا اپنے کا نفسیاتی مریض تھا۔ لیوینز کہنے پھرنا میں قتل عام کا مظاہرہ کرنے کے واقعے کے بعد وچار کے نزدیک ملحقین کی رہنے والی دو بیہوشیوں نے جن کی وچار سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی تھی انہیں تمام لوگوں کو بتایا کہ وچار نے غیر مربوط توہمت پر متنی بن بیہوشی کو چار سفات پر ملحق ایک خط لکھا جس میں اس نے بتایا کہ ملحقین جو اس کی تمام عورتیں ماسوائے ان دو بیہوشی کے کتبا نہیں ہیں۔ ان لڑکیوں کی ماں اس وقت کے گورنر ٹیکساس این رچرڈ کی رشتہ دار تھی وہ اس خط سے خاصی پریشان ہوئی اور خط کو پولیس کے پاس لے گئی۔ چونکہ خط میں کئی خصوصی دھمکی وغیرہ نہیں دی گئی تھی اس لیے خط پر پولیس نے کوئی توجہ نہ دی۔ لڑکیوں کے باپ نے جو ایک ہسپتال کا مہتمم تھے وہ خط ایک ماہر نفسیات کو دکھایا تو اس نے یہ خط کہہ گئے وہاں دونوں لڑکیوں سے متعلق پراگندہ جہتی خیالات رکھتا ہے۔ ماہر نفسیات نے یہ بھی کہا کہ وچار خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔

ماہر نفسیات نے جی ای کہا تھا 18 اکتوبر 1991ء کو جانچ وچار اپنے بچے تلے ایک کی فوراً پک اپ میں سوار ہوا اور کلین لیوینز کہنے پھرنا میں سامنے کی کھڑکی کو توڑا اور اندر داخل ہوا۔ پک اپ سے باہر نکلا اور اس نے لوگوں پر گولیاں برساتا شروع کر دیں۔ خود بخود وہاں رہا۔ اسی وقت بعض لوگوں تک پہنچا اور ان کے سروں کا ٹکڑا لے کر ان پر گولیاں

10 شیطان

ہاں۔ اس نے ایک ہونے سے آدمی کو سر پر اس وقت گولی ماری جبکہ اسے اس کی بیوی 'جینی' اور اس کی بہن 'دی' تھیں۔ ہونے کی بیوی مرتے ہوئے شوہر تک پہنچی تو وچار نے اس کو بھی اس کی بیوی پر گولی مار کر وہیں دبا کر دیا۔ پھر وچار نے ایک بڑے قلعہ اشارے سے اس کو ریستوران سے باہر نکل جانے کو کہا۔

لیوینز ریستوران کا سحر ایک پاگل کی غولی دیوانگی کا مظہر پیش کر رہا تھا۔ اس کے پاس وہ ہتھول تھے ایک کاک 17 تھا جو تقریباً خود کار تھا جبکہ دوسرا گرہنی 89 تھا۔ اس نے ان کو قتل کرنے کے بعد وہ بارہ گولیاں سے بھرا۔

یہ لوگ اس ناگہانی آفت سے بچ گئے میں کامیاب ہو گئے۔ جیسے ایک آٹو کا کام کرنا ہے اسے اپنے آپ کو شیشے کی کھڑکی سے شیشہ توڑتے ہوئے باہر پھینک لیا۔ گو اس کے کمرے زخمی ہو گئے لیکن اسی ماحول میں میں لوگ حریف ہماگ نکلے اگرچہ ان کو بھی گولے لگم آئے۔ ایک ملازم دن کا بہت بڑا حصہ دشمن دھونے والے اب میں چھپا رہا۔ ایک نے خود کو زخمی زخمی میں چھپا لیا دلوں ہی بچ گئے۔

جب وچار صوم لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار رہا تھا تو اسے پیچھے ہونے لگا۔ فحشیات بھی آگئیں۔ اس نے کہا: "یہ وہ کچھ ہے جو میرے ساتھ ملحقین نے کیا۔ یہ وہ ہے جو میرے ساتھ قتل کوئی نے کیا۔" وہ چلا: "مجھے امید ہے کہ یہ سب کچھ ٹیکساس کے شہاں شان ہے۔"

بعد میں وہ وچار جس کھڑکی سے داخل ہوا تھا اسی سے کھینچا ہوا باہر نکلا۔ ملحقین اس سے وہاں چھپا ہوا فحشیات کی تلاش کرنے والا امریکن پولسین وچار کو وہ مرحہ زخمی کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے پہلے اس کے کمرے کو اور پھر جسم کے اوپر کے حصہ کو ٹکڑا ٹکڑا۔ زخمی ہو کر گرنے کے بعد وچار نے اپنے آپ کو ایک غسل خانے میں چھپا لیا وہاں اس نے اپنی کپڑی پر قابو کر کے خودکشی کر لی۔

لیوینز کا قتل عام رک گیا۔ پولیس نے اس کے مرنے کے بعد یہ دریافت کیا کہ وچار نے جب خودکشی کی تو اس کے پاس پچاسے طور پر بھرے ہوئے ہتھول موجود تھے اور ان کے علاوہ اس کے پاس

ہو رہا تھا کہ اس کی موت ہو جائے۔ وہ بہت لمبا وقت میں لوگوں کو گت کر کے ان کے
کا یہ بھی اندازہ تھا کہ اگر انہیں دوسری نے اس کو شکست دیا تو وہ اس کا
موت ہو جائے۔

جسٹس ریڈ کی تہمت کے فوج میں 1961ء سے 1969ء تک جہاز
کے اس زمانے سے چار ماہ پہلے اسے فروری 1961ء میں 10 ماہ قید میں رہنے
کا حکم دیا گیا۔ اسے اپنا پہلا برقیات کیا جتا تھا تاہم گورنر قاضی کا حکم
رہتا تھا کہ جہاز تہمت میں اس کا 10 سال (حب اسے قید سے 10 ماہ پہلے
سال قید ہوتا تھا۔ اس کے کام کے پر حاکم نے پولیس کو قاضی کے قاضی کی ہر
نہیں کرتا تھا بلکہ گتائی اختیار کرتا تھا۔ جب اسے ایک تہمتی جہاز سے صحت پائی
گیا تو ایک 10 ماہ قید کے قاتل کے مطابق وہ کیسہ خطر ہو گیا تھا۔ ایک
خونخاک فحشوں سے دیکھتا گاڑیوں کا "ہر معاشرہ" میں بعض جہازوں کو پانچ سو
پانچ لاکھ تھا۔

لیونیز دستورات میں ہونے والی خطرات سے بچنے والے ایک 71 سالہ
نے گیس کے لوگوں کے جذبات کی ترغیب کرتے ہوئے کہا: "میں خوش ہیں کہ جہاز
وفاقی مر گیا۔ میں یہ سوچتے پر حاکم ہوں کہ لوگ جس کے دل تھے انہیں وہ مل گیا۔
جس کے دل تھا اس کو بھی وہ مل گیا۔"

————— ☆ —————



55

ارل لیونارڈ نیلسن

"گورنر قاضی"

"گلا دیوچ کر مارنے والا سیاہ پوش"

(1897ء تا 1928ء)

"مکرو کلیہ کے لیے خالی ہے۔"
یہ جتنی کسی سے حد کی حد کے لیے ارل نیلسن کی مدد کرتی تھی۔
"میں محبت کا گل (ہندی ٹک) صرف بچے کی بات کو کرتا ہوں۔"
ارل نیلسن
"جس لوگوں نے میرے ساتھ رہائی کی میں ان کو سہا کرتا ہوں۔"
ارل نیلسن کے چالیس سالے سے پہلے کے حالات

ارل کیوٹارڈ نیلسن ایک عورت باز پاجی شیطان اور قاتل تھا۔ اس نے بیٹو
 کے اندر دو سال میں 22 عورتوں کو بے دردی سے عزت لوٹنے کے بعد گلے مار دیے۔
 واردا تمیں اس نے سان فرانسسکو، سان جوزے، لوک لینڈ اور سانٹا باربارا، کیلیفورنیا،
 لینڈ اور لیگان سٹی، اور لیگان بیٹل، وائٹن، کونسل بلٹن، اور کانسٹیٹوٹا، کیلیفورنیا،
 پلو، نیو یارک، ڈیٹراٹ، مشی گن، کواکو، آئی ہکس، اور وائی پک، مینی لو، کیلیفورنیا،
 نیلسن کو ہلا قاتل کے نام سے بھی مشہور تھا۔ اس کا یہ عرفی نام اس کی عورتوں
 سے پڑا تھا۔ وہ اوپر کو اٹھی اور آگے کو بڑھی ہوئی چھٹائی رکھتا تھا۔ اس کے ہونٹوں
 اور آگے کو پکٹے ہوئے تھے۔ اس کے ہاتھوں پر کھمبے سیاہ ہال تھے اور اس کی ٹانگیں
 بالکل بندر جیسی تھیں۔ حربہ برآں اس کے عرفی نام میں باقی اضافہ اس کے جرائم میں
 جانے والی حیوانیت بھری وحشت نے کیا۔

جب ابھی وہ بچہ ہی تھا تو وہ گلی سے گزرتی کار سے ٹکرا گیا اور اس کے سر پر ایک زخم آ گیا۔ اس حادثے کی وجہ سے اسے عمر بھر کے لیے صدمہ کا رنگ لگ گیا۔ ہو سکتا ہے کہ حادثے کی یاد اور مسلسل صدمے نے اس کی شخصیت میں تبدیلی پیدا کی ہو اور اسے جیسا کہ جنوبی اور قلعہ بنا دیا ہو۔ اسی کی وجہ سے وہ عورتوں پر ہرمانہ طے اور ان کو قتل کرتا رہا۔

نیلسن 1897ء میں فلڈالینیا میں پیدا ہوا۔ اس کی ماں آنکھ کے مرض میں مبتلا کر مری اس وقت نیلسن کی عمر ایک سال تھی۔ اسے پیدوش کے لیے اس کی والدہ لپکا دے دیا گیا۔ وہ ایک عجیب و غریب بچہ تھا۔ وہ ہنسی کسی تامل کے بغیر اور صاف غریب کپڑے پہنے ہوئے خوشی خوشی سکول جاتا لیکن جب واپس آتا تو اس نے کندے و جوتے لیکن رکھے ہوتے۔ یہ جتنی بات تھی کہ وہ اپنے کپڑے راتے میں بے گھر فقیروں سے تبدیل کر لیتا۔ وہ کیوں ایسا کرتا تھا؟ کیا وہ ان کو خیرات دیتا تھا یا یہ اس کی ذہنی حالت تھی؟ اس کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔

نیلسن کی خالہ ایک پابند مذہبی عورت تھی جو ہائل کے تقویٰ معنوں کی وضاحت کرتی تھی اور وہ اسے اپنا مقدس فرض سمجھتی تھی کہ وہ اپنے جیم بھانجے کو ہائل کی تعلیم دے گا۔ یہ تعلیم ہماری رنگی بلکہ اس وقت بھی ہماری رنگی چپ وہ عورتوں کی صحت مند فکروں میں نگہ عروج پر تھا۔ وہ مذہبی جموں کی طرح ہائل کی تبلیغ بھی کرتا اور اس کا ساتھ

میں نے اپنے دل سے کہا کہ وہ اس سے دن میں دو مرتبہ تھائی میں لازماً ملے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ وہ اس کی قیام گاہ پر بھی تھی۔ اس کی شادی صرف چھ ماہ پہلے اور اول نیلسن کو ملے۔ وہ اس کی قیام گاہ پر بھی تھی۔ اس نے نہ روک سکی جو اس نے ملک بہ ملک اور شہر بہ شہر کی دکانوں میں دیکھا۔ وہ اس کی قیام گاہ پر بھی تھی۔ اس نے نہ روک سکی جو اس نے ملک بہ ملک اور شہر بہ شہر کی دکانوں میں دیکھا۔ وہ اس کی قیام گاہ پر بھی تھی۔ اس نے نہ روک سکی جو اس نے ملک بہ ملک اور شہر بہ شہر کی دکانوں میں دیکھا۔

مردم ہر کمرج کی۔
28 سال کی عمر میں نیلسن کو دماغی امراض کی تربیت گاہ میں بند کیا گیا کیونکہ اس نے پہلی ہی لڑکی پر بھڑانہ حملہ کیا تھا۔ وہ اس تربیت گاہ سے تین مرتبہ نکل بھاگنے میں کامیاب ہوا۔ اس نے پہلا قتل 20 فروری 1929ء میں کیا۔ وہ اپنی نفسانی حکیمین کے لیے فرانسیسکو میں محکمہ رہا تھا کہ اسے ایک مکان کے سامنے کی کھڑکی پر "کمرے کرائے کے لیے خالی ہیں" کی ملوثی آدینہ اس نظر آئی۔ اس نے مکان کے دروازے پر دستک دی۔ صبح کو کھڑے وہی صحت سے کمرہ دیکھنے پر اسرار کیا۔ جونہی وہ اندر گھسا اس نے اس صحت کا گواہی لیا اور اسی وقت چھوڑا جب اس کام نکل گیا۔ پھر اس نے لاش کی کثرت توہین سے اپنے نفس کی حکیمین کی۔ اس نے اسی مکان کے بالا خانے پر لاش کو لٹک دیا۔

مجھے چند ماہیں ریاست ملے تھے وہی میر کرتا رہا جبکہ ایک قتل کا مقدمہ اس کے خلاف قائم ہو چکا تھا۔ کرے یا کرہ غلطی ہونے کی تلقین اس کی سوچ کو ہمیز لگاتی اور وہ یہ کہہ کر ہر کی حیثیت سے کرہ دیکھنے کی خواہش کرتا۔ اگر کرہ دکھانے والی کوئی صورت ملے تو وہ بھی اکیلی تو وہ اسے دھوکہ دیتا اور اپنی ہوش کی تحسین کے لیے وہی کچھ کرتا جو اس نے اپنے پہلے کار سے کیا تھا۔

نظمن کا شمار ہونے والی محلوں کی عمر 14 سال سے 63 سال کے درمیان تھیں۔
 کہیں کسی شہسوار سے اپنی 28 سالہ محبت جھڑپا بہانہ کی آٹھ ماہ کی بیٹی کا گناہ بھی
 بہت بڑا (شاید وہاں کی حالت دیکھ کر کہہ سکتے تھے)۔

گوریے قاتل میں قتل کے جرم کے بعد لاش کو پھپھانے کی خصوصیت تھی۔
 کبھی لاش کو کھلے عام دھوکہ کی جگہ پر نہیں چھوڑا۔ وہ یا تو لاش کو کسی پھوسے
 الداری میں بند کرتا یا پھر اس کو بستر کے نیچے پھپھاتا۔
 اس نے مقتولہ ایسلی پیٹرسن کے کپڑوں کو پھانے کپڑوں کی غریب و فروخت سے
 پر فروخت کیا تھا۔ ان کپڑوں سے اس کی نشاندہی ہونے پر اسے امریکا کی سرحد سے
 مکمل دور گرفتار کیا گیا اور اس پر مقدمہ ولی پیگ مانی ٹوبا کینیڈا میں اس کی آخری
 ایسلی پیٹرسن کے قتل کے جرم میں نومبر 1927ء میں چلا گیا۔ اس کی موت کے بعد
 نے اسے 1926ء میں نیو جرسی میں ہونے والے تھرے قتل کا مجرم بھی قرار دیا۔
 تینوں مجرموں مکانات کی مالکہ تھیں جنہیں دن کے اوقات میں قتل کیا گیا تھا۔
 لاشوں سے توہین آمیز سلوک کے بعد ان کو ان کے بستروں کے نیچے پھپھایا گیا۔
 واضح تھا کہ ان دونوں لیسن نیو جرسی ہی میں تھا لیکن اس پر ان تلوں کا پورا حصہ
 صورت میں نہیں ڈالا گیا۔ اسے ایسلی کے مقدمے ہی میں موت کی سزا ہوئی۔
 عملدرآمد 13 جنوری 1928ء کو کیا گیا۔ اس کے آخری الفاظ یہ تھے: "میں نے کسی کو
 نہیں کیا۔ کبھی نہیں۔ کبھی نہیں۔ کبھی نہیں۔" اور میں ان تمام کو معاف کرتا ہوں جنہوں نے
 میرے ساتھ زیادتی کی ہے۔"

یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ اس کے آخری الفاظ پر کسی نے یقین نہیں کیا
 اور نہ ہی اس کے مرنے کے بعد کوئی ایسی صورت پیدا ہوئی ہے کہ اس کے ان آخری
 الفاظ پر یقین کیا جاسکے۔ یہی سچ ہے کہ اس نے 22 مجرموں کا قتل کیا تاہم یہ ممکن
 موجود ہے کہ مذکورہ تعداد زیادہ ہو۔



جیمز اولیور ہوورٹی

(1942ء تا 1983ء)

"سائبر وی ایس پی موقع سنا کرتا ہے۔ میں قتل کرنے جا رہا ہوں۔
 انسان کا قتل۔ میں نے وقت ہم میں ہزاروں قتل کے اند میں صرف
 قتل کرنا چاہتا ہوں۔"

جیمز اولیور ہوورٹی

18 جنوری 1984ء کو جب جیمز اولیور سان لیسیڈو کیلے فور ہا میں واقع میکڈونلڈ
 ریستوران میں داخل ہوا اور اس نے مصمم لوگوں کی جانیں ضائع کرنی شروع کر دیں تو
 اس نے ساتھ ہی دیہر پر نئی ایک امریکن ہوی خصوصیت کی تھیہ کو بھی گولیوں سے بری
 سزاؤں کا پھل دیا۔ وہ ذاتی طور پر چھوٹے مسکین اور امریکیوں سے نفرت کرتا تھا۔ بد قسمتی

سے ٹیکلڈ ویلڈ ریستوران ایک ایسی جگہ تھی جہاں یہ تین بکثرت مل سکتے تھے۔
اپنی بے مہار نفرت کا مکمل اظہار کر سکتا تھا۔

جیمز ہوورٹی 1942 میں کیلین، کیلیفورنیا میں پیدا ہوا۔ تین سال کی عمر میں وہ اس بیماری سے بچ کر بچا گیا لیکن اس موذی بیماری نے اسے تقریباً دو سالوں کے لیے سکول جانا شروع کیا تو اس کے ہم کتب اس کے لنگڑا کر چلنے کا مشورہ دیا۔
جب ہوورٹی سات سال کا ہوا تو اس کے باپ نے ایک فارم خرید لیا جس پر وہ علاوہ اس کے بھائی کو بھی وہاں بھیج دیا۔ اس کی ماں نے کچے کے ساتھ ایک جگہ انکار کر دیا اور مذہبی جنون اپنا کر مشنری سہیلہ بن گئی۔

ہوورٹ خامدانہ کا فارم پینسلوینیا کے آرمش ٹاؤن علاقے میں تھا۔ اس نے مسائے اپنے علاقے کے اخلاقی ضابطوں اور روایات کے تحت پائندہ بن گیا۔
اگر ایک کا انتقال ہو چکا ہوتا تو ایسی صورت میں آرمش معاشرہ ہائی کیے وغیرہ لہذا ایسی روایات کے پس منظر میں ہوورٹی خامدانہ ماں کے زعمہ ہونے کی وجہ سے لوٹ پھوٹ کی بنیاد پر وہیں معاشرے میں مطابقت نہ پاسکا۔ جیمز ہوورٹی ایک جگہ ہم جماعتوں کے طعن و تشنیع کا ہدف بن گیا۔

اسی دور میں ہوورٹی کو بندھنوں سے دلچسپی پیدا ہو گئی۔
اس نے بالخصوص "ہاٹ لوڈنگ" کی تکنیک سیکھی۔ اس کا مطلب ہے کہ

میں بارود اس مقدار سے زیادہ ڈالا جائے جس مقدار کو بندھن اور کاروں کے مطابق مقرر کیا گیا ہے۔ (ماں کے مذہبی دیوانگی کے بعد ہوورٹی کی دماغی اپنے بچے پاس آج بھی تھی کہ اس کا چنا اپنے بیٹوں کی پرورش کر سکے) ہوورٹی کی دماغی سرچہ گرد کا ایک ڈبیر اس کمرے میں پڑا پایا جہاں ہوورٹی "ہاٹ لوڈنگ" پر کام کرتا تھا۔ اس نے اس گرد کو جھاڑو سے اکٹھا کیا اور اس گرد کو پکڑے کے ڈبیر کو لٹائی ہوورٹی کی دماغی اس گرد کو ڈال دیا۔ وہ گرد اصل بارود تھا لہذا زور کا دھماکہ ہوا اور بیماری ہوورٹی کی دماغی جلیں گئی۔

ہائی سکول میں بھی ہوورٹی بھی کچھ سیکھا رہا۔ پھر اس نے کانج میں داخلہ لے لیا اسے کانج سے مردوں کی جھینڈ و جھین کے سکول میں بھیج دیا گیا۔ جب وہ جھین

جیمز ہوورٹی نے دہریت اپنائی لیکن اس کے باوجود یوں لگتا ہے کہ اس کا عقیدہ جیسا کہ وہاں رہا۔ اس نے کہا کہ وہ خدا پر اس لیے یقین نہیں رکھتا تھا کہ خدا اس کی ماں کو سے بچ کر کے لے گیا۔ اس کے باوجود اگر خدا نہیں ہے تو پھر اس پر ہر الزام کیوں ہے؟ یہ لطف مذہبی تکت ہوورٹی کی دانت سے باہر تھا۔

جیمز دماغ کا جوفن ہوورٹی نے سیکھا تھا اس کے حوالے سے اسے اپنے عیدائی خدمت میں ایک تکنیک فن کی پار میں ملازمت مل گئی لیکن اس کی ملازمت زیادہ عرصہ تک نہ چلی۔ وہ کو اپنے فن میں طاق تھا اور اپنے کام سے دلچسپی بھی رکھتا تھا لیکن وہ عورتوں کے ساتھ نفرت کرتا تھا کہ وہ مرنے والوں کی عزیز سے عزیز عورتوں کے ساتھ رسمی طور پر خوش تھا۔ بولے کو تیار نہیں تھا جبکہ یہ بھی اس کے چپے کا ایک کاروباری تقاضا تھا۔
تقریباً 1947 کو کوئی پیارا یا کوئی بیماری فوت ہو جاتی تو وہ ان کی فوت ہو جانے والے کے بارود کا اور تفریحی کلمات کو بھی دل سے پسند نہ کرتا۔ اس نے یہ ناجی پیشہ چھوڑ کر

ہوورٹی کو محام کے مقام میں بننے والی ایشیا کے ایک کارخانے میں ویلڈنگ کا کام بھی دیا۔ اس نے اس چپے سے انجی آمدن بھی شروع کر دی۔ ایک مکان بھی خریدا لیکن وہ اپنے فیسے میں رہتا کیونکہ وہ ایک ہار پھر ملے داروں کی طعن و تشنیع کا موضوع بن گیا۔
کارخانے میں اس کے ساتھی اسے جان بوجھ کر ہوورٹی کی بجائے "تھری" (محسن) کے خطاب کرتے۔ وہ اس نام سے چڑتا اور غصہ کھاتا تھا۔

ہوورٹی نے بہت سی عیدیں اکٹھی کرنا شروع کر دیں۔ وہ مختلف قسم کی گولیوں کا باہر کارخانہ آ کر یہ باتیں کرتا رہتا کہ کوئی گولی انسانی گوشت کو کس قدر نقصان پہنچاتی ہے۔ اس کی کھٹکوتے ہوئے وہ جڑا خوش نظر آتا۔ وہ جیڑی سے اس نقشے کی طرف ہار پاتا تھا جس سے بائیں کا کوئی راستہ نہ تھا۔ اس حقیقت کا اظہار اس کی ہڈیانی اور بڑا بننے کے

ہوہرنی سے ہوتا تھا۔ وہ امریکی حکومت 'غیر ملکی دشمنوں' امریکہ میں مقیم فرامین
صدور کی ناکامیوں اور دیگر ایسی باتوں جن سے متعلق وہ کچھ بہت سست تھا۔
باتیں کرتا چلا جاتا۔ جب وہ اپنے گھر میں بھی ہوتا تو بھی وہ ایک بھری ہوئی
بندوق (پستول وغیرہ) اپنی دسترس میں رکھتا۔ اس نے یہ بھی اہتمام کر رکھا تھا کہ
گھر میں جتنی بھی گیس تھیں اس نے ان کے حفاظتی کپ (سیلفی ڈالو) ٹائل سسٹم
ہوہرنی نے جرمین شیفرڈ کتے رکھے ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ اس کے بچے
دوختن اترا۔ کتے کے بھونکنے اور لپکنے کی آوازیں کر ہوہرنی نے کتے پر ایسا کافی قہر
وہ اچھل کر مگا اور مر گیا۔ ہوہرنی نے غر سے اپنے ملاقاتی سے کہا "دیکھ میں
مہمانوں کی حفاظت یوں کرتا ہوں۔"

☆

ہوہرنی اپنے ہمسایوں اور اپنے کام کے ساتھیوں کے ساتھ خصیعت کی بنا
پائیں کرتا رہتا۔ وہ بیوی اور بچوں کو جسمانی طور پر بھی چاٹوں اور کھلے سے منہ
ایک مرتبہ اس نے اپنی بیوی کا جیزا توڑ ڈالا اور اپنی بیٹی کے گلے پر چاٹتے ہوئے
جالوں پر بھی ناقابل بیان ظلم روا رکھا تھا۔ میکڈونلڈ میں کل کے واقعہ سے ایک دن
وہ کتابوں میں تحریر کی گئی بدحواسی کی مثال تھا۔

18 جولائی 1984ء کو چار بیچے کے قریب وہ سان لیڈو کے میکڈونلڈ تھا
داخل ہوا اور ریستوران کی خاتون نمبر کو گولی سے اڑا دیا۔ پھر اس نے ہر ایک کو گھر
وہ سب فرش پر لیٹ جائیں۔ گاہکوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور اسے ان کو گولی
نشانہ بھاتا شروع کیا اور اپنی مرضی کے مطابق جس طرح چاہا۔ اس نے ان
دیر استعمال اتھارٹی۔ 35 بڑی طاقت کا 9۔ ایم ایم۔ پستول 'وینسٹر 1200' ہپ
12 گج کی شاٹ گن اور اسرائیلی فوجی اسٹریک کی 9۔ ایم ایم ہائل اسے گاہکوں
آئی تھی۔

ہوہرنی کے اس حملے کے نتیجے میں صرف ایک آدمی ہسپتال میں کافی عرصہ
باقی اطراء یا مر گئے یا پھر زخموں سے چھ بھاگ نکلے۔ اس نے اپنے ہار لوگوں میں
کی خفیہیں روا نہیں رکھی۔ اس نے مردوں 'مردوں' 'مردوں' پتے بچوں اور دوسرے



کارل جوزیم

(1891ء تا 1930ء)

میں نے اپنی زندگی میں 21 انسانوں کو قتل کیا ہے۔ میں نے جرموں کے قریب قریب دیکھا دیکھتیاں کرتے ہوئے آتش دہلیز کی ہیں۔ تقریباً ایک ہزار سے زیادہ مردوں کو لاپتہ کا شکار بنا دیا ہے۔ میں تمام کڑوؤں کے پادجو جیسے رتی بھر ہوس نہیں۔ چمک میرا خیر ہی نہیں ہے اس لیے مجھے کوئی کلفت نہیں ہوتی۔

کارل جوزیم

بعض اوقات کسی شخص میں برائی کی خالص گہرائی انتہائی مبہوت کرنے والی ہوتی ہے۔ کارل جوزیم بھی ایک ایسا ہی شخص ہے جس نے مذہب معاشرے کی جڑیں

میں نے ایک بیکار رو انسان تھا۔ ایک مرتبہ اس نے واشگاف الفاظ میں اعلان کیا۔ میں انسان (آدمی) خدا اور شیطان پر یقین نہیں رکھتا۔ میں اس تمام نسل انسانی سے نفرت کرتا ہوں جس میں میں خود بھی شامل ہوں۔ دوسرے انسانوں سے اور اپنی ذات سے نفرت نے جوزیم کی نفسیات میں انسانی فعل میں ایک مفریت پیدا کر دیا تھا۔ اس نے بدعت تصورات میں ایسا بھرپور تشدد موجود تھا جو قیصر میں تمام افراد کی بیک وقت قتل ہوتی تھی۔ اپنی بہت سی جیل کی قیدوں کے دوران وہ مسلسل پانی کی ترسیل میں زہر سے یا بھرپوری ریل گاڑیوں کو دھماکے سے اڑانے سے متعلق سوچتا رہا تھا۔

جوزیم کو مختلف قید و بند کی سزاؤں میں مسلسل لذت کا نشانہ بنایا گیا۔ اس کو برہنہ کر کے اس پر سے آگ پانی کے ذریعے گزاری گئی۔ اسے نہالے کے ٹپ میں ڈال کر جیل کے ٹکڑے دیئے گئے۔ اسے ایک سیدھی سا دی جیکٹ میں اس طرح کسا گیا کہ اس کے جسم کے بعض حصوں میں خون کی آمد و رفت بند ہوگئی۔ اس قسم کے واقعات سے اس کا ذہن میں ایک ناقابل تصور نفرت 'ہر اس شخص سے جو اس سے ملا بیٹھ گئی۔ اپنے اوپر کئے والے تشدد کے حوالے سے وہ کہتا ہے کہ معاشرہ اس سب کچھ کی قیمت ادا کرے کہ تشدد اور لاپتہ جیسی سزاؤں کے سہنے کے بعد اس کا فلسفہ یہ ہو گیا کہ جن لوگوں نے نہ صرف جسم کے مذہب ادا کئے ہیں اگر وہ ان کو سزا نہ دے گا تو وہ ان کی بجائے ان کی قتل کی کو سزا دے گا۔ اور اس نے ایسا ہی کیا۔

کارل جوزیم کو آٹھ سال کی عمر میں شراب نوشی اور بدچلتی کے جرم میں گرفتار کیا گیا۔ اسے پانچ سال 31 برس کی برائی اور جرائم کی ابتدا تھی۔

جب جوزیم کی عمر گیارہ سال ہوئی تو 1903ء میں ایک پڑوسی کے پاس قریب 10 سالے عزم میں اسے ایک اسلامی سکول میں بھرا گیا۔ اسے اسلامی سکول پسند نہیں آیا۔ وہ

مخفیہ اور استادوں کے پیچھے دہلے مشروہوں میں پیشاب ملتا رہا۔ اس نے
سکول ہی کو آگ لگا دی اور ایک لاکھ ڈالر کا نقصان کیا۔
سکول سے فارغ ہوتے ہی اس نے شراب نوشی شروع کر دی اور فوجی مشینوں

ہو گیا۔ چند ہی ہفتوں میں فوجی سامان چرانے پر اس کا کھٹ مارشل ہو گیا اور فوجی
کے لیے لیون ورگھ کی جیل میں ڈال دیا گیا۔

رہائی ملتے ہی وہ جنوب مغرب کے سفر پر روانہ ہو گیا۔ دوران سفر وہ فوجی
بد معاشی اور چوریوں کرتا رہا۔ وہ کئی مرتبہ مختلف قسم کے جرائم کی پاداش میں گرفتار ہو کر
جاتا رہا اور مختلف میٹروں کی قید کا قار رہا۔

1919ء میں جب وہ جیل سے باہر تھا اس نے سن کلیر آگل کبھی میں ملازمین
مگر جلد ہی اس نے ایک رگ (جیل ٹالنے والی مشین) چلا ڈالی۔

پھر وہ بحری سفر سے سکاٹ لینڈ چلا گیا۔ اس نے کچھ عرصے کے لیے یہاں
کیا اور جب وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا تو وہ دوا لگتے پر لوٹ مار اور قتل بھی کرتا۔
وہ افریقہ جا پہنچا جہاں وہ ایک بارہ سال لڑکے سے زیادتی اور پھر اس کے قتل کا مرتکب
ہوا۔ اس قتل سے متعلق اس نے تصدیقات بتاتے ہوئے کہا: "میں ایک جگہ تک پہنچا
سوچنے کے لیے بیٹھ گیا تھا۔ قریب سے ایک بارہ حیرہ سال کا لڑکا اپنی پشت پر
گزرا۔ وہ کچھ تلاش کر رہا تھا۔ جو وہ تلاش کر رہا تھا وہ لے لی گیا۔ میں اسے نگاہ سے
بھری دین پر ایک گز سے میں نے لے لیا۔ پہلے میں نے اس کے ساتھ جو کچھ تھا وہ لے لیا
اسے قتل کر دیا۔ جب میں نے اسے چھوڑا تو اس وقت اس کا بیجا کالوں سے بہہ رہا تھا
وہ سرنے سے بھی اگلی منزل پر تھا۔

جب وہ افریقہ میں تھا تو اس نے چوٹی اجرت پر حاصل کئے کہ وہ اسے عمر بھر
دیکھنے پر لے لیں۔ اس نے ان چوٹیوں کو جان سے مار دیا اور ان کی لاشوں کی بجائے
کی اور پھر ان کے اجسام کو ٹرکچروں کی غیافت کے لیے پانی میں پھینک دیا۔

پھر وہ واپس امریکہ آیا اور قتب زمیناں کرنے لگا۔ جہاں کے ساتھ مکروہ حکمت

جیٹوریم نے سسلی جہاز رکھا۔ اس نے سالم میساچوٹس میں ایک بارہ سالہ لڑکے کو
میں کپ جیٹوریم کی طرح اس کا بیجا بھی کالوں کے راستے بہہ نکلا۔ عالم کا تشدد ہی
میں کپ جیٹوریم کے بعد بھی اس کے اثرات ظاہر ہوتے رہتے تھے۔

1920ء میں نیو انگلینڈ میں سے سفر کرتے ہوئے اس نے نیو ہیون کو ٹیکسیٹ میں
ایک ساجہ صدر دیم ہارڈ ٹافٹ کے گھر کو لوٹا۔ (ٹافٹ کو اس وقت صدارت سے سبکدوش
کئے سات سال ہو چکے تھے۔)

اس وقت تک جیٹوریم اپنی مالی حالت کو معقول بنا چکا تھا۔ کچھ سرمایہ خرچ کر کے اس
نے ایک بلی دخانی کشی خریدی۔ اس نے فریب کاری سے دس ملازمتیں کیں پر اس وعدے
نے ساتھ سوار کئے کہ وہ ان کو کام دلانے کا لیکن اس نے الٹا ایک ایک کر کے ان کو اپنے
محلات کے مطابق قتل کیا۔

جیٹوریم کو جب مقدمے کا سامنا کرنا پڑا تو اس کے جیبے میں اسے عرقہ کے لیے
میں دوا تھ جیل بیچنے کی سزا ملی۔ اس نے جیٹوریم کے ممبران سے کہا کہ اگر وہ زندہ رہا اور
اسے موقع ملا تو ان میں کچھ کو ضرور مذاپ دے کر جان سے مارے گا۔ جب وہ لیون ورگھ
جیل میں آیا تو اس نے جیل کے داران سے کہا جو آدمی اسے پریشان کرے گا وہ اس کو
مار ڈالے گا۔ یہ آدمی جیل کا دھولی مارٹ دے گئے تھا جو عام طور پر جیٹوریم کی لٹپٹیوں کی
طرح خفاقی دے کر مہیا کرتا رہتا تھا۔ اس نے لوہے کے ڈھکے سے دھولی کے سر پر
گوشت ڈھکا کر اسے جان سے مار ڈالا۔ 25 سال کی جو قید جیٹوریم کاٹ رہا تھا اس
سمیت اس کو عمر بھر اسے موت کا حکم سنایا گیا۔

سزائے موت کی تمنج کے لیے جو سوسائٹی کام کر رہی تھی اس نے جیٹوریم کی سزائے
موت پر غصہ آد نہ کرنے اور سزائے موت کو قید میں بدلنے کے لیے کوششیں شروع
کر دیں۔ جیٹوریم نے ان اراکین سوسائٹی کو لکھا "میں تو تختہ دار پر لٹکے کے وقت کا انتظار
خفاقی سے کر رہا ہوں۔ میں اپنے چہرے پر ایک مسکراہٹ سمائے ہوئے چہانسی کا پھندا
لگے میں ڈالنے کو بے تاب ہوں۔ وہ کہیں اس کی راہ میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔؟"



تھامس بنیٹن

(1945ء تا 1995ء)

کرسٹن نے مجھے سکھایا کہ جو کچھ میں کر رہا تھا
 وہاں میں نے بھی کرنا تھا (تو کرسٹن نے کہا)۔
 کرسٹن کے مرنے پر مجھے کچھ یاد ہے
 وہ کبھی میری طرف سے کہتا تھا کہ میں
 اس کے پاس سے گزرتا تھا اور اس کے پاس سے
 گزرتا تھا کہ اس کے پاس سے گزرتا تھا۔

وہ اس مرنے کی بات کہتے تھے کہ وہ اس کے پاس سے
 گزرتا تھا کہ اس کے پاس سے گزرتا تھا۔

اس کے پاس سے گزرتا تھا کہ اس کے پاس سے
 گزرتا تھا کہ اس کے پاس سے گزرتا تھا۔
 اس کے پاس سے گزرتا تھا کہ اس کے پاس سے
 گزرتا تھا کہ اس کے پاس سے گزرتا تھا۔
 اس کے پاس سے گزرتا تھا کہ اس کے پاس سے
 گزرتا تھا کہ اس کے پاس سے گزرتا تھا۔
 اس کے پاس سے گزرتا تھا کہ اس کے پاس سے
 گزرتا تھا کہ اس کے پاس سے گزرتا تھا۔



حیران کن صورت حال بھی کہ اتنی شکستہ پسلیوں والے ظالم قہاس نے موت کا آغاز اپنے جہانیا؟ مزید تحقیق سے اسے پتہ چلا کہ قاتل کی ہڈیاں تھوڑی سی دیر پہلے لڑی تھیں۔ قہاس نے جو کچھ معصوم جانوں سے کیا تھا اس پر ایسوی لینس کے ڈرائیو نے اپنے سول کا سفر کرتے ہوئے قاتل کی لاش کو ایسوی لینس میں رکھنے سے پہلے اپنے ہاتھوں سے قہاس ماری تھیں جس کے نتیجے میں اس کی چند پسلیاں ٹوٹ گئیں تھیں۔ ڈرائیو کو اس کی ہڈیوں پر کوئی سرخس نہیں کی گئی۔

13 مارچ 1996ء کو صبح کے تقریباً ساڑھے نو بجے تھے۔ مس ہملٹن نے اپنی کوڈن بلین سکول کے سامنے پارکنگ والی جگہ پر کھڑا کیا۔ وہ کار سے باہر نکلا۔ اس نے ہاتھ میں دو 9 ایم ایم براؤننگ پستول تھے۔ دو سمٹھ اینڈ ویسن کے دیوالیہ تھے اور ان سے متعلقہ اسلحہ اور دیگر سامان تھا۔ اس نے تاروں کو کاٹنے والا کٹر استعمال کرتے ہوئے ٹی فون کی کچھ لائینس کاٹیں جبکہ ان میں سے کوئی لائن بھی سکول کی نہ تھی۔ سب کی سب ارد گرد کے مکانات کی تھیں۔ پھر وہ ایک بگلی دروازے سے سکول کے اندر داخل ہوئے۔ اس نے دو گولیاں اسبلی ہال کی اسٹیج پر داغیں اور دو لڑکیوں کے غسل خانوں پر۔ تین چار منٹ میں جو کہانی تخلیق ہوئی۔ اسے سکاٹ لینڈ کی سرکاری "پبلک تحقیقات" صورت ملا۔ اکتوبر 1996ء میں یوں لکھا گیا ہے:

پھر وہ حمیزیم (ورزش گاہ) میں داخل ہوئے۔ وہ ایک گہرے رنگ کی جیکٹ پہنے ہوئے تھا۔ چٹون سیاہ رنگ کے کارڈ رائے کی تھی جبکہ اس نے سر پر اپنی ہیٹ پہن رکھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک پستول تھا۔ وہ حمیزیم میں چند قدم آگے بڑھا اور بغیر کسی نشانہ لیے اسنے دھڑا دھڑ گولیاں داغنا شروع کر دیں۔ مسز ہیرلڈ کو گولیاں دونوں بازوؤں "داہنے ہاتھ اور بائیں چھاتی پر لگیں۔ وہ لڑھک کر اسٹور کے حمیزیم سے ملحقہ اماٹے میں بھاگی گئی۔ اس کے بعد چھ بچے بھی وہاں ہی گرے۔ مسز ہیرلڈ کو بھی کئی گولیاں لگیں اور وہ فوراً ہی انتقال کر گئیں۔ مسز ہیرلڈ کو بھی کئی گولیاں لگیں وہ چار بچوں کی آڑ میں ان کے پیچھے پیچھے اسٹور میں بھاگی گئی۔

حمیزیم میں داخل ہونے والے دروازے کی آڑ لے کر ہملٹن نے اپنے 29 گولیاں داغیں۔ اس آڑ سے اس نے ایک بچے کو ہان سے مارا اور کئی بچوں کو زخمی کیا۔ اس گولیاں داغنے کے عرصے کے دوران چار زخمی بچے اسٹور تک کھینچے میں کامیاب ہوئے۔ اسٹور میں مسز ہیرلڈ خوفزدہ پناہ لیے ہوئے بچوں کی حوصلہ افزائی کرتی رہیں۔ فرش پر خوف سے دبکے اور سبے ہوئے بچے بے یارومہ دگر خون میں لیٹے ہوئے تھے اور اپنے ہم جماعتوں کی چیخیں اور کراہیں سننے ہوئے کسی مدد کا انتظار کر رہے تھے۔ قہاس ہملٹن حمیزیم کی شرق کی سمت بڑھا اور باہر بڑھتے ہوئے اس نے چھ گولیاں حرید داغیں۔ آدھا قاصد ملے کرنے کے بعد حمیزیم کی جانب سمت میں آٹھ قاتر کئے۔ پھر اس نے حمیزیم کے وسط میں کھینچ کر نصف دائرہ بناتے ہوئے ان بچوں پر 16 قاتر کئے جو پہلی قاتر تک سے مفلوج ہو چکے تھے یا دیسے ہی جنہوں نے پناہ لینے کی خاطر خود کو فرش پر ڈال رکھا تھا۔ وہ ان کے قریب کھڑا ہو گیا اور نزدیک سے ان پر قاتر کئے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد قہاس ہملٹن حمیزیم کے جنوبی اختتام تک گیا اور وہاں سے اس نے مختلف سمتوں میں 24 گولیاں داغیں۔

وہاں سے پھر وہ دروازے کی طرف بڑھا اور لائبریری کے سامان رکھے والے کمرے پر چار قاتر کئے۔ وہاں مسز گرہیں ٹویڈل حملے کی رکن کو پیشانی پر گولی سے زخم آیا۔ ایک اور ملحقہ مسز کیترائن گولڈن اور اس کی کلاس نے گولیوں کی آواز سن کر اپنی جماعت کے بچوں کو حکم دیا کہ وہ فرش پر لیٹ جائیں۔ یہ بڑا بروقت اقدام تھا کہ اس کے ساتھ ہی اس کمرہ جماعت میں 9 گولیاں قاتر کی گئیں۔

اس وقت تک شاہد ہملٹن فیصلہ کر چکا تھا کہ اس نے اپنا خونی کام سر انجام

دے کر ہنہ غصہ اتار لیا ہے اور اپنی دیرینہ سوچی سمجھی چابی چابی ہے۔ "بیک تحقیقات" رپورٹ ان آخری لحظات کے بارے میں یوں لکھتی ہے۔

"تھامس ہملٹن جب دوبارہ حمیزیم میں داخل ہوا جہاں اس نے پھر قازنگ کی پھر اس نے پستول پھینک دیا اور ریوالور نکالا۔ اس نے پستول کی نالی اپنے منہ میں رکھی اور منہ کو اوپر کی سمت اٹھایا اور ریوالور کا گھوڑا دبا دیا۔ اسے جلد ہی موت نے آن لیا۔"

حمیزیم میں ایک معطلہ اور پندرہ بچے جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے جبکہ دانی جانے والی گولیوں کی تعداد اٹھاون تھی۔ ایک بچہ جس کو گولی لگی تھی بعد میں ہسپتال میں مل بسا۔ سترہ دیگر بچوں کو بھی گولیاں لگی تھیں لیکن وہ بقیہ حیات رہے۔

تھامس ہملٹن اس خیال میں بڑا ہوا تھا کہ اس کے دادا دادا ہی اس کے باپ تھے اور اس کو جنم دینے والی ماں اس کی بہن تھی۔ وہ ایک غیر معمولی طالب علم تھا۔ تھا تنہا رہنے والا شمار کیا جاتا تھا۔ جوں جوں وہ بڑا ہوا توں توں وہ بالٹو لیا کا مریدی بن چلا گیا۔ اس کے بعض جاننے والے کہتے ہیں کہ وہ احساس برتری اور ذہنی اہمیت کے احساس کا بھی شکار ہو چکا تھا۔

ہملٹن بیس سال کی عمر میں یوٹے سکاؤٹس سے بھی وابستہ رہا لیکن اسے جلدی قازغ کر دیا گیا کیونکہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو غیر محفوظ طریقے سے سمجھتا تھا اور یوٹے سکاؤٹس کے قواعد و ضوابط سے روگردانی کا عادی تھا۔ مثال کے طور پر وہ یوٹے سکاؤٹس کو پتے کپڑوں میں باہر سلاتا تھا۔ یوٹے سکاؤٹس سے اپنی معزوری کو ٹیم دلی سے قبول کرتے ہوئے اس نے ایک "ہوائز کلب" کا اجراء کیا جس کے ممبران کی عمر سات سے گیارہ سال ہوتی۔ اس سے متعلق مشہور تھا کہ بالغ افراد میں بالخصوص عورتوں میں خود کو بے گن اور تکلیف میں محسوس کرتا تھا لہذا وہ زیادہ وقت اپنے کلب کے ممبران میں گزارتا۔

اپنی زندگی کے تیسویں سال میں اس نے گتوں اور اسلحوں کی خرید و فروخت شروع کر دی۔ اسی بات کا ریکارڈ موجود ہے کہ اس نے آٹھیں اسلحہ کا ایک لمبا سلسلہ قائم کیا، یہ ڈن پلیم کے واقعے سے دو سال پہلے کی بات ہے جو وہ پستول اس نے حمیزیم میں استعمال کئے یہ اس کے جمع کردہ آٹھیں ہتھیاروں میں سے تھے۔

ابھی تک اس بات کی کوئی وضاحت نہیں ہو سکی کہ تھامس ہملٹن نے کیوں ایک خودکش حملہ سارے پانچ بچوں کا خون کیا اور پھر خود کو بھی بمیابک اعزاز میں اپنے آپ کو بھی مار ڈالا۔

ہو سکتا ہے کہ لوگ اسے ذہنی بیماری کا نام دیں یا معاشرے کے خلاف نفرت ہو سکتا ہے یا پھر یہ سب کچھ اس کی دوسروں سے اپنی بیگانگی کا بھوڑا اظہار ہو۔ تاہم ان باتوں میں سے کوئی بھی وجہ مرنے والوں کے والدین کے دکھ میں کی نہیں کر سکتی اور نہ ہی یہ وجوہات خوش قسمتی سے فحج جانے والے بچوں اور اساتذہ کے سوالات کا جواب دے سکتی ہیں۔



ایک دوسرے پولیس افسر نے ڈاکٹر کے ریسرچر کو کھولا تو اس نے دیکھا کہ شکار کا کتا ہوا سر پڑا دیکھا۔ یہ آلور لیس کا سر تھا جو مکمل مردہ آنکھوں سے آنکھوں خانے میں ایک کھلے ڈبے کے ساتھ پڑا پولیس افسر کو گھبراہٹ ہوئی۔ اس نے گوشت بھوننے میں استعمال ہونے والا سوا پڑا تھا۔ مزید تحقیقات کے بعد پتہ چلا اور مصدعہ الٹ دینے والی دریافتیں ہوئیں۔ فرج کے فریزر میں تین پلاسٹک کے ٹکڑے ہوئے تھے جن میں انسانی جسم کے حصے یعنی دل، پیچہ پڑے، استریاں، گریٹ، وغیرہ رکھے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر نے پولیس کو بتایا کہ اس نے یہ حصے اس لیے جمع کر لیے تھے کہ وہ ان کو بعد میں کھا سکے۔

ڈاکٹر کی بددیواری رہائش گاہ سرکاری طور پر اب جرائم کا دفتر بن چکی ہے۔ مل واک کی تاریخ اور جدید نوعیت کے جرائم کے سلسلوں میں ان کو کھانا بدترین قرار دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر کی رہائش گاہ پر ایک بڑا سا فریزر بھی تھا۔ جب اسے کھولا گیا تو تین انسانی سر اور انسانی دھڑ کے بہت سے حصے موجود تھے۔ پولیس کو وہ انسانی فائبریں رکھنے والی درلا والی الماری سے بھی دستیاب ہوئیں اور ایک صندوق سے کچھ پڑیاں ملیں۔ کچھ کھوپڑیوں سے بال اور کھال کو صاف کیا گیا تھا اور ان پر پلاسٹک سفید روغن کیا گیا تھا۔ پولیس کو ایک 57 گیلن کا ڈرم بھی ملا جہاں بے سر کے تکیے اجسام پڑے تھے اور ایک سیاہی مائل سفید دھبے (کیٹلی) ڈاکٹر کے اسنوڈ پر لی تھی۔ مردانہ اعضاء خاص اور دو گئے مڑے ہاتھ پڑے تھے۔

کئی گھنٹے ڈاکٹر کے مسائل، خواب کی سی حالت میں جرائم کے اس مرکز میں ہونے والی تحقیقات کو دیکھتے رہے۔ پولیس کے تفتیشی افسران سر سے پاؤں تک ڈاکٹر کے بدلو سے محفوظ لباسوں میں تھے۔ انہوں نے ڈاکٹر کی رہائش سے بھی اس کے پھیلائے والے تمام مواد کو باہر نکالا۔ فرج، فریزر اور پلاسٹک کے ٹکڑوں کو گاڑیوں پر لٹا کر جرائم کی تفتیشی لیبارٹری میں لے گئے۔ گواہوں کا کہنا ہے کہ ریسرچر ٹری کی کئی جگہ تک پھیلی معلوم ہو رہی تھی۔

ڈاکٹر پولیس سے تعاون کر رہا تھا اور اس نے اپنے سامنے جرائم کی تعلیم تھے لیکن عدالت میں اس نے مکمل منافی کے کہنے پر خود کو پاگل ٹاہر کیا۔

ڈاکٹر خود ڈاکٹر کے جنسی جرائم جن کی پولورائٹ تصاویر پولیس کے پاس تھیں اس سے شہینا جت کر رہے تھے جبکہ لاشوں کے بچے کچھ اجزا اس کی مردم نشینی یو جی وی وی ڈکٹ اینٹوں کے انوار اور ان کے قتل کی شہادت دے رہے تھے۔ عدالت نے اسے سولہ جرائم کے تحت سولہ مرتبہ مسلسل عمر قید کی سزا دی۔ سزا سنانے کے بعد ڈاکٹر نے گرام نے کہا: ”سزا کا ڈھانچہ ایسا ہے کہ وہ اب زندگی میں کبھی آزادی کا خواب نہ دیکھ سکے گا۔“

نمبر 1994ء میں اس کے ایک قیدی ساتھی نے ہاتھ دم کے اعداد اس کو اس کے بارے میں بتا دیے۔ ڈاکٹر نے ایک مرتبہ اپنے خوفناک کڑوتوں کے محرکات کے بارے میں کہا تھا: ”میں انتہائی برا شخص ہوں یا پھر یہ کوئی ایک شیطانی اثر جسم کی چیز ہے؟ یہ بالکل میری سمجھ سے باہر ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ میں (ہری) ارواح کی گرفت میں ہوں۔ کہا جاسکتا ہے کہ کیا میں اپنے آپ پر قابو نہیں رکھ سکتا تھا؟ لیکن وہ جو ہائل کہتی ہے کہ ایسی قوتیں موجود ہیں جو بالواسطہ یا بلا واسطہ انسانی طرز عمل پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ ہائل ایسی قوتوں کو شیطان کہتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ سب درست ہے۔ مجھے لگتا تھا کہ ایسے تمام خیالات میرے اپنے نہ تھے وہ میرے سر میں دھناتے ہوئے آتے تھے۔ یہ خیالات بڑے طاقتور اور جاہل کن تھے اور وہ آکر جاتے بھی نہیں تھے۔ یہ خیالات ایسے نہ تھے جیسے آپ سر کو جھٹکا دیں اور ان سب کو نکال باہر کھینکیں۔ وہ جانے والے نہیں تھے۔“

اگر کوئی ایسا شخص ہے جو کسی خالص برائی کے جوہر کی شناخت رکھتا ہے تو وہ یہ ہے کہ جنوری ڈاکٹر ایک آسیب زدہ شخص تھا۔ ڈاکٹر انانیت کا مانا ہر طرف سے جس شخصیات میں گھرا ہوا تھا وہ ”تسکین ذات“ تھا۔ وہ اپنی انسانی گوشت کی پاگل کر دینے کی خاطر وہ سب کچھ کر گزرتا وہ جنسی نفسانی خواہشات کے مطالبے کے لیے کرتا تھا۔ انہوں نے خواہشوں کی تسکین کے لیے معصوم اور بے گناہ نوجوانوں کا انوار ان پر جنسی

نوعیت کے حملے ان کو ایذا رسانی، ان کا قتل اور ان کی لاشوں کے کھوکھلے کرنے کی کوششوں کے ذریعے ان کے کنبوں کے وسائل خطرے میں پڑنے کے شعور کا گزر ہی ناممکن تھا۔ ان کے تسکین ذات کے لیے ایک دھار سے جھٹنے کے بعد دھار دکھانا کرتا۔ مگر نہ یہ اور کتنے نوجوانوں کو دھار کرتا کہ اسے جس طریقے سے روکا جاسکتا تھا وہ طریقہ لیے استعمال کیا گیا۔

پاگل یا نہیں۔ برائی اسی طرح کرتی ہے جیسے برائی کو کرنا چاہیے۔ کے تمام افعال برائی کے سنگ میل تھے۔

ڈاکٹر کو جیل میں خدا سے واقفیت ہوئی۔ وہیں اس نے اپنے اہل ہا محسوس کی۔ اسے یقین تھا کہ اس عمارت کی جہ سے سک اس کو معاف کر دیں گے۔



60



ڈینس نیلسن

(1945ء تا)

”میں نے چاہا کہ میں رک جاؤں لیکن میں رک نہیں سکا۔ میرے لیے ہر کوئی سنی خیر و خوشی کی بات ہی نہ تھی۔“

ڈینس نیلسن

”میں نے ایک برتن میں سر رکھا۔ جلدی سے اوپر ڈھکنا رکھا اور اسٹو کو آگ لگا دی۔ پھر میں کچھ موبیٹی سٹا رہا اور اچھا شرواب لیا۔ جب سر کو لال آنے لگے تو میں نے ٹی۔ وی بھی دیکھا۔“

ڈینس نیلسن کی سزا سے پہلے کا ایک بیان

ڈینس نیلسن ایک مسلسل قتل کرنے والا برطانوی تھا۔ اس نے بہت سے ہم جنس

پرست مردوں کو نہ صرف جان سے مارا بلکہ ان کے اعضاء مخصوص بھی قلع لگے۔ کچھ اس نے 1970ء اور 1980ء کے عشروں کے آخری اور ابتدائی حصوں میں اپنے تمام جرائم کا اقبال کیا اور مردوں کے کٹے ہوئے اعضا کی کافی تعداد کی زیر زمین گندے پانی کی نالی سے برآمد ہوئی۔ آج کل وہ برطانیہ میں گرفتار کات رہا ہے۔

سب سے پہلے انیس ٹیلن نے ایک نوجوان کو قتل کیا جسے وہ ایک شربت سے ساتھ لایا تھا۔ اس کا گلا اس نے اس کی ٹائی ہی سے گھونٹا۔ پھر اس نے کافی عرصہ ایک سرگت نوش کیا۔ پھر اس نے تازہ لاش کو غسل دیا۔ لاش کو غسل دینے کے بعد بستر پر رکھا اور باہر چلا گیا۔ وہاں سے وہ ایک بھلی کا چاقو اور ایک بڑی سی سیکیلی اور اس نے نوجوان کی لاش کو دوبارہ دیکھ کر فیصلہ کیا کہ لاش بڑی خوبصورت ہے اور اس کی بے پردہ کرنا اس کو خراب کرنے کے مترادف ہے۔ اس نے لاش کو ایک نیا اظہر پیر پہنایا۔ غسل کیا اور پھر لاش کی بے حرمتی کرنے کا سوچا لیکن وہ اپنے اس ارادے میں کامیاب نہ ہوا۔ اس نے لاش کو فرش پر رکھا اور خود تھوڑی دیر کے لیے بستر پر سو گیا۔ پھر اس نے ٹی۔وی دیکھا اور لاش کو دفن کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے کوشش کی کہ وہ لاش کو اپنے کمرے کے لکڑی کے فرش کے تختوں کے نیچے دفن کر دے لیکن اس وقت تک لاش کافی آگ بھڑکی تھی لہذا اس نے اسے ایک دیوار کے ساتھ کھڑا کیا اور خود سو گیا۔

اگلی صبح اس نے لاش کو ماش کی اور نرم ہونے پر بہت سے اعضا کو ہڈیوں
اس طرح سمیٹا کہ وہ فرش کے نیچے موجود جگہ میں ٹھونی جا سکے۔ اس کی یہ تدبیر کار
ہوئی۔ وہاں لاش پونہ ایک ہفتہ پڑی رہی۔ پھر ایک روز اس نے لاش کو نکالا اسے بڑے
تنبہ لایا اور پھر سے اسے وہاں ہی سمیٹ دیا جہاں سے اسے نکالا تھا۔ ساڑھے سات ماہ
اس نے آگ کے ایک لاد میں گل سڑ جانے والی لاش کو جلا ڈالا۔

اس نے 1978ء میں کرسس کے فوراً بعد قتل کا سلسلہ شروع کیا اور 1981ء تک وہ بارہ افراد ہلاک کر چکا تھا۔ یہ سب افراد یا تو ہم جنس پرست تھے یا پھر مرد و عورت تھے۔
 ٹیلس خود اس قدر غلیظ اور بدکردار تھا کہ مردانہ لاشوں سے ہی اپنے جنسی جذبات کی تسکین کرتا تھا۔ اس نے اپنے کچھ مقتولوں کے سر ہال کر چکائے لیکن اس نے ان کو کھانا نہیں

وہ لاشوں کو نہلاتا پھر ان کو صوفوں پر اس طرح اپنے ساتھ اٹھاتا جیسے وہ لاشیں
اس کے ساتھ لی۔ وی دیکھ رہی ہوں۔ اس طرح اپنی تسکین حاصل کر لینے کے بعد لاش کو
فرش کے چھوڑ کے بچے پیچھا دیتا۔ بعض لاشوں کو وہ ہلتوں الماری میں رکھتا اور پھر چھتوں
کے نیچے پیچھا۔ وہ بعض لاشوں کے ساتھ بھی سوتا لیکن اس سے قبل وہ ان کو تازہ پا جامہ
پہنا دیتا۔ بعض اوقات وہ ان لاشوں سے گفتگو بھی کرتا جیسے وہ زندہ ہوں۔ وہ اپنے بستر
کے گرد گرد آئیے بھی رکھتا تھا کہ وہ خود کو اور لاش کو ساتھ سوتے ہوئے دیکھ سکے۔ جب
کا دل کسی لاش سے بھر جاتا تو پھر وہ اپنے باغ میں الاؤ جلا کر اس میں لاش کو بھی جلا
دیتا۔ الاؤ جلا دیکھ کر بہت سے محلے کے بچے وہاں جمع ہو جاتے اور خوش ہوتے۔ کوئی
بچہ اس سے یہ نہ پوچھتا کہ آخر وہ اتنا بڑا الاؤ کیوں جلا رہا ہے؟ اکثر اوقات اسے گلے
نے والی لاشوں کو سوٹ کیسوں دیواروں میں بنی چھوٹی الماریوں اور فرش کے چھتوں کے
نیچے رکھی پڑتیں۔ ان کو کیڑوں سے بچانے کے لیے ان پر ادویات کا مسلسل چھڑکاؤ بھی
ہوتا۔

جب اسے بعض لاشوں کو کاٹنا ہوتا تو وہ صرف ٹیکر پہنتا اور یہ کام اپنے ہاوریچی

رکتا۔ وہاں ہی وہ سروں کو صاف کرنے کے لیے اپاہا اور اندرونی اعضائے
دل اور پلاسٹک کے قہلیوں میں رکھتا۔ ان کو ہاڑوں کے چھپے چھپاتا اور باغ میں
اس نے کچھ اور جگہیں بھی انتخاب کر رکھی تھیں جہاں وہ غلیظ ہو جانے والے
دل کو چمپا کر ٹھکانے لگا سکتا تھا۔ جب اس کی گرفتاری ہوئی تو پولیس نے اس
سے ہزاروں انسانی ہڈیاں اور دوسرے ٹکڑے کھوج نکالے۔

فیلین کی گرفتاری اس طرح عمل میں آئی کہ اس نے اپنے ایک شکار کے کھٹے
 کھانے اٹھا اپنے ہامیلٹ کے ذریعے باہر بہا دیئے۔ اس ہامیلٹ کا تعلق ایک دوسرے
 کرائے دار کے ہامیلٹ سے بھی تھا۔ جب مسائے کے ہامیلٹ کا سارا پانی رک گیا تو اس
 نے ہامیلٹ کی صفائی کرنا چاہی۔ پلہبر نے گوشت کے کھڑے اور انسانی سر کے بال کھال
 سمیت نکالے تو وہ حیران رہ گیا۔ یہ اشیاء وٹیس فیلین کی طرف سے آئی ثابت ہو گئیں۔

رچھڑ رامبرڈ نے اپنے مقدس کے دوران خود اعتراف کیا کہ وہ شیطان اور اس نے بار بار "بمائی" سے دھروں کو مسح کیا ہے۔ اس نے حریف بھی جسم پر لے لوگوں کو اس لیے قتل کیا کیونکہ اسے دھروں کو جان سے مارنے میں خوشی تھی۔

رामبرڈ کے خلاف ایک گواہ نے کہا کہ وہ اپنی کڑواؤں کی طرح خود بھی عام طور پر اس سے متعلق کہا جاتا تھا کہ اس کے دانت گلے سڑے تھے۔ چہرہ دھڑکی کی ناس سے بدبو آتی تھی۔ اس کے جسم سے بھی مٹھوس سی بو آتی تھی۔ رامبرڈ کو 19 مرتبہ سزائے موت سنائی گئی۔ آج کل وہ کیلیفورنیا میں موت کی پائے والوں کی قطار میں کھڑا موت کی سزا کا منتظر ہے کہ اسے 19 مرتبہ کی سزائے موت دی جائے گی۔ ایک مرتبہ ہی سزائے موت دی جائے گی۔

رामبرڈ کا پہلا شکار ایک 29 سالہ عورت تھی۔ پہلے اس نے اسے چھرا گھونپا پھر اس کا گلا کاٹا یہاں تک کہ وہ مر گئی۔ پھر اس نے 1985ء کے موسم گرما میں لوگوں کو دھلا کر رکھ دینے والے قتلوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔

اس نے ایک 25 سالہ عورت کو اس کے گھر میں اس کے گلے کو تیز دھار سے سے کٹ لگا کر جان سے مارا۔

اس نے ایک 75 سالہ عورت کو پہلے تو ہار مار کر نیم مردہ کیا اور پھر اس کا کاٹ دیا۔

اس نے ایک سولہ سال لڑکی کو اس کے گھر میں چار کھولنے والی آگنی سلاخ مار کر ادھ موا کر دیا اتفاق سے وہ ہلاک نہ ہوئی۔

اس نے ایک 81 سالہ عورت کو اس کے گھر میں ہار مار کر جان ہی سے مارا اور پھر اس کی لاش کی شکل و صورت بگاڑ دی۔

اس نے زبردستی 33 سالہ عورت سے جنسی زیادتی اور جنسی تشدد کیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اسے جان سے مارتا اسے موقع سے فرار ہونا پڑا۔

اس نے ایک 85 سالہ جوڑے کو ان کے بستر میں گولیاں ماریں اور پھر مرد کا گلا یہاں تک کہ اس کا سر تقریباً جسم سے جدا ہو گیا۔

اس نے سن ویلی میں ایک گھر میں نقب لگائی اور 32 سالہ شوہر کو جان سے مار دیا۔ شوہر کی لاش کی موجودگی میں اس نے عورت سے زیادتی کی۔ اس نے عورت کے آٹھ سالہ بچے کو رونے پر چڑھا جس سے وہ خوفزدہ ہو گیا۔

وہ تاتھراج کے ایک گھر میں چوری سے داخل ہوا۔ شوہر اور بیوی دونوں کو ان کے بستر میں گولیاں مار دیں مرد کو سر میں اور عورت کو چہرے پر۔ تاہم یہ اتفاق کی بات تھی کہ وہ دونوں زندگی نہ ہارے۔

سن ویلی میں اپنے مخصوص انداز میں وہ ایک ایشیائی جوڑے کے گھر میں جا کھسا۔ شوہر کو تو سر میں گولی مار کر ہلاک کر دیا جبکہ عورت کو چوٹا اور اس کی عزت بھی لوٹی۔ پھر اس نے عورت کو مجبور کیا کہ وہ جنسی عمل میں مرد کا کردار ادا کرے۔ عورت نے اپنی جان بچانے کی خاطر جو رامبرڈ نے کہا کیا۔

ایک اور گھر میں بھی رامبرڈ نقب لگا کر داخل ہوا۔ گھر کے مالک جوڑے کو قتل کیا مرد کو گولی سے اور عورت کو ذبح کرنے سے۔ پھر اس نے عورت کی شکل و صورت بگاڑنے کے لیے اس کی آنکھیں نکال لیں اور پیٹ پر جا بجا چاقو سے زخم لگائے۔

ان حوا قتلوں کے جرائم کے بعد رامبرڈ نے اعلان کیا کہ وہ شیطان کا چہلہ ہے اور اس نے جو کچھ بھی کیا ہے وہ "سیاہ آقا" کی خدمت میں دل کی گہرائیوں سے قربانی کے طور پر نذر کیا ہے۔ اب جہاں وہ حملہ کرتا وہاں وہ اپنا نشان پانچ کونے کے تارے کی شکل میں چھوڑنے لگا۔ اس نے تارے کا یہ نشان ایک بوڑھی عورت کی لاش کی مان پر بھی چھوڑا۔ اس عورت کو بھی اسی نے قتل کیا تھا۔ ایک نشان اس نے بوڑھی عورت کے گھر کی دیوار پر بھی چھوڑا۔ وہ اس نشان میں تارے کے ایک کونے کو لمبا رکھتا اور اس کا رخ ہمیشہ نیچے کی طرف ہوتا۔ سرائع رسالوں کا کہنا تھا یہ اس بات کی علامت تھی کہ وہ شیطان کا ہاتھ ہے۔

رامبرڈ کے جرائم ایک خالصانہ ہے۔ ماہ روی تھی۔ وہ اپنے شکاروں کی تلاش میں کوئی خصوصی تیز رو نہ رکھتا تھا۔ اس نے جوان لوگوں کو بوڑھے شہریوں کو۔ مردوں کو۔ عورتوں کو اور بچوں کو بلا کسی حسیص کے قتل کیا۔ اس نے ایشین اور کاشیمن کی بھی کوئی تیز

روا نہیں رکھی۔ جو اس کے سامنے آ گیا اس نے اسے لوی فر (شیطان) کی تہذیب سمجھ لیا۔
بعض مقتولوں کی آنکھیں نکال کر وہ اپنے ساتھ لے گیا۔

لاس اینجلس پولیس کا ایک سرانجامی رساں جو اپنے فن کا ماہر اور تجربہ کار تھا۔
رامیرز کے تمام جرائم کو بے سرو پا وحشت قرار دیتا ہے۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اسے ایسے زور
سے کم ہی سابقہ پڑا ہے جیسے بلا مقصد جرائم رامیرز نے کئے۔

حرید برآں رامیرز ایک عالم تھا۔ وہ علم برائے ظلم کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے
ایک بہت ہی نوجوان لڑکے کو اغوا کیا۔ اس کے باپ کو تو اس نے جان سے مار دیا تھا۔
اس کی ماں کے ساتھ اس نے صرف زیادتی کی تھی۔ وہ لڑکے کو شہر سے دور ایک دیہان پر
لے گیا اور وہاں جا کر اسے تنہا چھوڑ کر فرار ہو گیا۔

رامیرز کو غشیات کی نقل و حمل میں گڑبڑ ہوجانے کی وجہ سے گرفتار کیا گیا۔ سرانجامی
رسانی کی ٹاسک فورس جس میں دو سو افراد تھے ان میں سے ایک فریق کو ملوث تھا۔ اس نے
ماضی میں موقع واردات پر کیچھ بیانیہ اور انجیلو بیو کی مدد کی تھی۔ ان کو غلط اور فضول دلائل
پیش کرنے کی ترغیب دی تھی جن سے مجرموں کی منکاری ظاہر ہو گئی تھی۔ اب بھی اس کی
ترغیب اور ترکیب کے تحت رامیرز نے جج کو دھمکی دی کہ استغاثہ کے وکیل کو اٹلی دھمکی
اور اپنی ہتھیلی پر بنا ہوا پانچ کونے والا تارا دکھایا۔ قانونی حکمرانوں کے باعث رامیرز کا
مقدمہ سالوں لٹکا رہا لیکن بلا آخر اسے مجرم قرار دیا گیا اور سزائی سنائی گئی۔

===== ☆ =====

62

شیطان



چارلس وہٹ مین

(1941ء تا 1966ء)

”میرا خیال ہے کہ بہت سے افراد ایسے حالات میں گمراہ جاتے ہیں کہ انہیں
اپنے دفاع کے لیے تشدد کا راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ لیکن میرا یہ بھی خیال
ہے کہ ہم ابھی زمانہ قدیم کے جانور ہیں اور ہمارا دماغ حقیقی طور پر تشدد کی
طرف ہوتا ہے۔ ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں۔ ہاں ہم میں سے
بہت سے بہت سے ہوائی جہازوں کی طرح ہیں۔“

ٹی۔ وی۔ اے کی پروگرام نمبر 80 کو یاد کیجئے جو لاک آئی لینڈ پر دھماکے
سے پھٹ گئی۔ اس میں بجلی کا مسئلہ تھا۔ بایں کہیے کہ وہ بجلی کا مسئلہ
تھا جس کے نتیجے میں جہاز کو آگ لگ گئی۔ اور جب آپ کسی کو
مشعلہ خبر لہاں پہنچے ہوئے دیکھتے ہیں اور جو اچانک آپ کو کاٹ کھاتا ہے

تو یہ محکمہ خیر لباس پہنے وہ اپنی خواہش منو کا ذکر کرتا ہے۔ چارلس مین کی طرح۔ جو ٹیکساس میں پرچہ جاتا ہے اور تمام سوچا تو وہ گولیاں برسا دیتا ہے۔ تو وہ ایک محکمہ خیر لباس پہنے وہ بنیادی طور پر ایسا ہوتا ہے جیسے اس کی تاروں کو آگ لگ گئی ہو۔

1998ء میں "سائون" میگزین سے ان کے بیان سٹیفن گنگ نے کہا

میں نہیں جانتا کہ مجھے کوئی شے مجبور کر رہی ہے کہ میں یہ حوالہ لکھوں۔ شاید یہ اس لیے ہے کہ میں کچھ مبہم وجوہات اپنے کرتوتوں کے حوالے سے چھوڑ جاؤں۔ مجھے انتہائی شدید مردہ تھا۔ (دہشت مین کی اپنی درخواست پر اور قانونی تقاضوں کے پیش نظر اس کی ایک پوسٹ مارٹم رپورٹ تیار کی گئی جس میں یہ درج تھا کہ اس کے دماغ میں ایک رسولی تھی۔ بعض اس رسولی کو اس کی گولیاں برسانے کی وجہ قرار دیتے ہیں لیکن حیدر حقیقت سے یہ چلا کہ رسولی دماغ کے اس حصے میں نہ تھی جس کا تعلق جذبات سے ہوتا ہے۔ کافی غور غوض کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا کہ میں اپنی ہوی کتھی کو ہلاک کر دوں۔ میں اس سے شدید محبت کرتا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میرے کرتوتوں کا سن کر وہ پریشان ہو۔ میں اسے کسی قسم کے مدد کے بغیر مارنا چاہتا تھا۔ اسی قسم کی وجوہات نے مجھے اپنی ماں کی جان لینے کے لیے بھی اکٹھا کیا۔

ٹیکساس میں پرچہ کر گولیاں برسانے سے پہلے

چارلس دہشت مین کا لکھا ہوا خط۔

ٹیکساس میں پرچہ یونیورسٹی ان دنوں آنے جانے والوں کے لیے کھلی ہے۔ بہت سے لوگ آتے ہیں اور ہر سال بہت سے لوگ تار پر بذات خود یہ دیکھنے کے لیے چلے جاتے ہیں کہ ناقابل یقین ارد گرد کا خوبصورت دور تک پھیلا ہوا منظر کیسا ہے؟ ان سیر و سیاحت کے شوقین لوگوں میں زیادہ طبقہ نوجوانوں کا ہے جو شاید 1988ء میں جب چارلس دہشت

دہشت مین کا جڑواں خوب اپنا ایک یونیورسٹی کے طلباء اور دیگر بد قسمت بے گناہ روجوں میں داخلے کے غلط وقت پر غلط جگہ آ گئے تھے۔ مسئلہ کیا تھا۔ ٹیکساس میں روزانہ بہت سے درجن تار پرچہ چارلس دہشت مین کا نام بھی نہ سنا ہو لیکن وہ چور پرچہ مین سے پہلے تار پرچہ سے پیدا ہونے والے تحقیقات سے بہرہ مند ضرور ہوتے ہیں۔ اب ان کو چارلس پرچہ رکھنے سے پہلے اس دہشتی دورے میں سے گزرتا پڑتا ہے جو کسی کی

پیشانی پر بے ہوشے ناخن تراش کی بھی نشان دہی کر دیتا ہے۔ ٹیکساس تار کا نظام امریکن تہذیب کا ایک نمونہ ہے۔ نوجوان طلبہ ہاتھوں میں ایک ہوائی ایکڑ کی دھڑکی کو کاشتی راہوں پر چلتے نظر آتے ہیں۔ کالج کیسپس احتیاط اور تار سے آرامت کی کئی لائنوں اور پروڈر عمارات سے بھرا ہوا ہے۔ یونیورسٹی کی کئی ساجھ سادہ عمارتوں کے مجسمے اور یادگار یہاں وہاں کثرت سے ہمارا استقبال کرتی نظر آتی ہیں۔ ہم نے اس منظر کو لاتعداد مرتبہ نظروں سے گزرا۔ وہی شوز میں دیکھا ہے۔ ہم میں سے کئی نے جو بذات خود اپنی زندگی میں اس عمارت کو دیکھنے گئے ہیں اور اس کی لائنوں اور تار پرچہ مین ہیں۔ پڑھے لکھے عام لوگوں کے علاوہ کیسیا میں فاضل امتحان پاس کرنے والے تار پرچہ ضرور ہی آتے ہیں۔

عوام کی اس ایک مشترکہ جگہ پر پھیلی جھنڈی جھنڈی خوشبو اور مانوس احساس کی لہروں نے پھلتی پھرتی جو کالج کی پوری فضا پر محیط ہیں اس بات کی چٹائی کھاتے ہیں کہ وارس دہشت مین نے کالج کے کیسپس کو خصوصی طور پر ڈراؤنا اور ناگوار بنا دیا ہے۔

چارلس دہشت مین جو ایک سابقہ رضا کار اور اسکاؤٹ لڑکا تھا۔ قتل عام کے بعد کئی گاہ سے گولیاں داغنے والا مین گیا۔ یکم اگست 1968ء کو اس نے اپنے 16 طلبہ کو قتل کیا۔ جبکہ اس جرم سے پہلے کی رات کو وہ اپنی ماں اور بیوی کو بھی گولیوں سے لگا چکا تھا۔ اس نے 19 دہشت کے اندر اندر اس قاتل کے علاوہ یونیورسٹی آف ٹیکساس میں دہشت کے تین دیگر یونیورسٹی بھی کیا۔ اس کی اس وحشت کو امریکہ کی پہلی "سکول شوٹنگ" قرار دیا گیا۔

31 جولائی 1986ء کو وہ اپنی ماں سے اس کے گھر کی لابی میں ملا۔ وہ ماں بیٹا کے ساتھ لہو لہو کھٹے کھٹے جب اس کی ماں گھر میں اپنے علیحدہ مخصوص حصے میں پہنچی تو اس نے اپنے ہاتھ کے گرد چھپائی ہوئی پلاسٹک کی پانی کی سیاہی کو اچانک ماں کے گلے میں

ڈالا اور اس زور سے اس کو مروڑ دینے کے ماں کچھ بول ہی نہ سکی اور بے ہوش ہو گئی۔ اس نے اپنا خصوصی شکاری چاقو نکالا اور بے ہوش ماں کی چھاتی پر لگی گھر سے ختم لگا۔ مذکورہ کارروائی کے بعد دھٹ مین اپنے گھر آیا اور سیدھا اپنے بندہ رہبر جہاں اس کی بیوی سو رہی تھی۔ اس نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اپنی سنگین بیوی کی پٹائی اتار دی کہ وہ پھر کبھی بیدار نہ ہو سکے۔ گھر سے نکلنے سے پہلے اس نے مردہ بیوی کے سر چادر ڈال دی۔ دھٹ مین پھر اپنی ماں کے گھر کے مخصوص حصے میں آیا کہ وہ وہاں سے فیذا مائن (پچھپھروں کی دوا) کی بوتل حاصل کر سکے جو وہ فطری سے وہاں چھوڑ گیا تھا۔ حاصل کرنے کے بعد وہ واپس اپنے گھر آیا اور اگلے دن کے کام کی تیاری کرنے لگا۔ دھٹ مین نے دسی سے باغیچہ کر فیکس ٹاور پر ہتھیار چڑھائے۔ اس نے دسی دسی گھنٹیں خریدی تھیں ایک تو 25 ایم ایم گلیسی، بریڈیا پستول، ایک 9 ایم ایم گرینول، ایک سمٹھ اینڈ دسین 357 میکنم ریوالور، چار رائفلیں، ایک رائفلنگ 35 ایم ایم، ایک ایکشن رائفل، ایک رائفلنگ 6 ایم ایم بولٹ ایکشن ہرن کا شکار کرنے کی رائفل جس نے اوپر دو درجن بھی لگی ہوئی تھی اور ایک 30 کیلی بر ایم 1 کاربائن اور ایک 12 گز بندوق۔ وہ ایک شکاری چاقو بھی چڑے کے تھیلے میں اوپر لے گیا۔ دھٹ مین نے لوگوں کو بیڑیوں کے گول سے بنے ہوئے کنوئیں میں کل کیا اور پھر وہ مشاہدہ والی جگہ پر بیٹھ کر لوگوں کو نشانہ بنانے لگا۔

دھٹ مین کا پہلا نشانہ ایک بھڑاندہ ہونے والا بچہ تھا۔

صبح کے گیارہ بج کر اڑتالیس منٹ پر دھٹ مین نے اپنی ہرن کا شکار کرنے والی بندوق پر لگی نشانہ باندھنے والی تالی میں سے کلیری ولسن آٹھ ماہ کی حاملہ افندہ لڑکی کو دیکھا۔ جب شہت تالی کا کراس لڑکی کے سر کے بالوں پر آیا تو اس نے ہنسنے لگی۔ گولی لڑکی کے پیٹ پر لگی اور ماں کے سر کی بجائے بچے کے سر کو توڑتی ہوئی کل لگی۔ بچہ اپنی پیدائش سے ایک ماہ قبل ہی مر گیا لیکن خدا کی رضا سے کلیری ولسن زخمی ہونے پر باوجود زندہ رہی۔

اس نے لوگوں کو اپنی سین گاہ پر مختلف مقامات پر کھڑے ہو کر گولیاں مارنا چاہیں رہیں یہاں تک کہ وہ پولیس کے اندر چھپتے پھراتے اس تک جا پہنچے انہوں نے

دھٹ مین نے سر میں مار کر اس کو ٹاور کے فرش پر گرا دیا اور پھر گرے ہوئے کو چھو کر مار کر ختم کیا۔ دھٹ مین ایک بج کر چوبیس منٹ پر اپنا پہلا نشانہ لگانے کے دیر ۱۰ بجے بعد ہوا گیا۔

بعد میں پتہ چلا کہ چارلس دھٹ مین یونیورسٹی کے ماہر نفسیات ڈاکٹر ہٹلی کو ملتا تھا اور اسے بتاتا رہا کہ اسے یقین ہے کہ اس کے ساتھ کچھ ہونے والا ہے۔ کل کی اس حالت کے بعد ہونے والی ایک پریس کانفرنس میں ڈاکٹر ہٹلی نے دھٹ مین سے متعلق دسی کی تحریر پڑھ کر سنائی۔ یہ تحریر اب فیکس ٹاور پر ایک محنتی پر کندہ ہے:

”مریض نے یہ بتایا کہ غصے کے دوران وہ معمولی سی بات سے برا بھلا ہو جاتا ہے۔ بار بار کی پوچھ گچھ سے اس کے تجربات کو تحلیل انداز میں کامیابی سے سمجھنے میں میں ناکام رہا ہے لیکن اس نے اپنی جہ ایک متحرک خیالی تصویر بنائی وہ یہ تھی کہ وہ سوچتا رہتا ہے کہ وہ ہرن کا شکار کرنے والی رائفل لے کر ٹاور پر چڑھ جائے اور لوگوں کو گولیاں مارنا شروع کر دے۔“

ڈاکٹر ہٹلی نے حکام کو مل کر اس بارے میں مطلع نہیں کیا کہ چارلس دھٹ مین اس میں معاشرے کے لیے ایک زبردست خطرہ ہو سکتا ہے۔





مائیکل ریان

”ریمبو ریان“

”سودانی ہمسایہ“

(1960ء تا 1987ء)

”تم میرے سب سے بڑے ارضی کاہن رہے ہو لہذا اس لیے تم اس قوت کے مال ہو جو میں پیش کر رہا ہوں لیکن فوای اس۔۔۔ بھی تم نے ایک آخری آزمائش کو دور پھرا کرنا ہے۔ کیا تم اپنے ساتھی کاہنوں کو جان سے مار سکتے ہو؟ میں تمہیں آخری بار ٹھکانہ دے رہا ہوں۔ کیا تم میری رحمت مبارک کو قبول کرے فوای اس اور تم دابہس زمین پر جاؤ گے اور ان کو قتل کرے اور لادائی خدا کی رضا کے مطابق ان کی رگوں کو گل جاؤ گے۔ جب

تم جاکو گے تو تم ایک جنگل میں کھڑے ہو گے۔ وہاں تمہارے سر میں ایک گول بڑا ہوگا۔ ایک پاگل پن ہوگا جو دراصل ناگ دیتا کی طرف سے اسیاں سرست ہوگا، تم جانتے ہو کہ تم نے کیا کرنا ہے؟ جانو کہ تم نے کیا

وقت اس سب کچھ سے حاصل کرنا ہے۔“
ایک پیغام جو مائیکل ریان کو قصبات پیدا کرنے کا مکمل کھینچے ہوئے ملا۔۔۔ بحوالہ ”قصبات میں پیش قدمی۔“

مائیکل ریان کی عمر جب دس سال ہوئی تو اسے اس کی سالگرہ پر اس کی ماں نے جس کا عقد دیا۔ (امتا کی ماری کو کیا خبر تھی کہ) سترہ سال بعد مائیکل ریان نے اپنی شادی کرنے کے لیے 19 ایم۔ ایم کا بریٹا پستول استعمال کیا۔ اس نے پہلے ماں کی گتس گولی ماری اور پھر اس کے پیٹ کو نشانہ بنایا۔ جب ماں اس سے اپنی زندگی کی تحفے ہوئے اسے حریہ گولی نہ چلانے کی التجا کر رہی تھی تو وہ چلا ہوا اس جگہ تک پہنچا اور پڑی ہوئی کر رہی تھی۔ اس نے دو اور گولیاں اس کی پشت پر اس قدر سے ماریں کہ اس کے پستول کی تالی ماں کے بلاؤز کی گرہ کو چھو رہی تھی۔ پھر اس نے اپنے کتے کو بھی گولی سے مارا اور گھر کو آگ لگا دی جو دیکھتے ہی دیکھتے زمین کے آگے آگ لگا۔

مگر فوراً ایک اس قسم کا دیہاتی علاقہ ہے جو انگلستان میں لنڈن کے مغرب میں اس کے قتل کے قاصطے پر ہے ہو سکتا ہے آپ کو اس کا نام انگلستان کے کسی نقشے میں نہ ملے گا۔ آپ کو گھوڑا ترین لوگوں کو چلتے پھرتے دیکھ کر حیرانی ہو سکتی ہے۔ ہر سمت ہی دیہات۔ خاموش پارک، گلیاں گڈریوں سے بھری ہوئی اور قدیم جنگلات وغیرہ مگر کچھ خاص ہیں۔ اس بستی یا آبادی کو بستیوں پر لانے کا ”سمرا“ مائیکل ریان کے سر ہے۔ اس نے اپنے جسم کے دیہات کی گلیوں میں چلتے چلتے لوگوں کو جان سے مارنا شروع کیا۔ جان سے مارنے کا سلسلہ اتنا دیر لگایا کہ 18 افراد زندگی کی حدود پہنچ گئے۔

جبکہ پندرہ شدید زخمی ہوئے۔

ماہ اگست کے انیسویں دن اس نے پہلا شکار کیا۔ گاؤں سے ہائی لکھ چلا دن پارک میں اپنے بچوں کے لیے پکنک پر دوپہر کا کھانا تیار کر رہی تھی۔ یہاں ریان نے اسے جالیا اور اس سنگدل نے اس کو تیرہ گولیوں کا نشانہ بنایا۔ وہ گولیوں نے اس کو پکنک پر کھانا پکانے کے مقام پر ماریں اور جب وہ کانٹوں والی تاریک جگہ تک گئی تو تین گولیاں مزید ماریں۔

اس کے بعد ریان نے رولینڈ اور شیلہ مین کو راستے سے گزرتے گزرتے کے گھروں میں گھس کر گولیاں ماریں اور پھر جب اس نے کین گیمبیٹ کو گاؤں کے زار کی طرف جاتے دیکھا تو اسے بھی مار ڈالا۔ پھر اس نے روجر پریری میں خان کو گولیوں کا نشانہ بنایا۔ کار میں گزرتا جارج وائٹ بھی اس کا نشانہ بنا۔ پھر اپنے گھر گیا تو اس نے اپنی ماں کو قتل کیا۔ پھر اس نے کتے کے ساتھ جاتے ایک مارا۔ اس کے بعد دو آدمی کار میں شکار کئے ایک کو دین ہی میں موت کے گمٹ پر انری روڈ پر جاتی ہوئی ایک کار سوار عورت کو بھی ہلاک کیا۔ پھر جیک اور مرلے کے گھر میں ان کے گھروں میں جالیا۔ اس کا آخری شکار ایان پلے ال تھا جو اپنے بچے کے گھر میں سودا سلف کے لیے لے جا رہا تھا۔ ان بے گناہوں کو جان سے مارنے کے بعد اس نے وقفے وقفے سے فائر کر کے سولہ آدمیوں کو زخمی کیا جو اتفاق سے اپنی جان بچنے سے بچے رہے۔

ریان اپنے موت کے اس کھیل کے دوران بالکل جذباتی ہونا نہ دیکھا۔ غافل۔ وہ برابر ایک سمجھدار سپاہی کا کردار ادا کرتا رہا۔ اس نے اپنے آپ کو فوجی میں ملیں کر رکھا تھا اور اس کے پاس ہتھیار بھی فوجی ہی تھے۔ اس کے پاس جنگ کی ویلچ ایم۔ ۱ کار بائک ایک اے کے 47 حملہ کرنے والی رائل اور 9 ایم ایم 2 پستول تھا۔ موثرانہ کر ہتھیار سے اس نے اپنی ماں کی جان لی۔ اس قاتل کے بعد ریان پتاہ کی تلاش میں اپنے سرسری گھر سکول دی جاتا

یہ سب کچھ جاننے والے سب کوں جون آف گونٹ ڈیوک آف لنکاسٹر جس نے مگر فورڈ کے ہاتھوں کو جنگوں میں شکار کو مستقل حقوق دے رکھے تھے کے نام پر تھا۔ وہ اس کی بالائی منزل پر چڑھ گیا۔ پولیس سارجنٹ نے اپنے سپاہیوں کے ساتھ سکول کا دورہ کر لیا اور اس نے جیسے ہوئے ریان کے ساتھ جو گفتگو کی وہ یوں تھی۔

سارجنٹ: ریان! کیا تم اب مہربانی کر کے باہر آؤ گے؟
میں اس سے متعلق سوچتا چاہوں گا۔ تم مجھے میری ماں سے متعلق کیوں نہیں بتاتے؟

سارجنٹ: میں اس سے متعلق نہیں جانتا۔ جب تم باہر آؤ گے تو پھر ہم دونوں چل کر پتہ کر لیں گے۔

سارجنٹ: کیا میرے ساتھ او۔ کے سلوک ہوگا؟
سارجنٹ: ہاں لازمی طور پر۔

سارجنٹ: کیا میں بے عرصے کے لیے جیل جاؤں گا؟
سارجنٹ: میں نہیں جانتا مسٹر ریان! یہ میرا کام نہیں۔

سارجنٹ: تمہیں کچھ تو علم ہوگا ہی! مجھے عرقید ہوگی! کیا ایسا نہیں ہوگا؟
سارجنٹ: مسٹر ریان میں نہیں جانتا کہ تم ایک بے عرصے کے لیے جیل جاؤ گے۔

سارجنٹ: کتنی عجیب بات ہے۔ میں نے ان لوگوں کو قتل کیا لیکن میرے اندر اتنی اہلیت نہیں کہ میں اپنے بیچے کو اڑا دوں۔

سارجنٹ: مسٹر ریان! تم اپنے ہتھیار اسی کمرے میں جس میں تم ہو چھوڑ دو اور جس طرح تم سے کہا جائے ویسے کرو۔ کوئی فضول حرکت نہ کرو۔ کیا تم بات کو سمجھ گئے ہو؟

سارجنٹ: اس وقت کیا سچا ہے؟
سارجنٹ: چھینچ کر بیٹا لیس منٹ۔ تم وقت کیوں پوچھ رہے ہو؟

سارجنٹ: میں اس سے متعلق بھی سوچتا چاہتا ہوں۔ میں اس وقت تک باہر نہیں آؤں گا جب تک میں اپنی ماں سے متعلق نہیں جان لوں گا۔

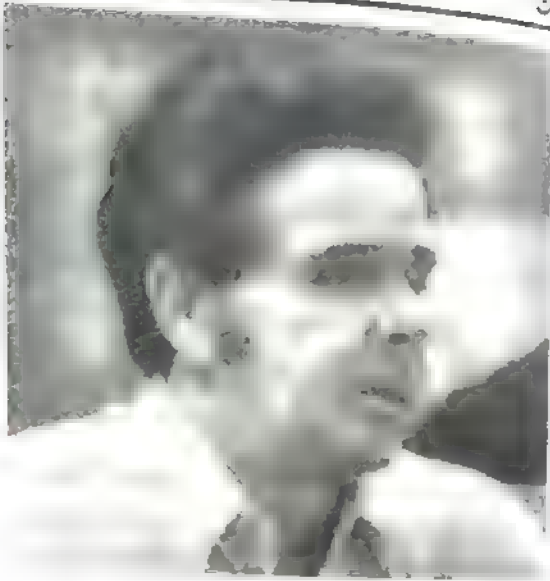
سارجنٹ: میں کوشش کر رہا ہوں۔ اگر تم نیچے آ جاؤ تو ہم دونوں مل کر کچھ معلوم کر سکتے ہیں۔
قابل ہوں گے۔

پولیس نے ایک گولی چلنے کی آواز سنی اور جب وہ موقع پر پہنچے تو انہیں ریان کے پیچھے کو پھنسا ہوا پایا۔ ریان خود مر چکا تھا۔ انگلینڈ کی تاریخ میں ریان کا دورانیہ خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔

اخبارات نے بعد میں لکھا کہ ریان کی خودکشی کی خبر سن کر منگرفورڈ کے باشندوں نے خوب جشن منایا۔ اخبار لکھتا ہے کہ لوگ یہ چلاتے ہوئے گلیوں اور سڑکوں پر آئے۔ ”ملحقی مر گیا ہے، حرامی مر گیا ہے۔“ اخبار یہ بھی لکھتا ہے کہ منگرفورڈ کے بچے گلیوں میں سائیکلیں دوڑاتے یہ نعرہ لگاتے۔ ”مر گیا مردود۔ ہم خوب بچے۔“ ریان کی موت خوشی میں دیہی شراب خانوں میں منگرفورڈ کے باشندوں نے بہت سے جام نوش کئے۔



64



ہنری لی لوکس

(1936ء تا 2001ء)

”اس حقیقت سے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم کیا ہو چکے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ہم کیا ہیں۔“

ہنری لی لوکس اپنے آدم خود صمدہ لوٹس طوے سے ”میری ایک جیسی انجمن ہے۔ میں تمام وقت محروم سے اچھا کرتا رہتا ہوں۔“

ہنری لی لوکس سوانح رسالوں سے ”میرا تم سے کہنے کا یہ مقصد تھا۔ اس وقت جب میں نے ان لوگوں کو پایا۔ میں نے یہاں کیوں کیا؟“

لوٹس طوے: ہنری لی لوکس

”میں نے کچھ خواہش سے کام لیا۔“

ہنری لی لوکس کے پولیس کے سامنے ہتھ پڑا کر کہتا ہے۔

”خواہش سے کام“ مفہوم اصطلاحی نام ہے اگر ہنری لی لوکس کے آدم خود ساتھی اوش طول کی حیثیت رکھتا ہے تو جرم کی تحقیق اور مقدمہ چلانی ہوگی (جبکہ یہاں تو ان کی حقیقی برصغیر اور علم بیان کرنا مطلوب ہے) 360 قتل کرنے کا مجرم نہیں بھی ہے تو بھی جن چھ سو جرائم کا اس نے اقبال پر نافذ کرنے والے لوکس کے اقبال کی مدد میں یہ کہتے ہیں کہ وہ سب اچھا نیک اور انتہائی مکروہ اور برے ہیں۔ وہ دونوں جن خوفناک جرائم کے مرتکب ہوئے ہیں وضاحت ہنری لی لوکس کے اپنے بیان ہی میں ان الفاظ میں موجود ہے:

”میں نے ان کو ہر طریقے سے جان سے مارا سوائے ایک طریقے کے۔ میں نے کسی کو زہر نہیں دیا۔ میں نے ان کو کار کے نیچے پگھلا، ان کو تیز دھار آلوں سے گھاؤ لگائے۔ میں نے ان کو مارا، ان کو ڈوبا، میں نے ان کو میٹھی شوٹ کر ہلاک کیا، میں نے پھیلیوں کی طرح ان کے اندر ہوا بھری، میں نے ان کو جلایا اور کاروں میں سے ان پر گولیاں چلائیں، میں نے اپنے ہاتھوں سے ان کے گلے گھونٹے، میں نے ٹیلی فون کے تاروں کے پھندوں سے ان کی جانیں لیں۔ میں نے ان کے گلے دہاتے ہوئے ان کو پھرے گھونپے۔ میں نے ان کو اس طرح باغیچہ میں ان کی رسیاں ان کے سانس گم کر دیں۔“

اوش طول، لوکس کا شریک کار ایک آدم خود تھا۔ اسی کا دعویٰ ہے کہ اس نے اپنے اور لوکس کے ہتھکڑیوں کو گھڑے گھڑے کیا، ان کو پگھلا اور سلاخوں پر بھونک کر چٹیل کے ساتھ کھایا۔ لوکس نے پولیس کو بتایا کہ وہ طول کے کام میں دخل انداز نہیں ہوا کیونکہ طول ہمیشہ انسانی گوشت پر گوشت کو سلاخوں پر بھونکے دلی چٹنی لگاتا تھا اور اسے پانی پاپند تھی۔ اس کے اس بیان سے یہ تاثر ملتا ہے کہ وہ کبھی کبھی جب انسانی گوشت کو کھاتا تھا تو جب وہ اسے کھا لیتا تھا۔ اس کا ایک بیان یہ بھی ہے کہ اس نے طول کے

ساتھ انسانی گوشت نہیں کھایا کیونکہ اس نے انسانی گوشت کو ہتھکڑی پر رکھنے والا پایا۔ اگر اس نے انسانی گوشت چکھا نہیں تھا تو پھر اسے ”نہو“ کی شناخت کیسے ہوئی؟

ہنری لی لوکس 1936ء میں پیدا ہوا۔ وہ اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹا بڑا نمبر پر تھا۔ وہ درجینیا میں چار کمروں کے چھپر کھٹ میں رہتے تھے جہاں بجلی نہ تھی۔ سب ایک ہی کمرے میں سوتے تھے اور اس کی طوائف ماں اپنا دھنسا سب کے سامنے کرتی تھی اور اپنے بچوں کو اپنا کاروبار دیکھنے کو بھی کہتی تھی۔

ہنری کے بچپن کی زندگی، ہم کہہ سکتے ہیں، کوئی مثالی نہ تھی۔ اس کے بچپن کے محل اور اس ماحول میں رکھا جانے والا طرز عمل اسے آدم خود زنا کار اور قاتل بنانے میں مددگار ہوا۔ ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ وہ گھناؤنی زندگی دیکھتا ہی بڑا ہوا اور اسی میں اس کے اندر بھی جوان ہوئے لہذا وہ ”بما“ بنے بغیر نہ رہ سکا۔

ایک مرتبہ ہنری کو اس کی ماں نے ایک روزمرہ کا کام کرنے کو کہا۔ ہنری نے وہ کام کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کی ماں نے قصہ میں اس کے سر پر ایک گلابی کی چھری مار دی۔ چھری بھی ٹوٹی لیکن وہ ہنری کی کھوپڑی کے پھارے کو کاٹی ہوئی ہڈی تک جا پہنچی۔ نیچے کے طور پر بقیہ سارا دن وہ بے ہوش رہا۔ اس کے والدین اسے ہسپتال لے گئے اور وہاں انہوں نے بتایا کہ وہ سیرینوں سے گر گیا ہے۔ اس نے ماں کے اس جھوٹ کی تصدیق کی کیونکہ وہ ڈرتا تھا کہ اگر اس نے جگ بھلا تو اس کی ماں نہ جانے اس سے کیا سلوک کرے گی۔ مگر کی یہ چٹ اسے ایسی مہلکی پڑی کہ وہ ایک مرض میں مبتلا ہو گیا جس میں وہ مختلف انواع آوازیں سنتا رہتا۔

ہنری کی ماں نے کبھی بچوں کے لیے کھانا نہیں پکایا اور کبھی گھر کی صفائی نہیں کی اس کے باوجود وہ باقاعدہ ان کو بری طرح سختی دیتی۔ اس باپوں کن طرز عمل کے نتیجے میں ہنری اور اس کے بھائیوں نے چھوٹی عمر ہی میں خودکام جہان شروع کر دی۔ اس کے علاوہ جب ہنری کی عمر دس برس ہوئی تو اس نے اسے شراب پینے کرنے کے بہتان کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی اور ساتھ ہی اسے پی لینے کی اجازت بھی دے دی جس سے وہ دنیا کا سب سے چھوٹی عمر کا شراب نوش بھی بن گیا۔

جب ہنری نے سکول چھوڑ دیا تو اس کی اس سال کی ماں داغ بولنے لگی اس

کے بالوں کے گھونگر بنائے اور اسے ایسا لباس زیب تن کرایا جس سے یہ تاثر دیا جاتا ہو کہ دوسرے بچے ہنری پر بے رحم ہیں۔ ایک رحم دل ٹیچر نے پہلے تو ہنری کے بال کاٹنے سے منع کیا پھر اسے لڑکوں کے پہننے والی قمیض اور چٹلون پہننے کے لیے دی۔ جب وہ نئے کپڑے پہنے کر گھر گیا تو اس کی ماں اسے دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گئی اور سکول میں آ کر ٹیکہ لگوانے سے لڑی کہ اس نے بچے کی پرورش میں خواہ مخواہ دخل اندازی کی ہے۔

استاد کو قطعی حیرانی نہیں ہوئی کہ ہنری کیوں ہر وقت گندہ اور بھوکا رہتا ہو۔ تعلیم حاصل کرنا کیوں اس کے لیے مسئلہ تھا؟ وہ ہر بات کو سمجھنے میں وقت محسوس کرتا تھا۔ اس ابتدائی عمر سے ہی ہنری کے اندر خطرناک علامات پائی جانے لگیں تھیں۔ ایک مرتبہ اس نے ایک مردہ چمڑے سے بد فعلی کی۔ پھر وہ مختلف جانوروں سے مل کر کرنے لگا۔ وہ جانوروں کو شدید تک بھی کرتا اور اکثر جان سے بھی مار دیتا۔ اس نے قہم کیا کہ اس نے چودہ سال کی عمر میں پہلا قتل کیا۔ اس نے پولیس کو بتایا کہ اس نے ایک سترہ سالہ لڑکی کو اغوا کیا۔ مار مار کر اسے بے ہوش کر دیا۔ اس بے ہوشی میں وہ اس کے ساتھ مصروف ہوا۔ اسی مصروفیت کے دوران لڑکی بیدار ہو گئی تو اس نے لڑکی کو گلا گھونٹ کر جان سے مار دیا۔ اس کے باوجود اس نے جرائم کا کوئی نشان باقی نہیں تھا جو پولیس کو ملے۔ ہاں البتہ جب وہ پندرہ برس کا تھا تو نقب زنی کے جرم میں گرفتار ہوا اور اسے اصلاحی خانے میں رکھا گیا۔ جہاں وہ ایک کالے سے ہم جنسی جیسے تعلقات میں ملوث بتایا گیا۔

1960ء میں ہنری نے اپنی ماں کو قتل کیا اور اسے بیس سے چالیس سال قید کی سزا ہوئی۔ 1970ء میں اسے جیل واپس لے لیا گیا اور وہ 1971ء میں چار سال کے لیے واپس جیل میں چلا گیا کیونکہ پستول کی ٹوک پر اس نے ایک بس سٹاپ سے ایک فوجی لڑکی کو اغوا کرنے کی کوشش کی تھی۔ ایک بار پھر اسے 1975ء میں جیل واپس لے لیا گیا۔ وہ اپنے ایک رشتہ دار کے ساتھ فریلر میں منتقل ہو گیا۔ لیکن اس کی رشتہ دار کو جب یہ علم ہوا کہ وہ اس کے بچوں سے گندی حرکتیں کرتا ہے تو اس نے ہنری کو فریلر سے باہر ٹھیک کر دیا۔ کار کی چوری میں ملوث ہونے کے بعد 1985ء میں اس نے رہائی پائی اور طور پور میں رہنے لگا۔

ہنری اور اس کی ماں کی بھیجی بیٹی سے ملا۔ ہو گیا جہاں وہ اوش طول اور اس کی بھیجی بیٹی سے ملا۔ ہنری اور طول نے اب وحشیانہ سرگرمیاں شروع کیں۔ فیکس میں ایک سو

پرہیزگار کی عمر کے ایک جوڑے کو جالیا جو سڑک پر ٹھیل رہا تھا۔ انہوں نے اپنی کار کو روک کر باہر نکلا اور اس نے بے دھڑک لڑکے کو سر میں نوگولیاں ماریں اور لڑکی کو اغوا کر کے بھاگ نکلے۔ طول کار چلاتا رہا جب کہ کچھل نشست پر ہنری لڑکی سے زیادتی کرتا رہا۔ طول کو ہنری کی یہ بات پسند نہیں آئی۔ اس نے ایک جگہ پر کار روکی۔ لڑکی کو باہر اتارا اور اسے چھ گولیاں مار کر ہلاک کیا اور سڑک کے کنارے ڈال کر کار میں بیٹھ کر چلے گئے۔

لوکس اور طول کا ایک اور شکار ایک 33 سالہ عورت تھی جو مردہ حالت میں برہنہ ایک کیمپ سے دریافت ہوئی۔ اس کی چھاتیوں جڑی طور پر کٹی ہوئی تھیں۔ اس کے جسم پر 35 زخم تھے اور اس کا پیٹ چاک کر دیا گیا تھا۔ لوکس اور طول کے اگلے چند سالہ جرائم اتنے زیادہ اور اس قدر گھناؤنے تھے کہ ان کا تذکرہ یہاں کے محدود صفحات میں ناممکن ہے تاہم دنیا کو گورے میں بند کرتے ہوئے اس قدر کہنا کافی ہے کہ وہ زبردستی عورتوں کی صحت دبی کرتے، قتل کرتے اور اپنی مرضی سے لوٹتے۔ لوکس نے جب پولیس کو بتایا کہ بعض اوقات کسی کو جان سے مارنا ایسا ہی ہے جیسے آپ چال قدری کر رہے ہوں تو یہ کئی فیصد یا مذاق کی بات نہ تھی۔ اس نے مزید کہا کہ جب اسے شکار کی تلاش ہوتی تو وہ بس باہر نکلتا اور شکار کو پالیتا۔

لوکس نے آخر کار اپنی جی محبوبہ بیٹی کو بھی قتل کر ڈالا۔ اس نے ایک تلخ بحث کے دوران حق پر ہوتے ہوئے لوکس کو ایک طمانچہ مارا تھا۔ لوکس نے اسے چاقو سے کاری زخم لگا کر قتل کر دیا اور پھر اس کی لاش کی بے حرمتی کی۔ اس کے جسم کے ٹکڑے کئے اور ان ٹکڑوں کو تھیلوں میں ڈال کر سڑک کے کنارے یہاں وہاں پھینک دیا۔

لوکس کو گیارہ قتلوں کے جرم میں موت کی سزا ہوئی لیکن بعد میں فیکس کے گورنر جارج ڈبلیو بیس نے اس کی سزائے موت کو مر قید میں بدل دیا۔ تاہم وہ جیل ہی میں صدمہ دل سے مارچ 2001ء میں مر گیا۔ اس نے مرنے سے پہلے کہا: ”میں نے پولیس کو احمق بتایا۔ میں فیکس کی تمام قانونی برادری کو چاہہ و بریاد کرنے والا تھا۔“

بعض کا خیال ہے کہ لوکس نے ایسے جرائم کا اقبال جرم کر لیا تھا جو ابھی تک مل طلب پڑے تھے تاکہ وہ کچھ حقوق اور مفاد حاصل کر سکے۔ کچھ یہ بھی تجویز پیش کرتے ہیں کہ لوکس جانتا تھا کہ وہ اگر ان جرائم کا اقبال نہ کرتا جن کی فائلیں پولیس بند



مرگ پیرس اور ذیلی لان کی پونہ

پیرس اور ذیلی لان کی پونہ

(1930-1931)

پیرس اور ذیلی لان کی پونہ
پیرس اور ذیلی لان کی پونہ
پیرس اور ذیلی لان کی پونہ
پیرس اور ذیلی لان کی پونہ
پیرس اور ذیلی لان کی پونہ
پیرس اور ذیلی لان کی پونہ
پیرس اور ذیلی لان کی پونہ
پیرس اور ذیلی لان کی پونہ
پیرس اور ذیلی لان کی پونہ
پیرس اور ذیلی لان کی پونہ

پیرس اور ذیلی لان کی پونہ
پیرس اور ذیلی لان کی پونہ
پیرس اور ذیلی لان کی پونہ
پیرس اور ذیلی لان کی پونہ
پیرس اور ذیلی لان کی پونہ
پیرس اور ذیلی لان کی پونہ
پیرس اور ذیلی لان کی پونہ
پیرس اور ذیلی لان کی پونہ
پیرس اور ذیلی لان کی پونہ
پیرس اور ذیلی لان کی پونہ



دیا اور ہارس کی گولیوں کا جواب دیا۔

صبح 11:25 پر: پہلی پولیس کار پہنچی۔

صبح 11:27 پر: کئی ٹیرا میں پائپ بم پھٹا۔ طلباء اور بھاگ گئے۔ کرسٹ

صبح 11:30 پر: پولیس نے قاتکوں کا داخلہ کو لپائن کیپس میں روک دیا۔

صبح 11:34 پر: قاتکوں نے آخری گولی چلائی جس سے ان کا نشانہ کامیاب ہوا۔

اور جان ضائع ہوئی۔

صبح 11:36 پر: ہارس اور کئی بولڈ لائبریری سے چلے جاتے ہیں۔

صبح 11:44 پر: ہارس اور کئی بولڈ کئی ٹیرا میں جاتے ہیں کہ بم کو نشانہ بنا کر

چلائیں لیکن وہ کامیاب نہیں ہوتے۔

صبح 11:45 پر: ہارس ایک لمحہ رکتا ہے اور ایک کپ سے بچا ہوا مشروب پیتا ہے۔

دوڑوں کئی ٹیرا سے انتظامی بلاک میں چلے جاتے ہیں۔

صبح 11:46 پر: دس پولیس افسر اکٹھے اس۔ ڈیلو۔ اے۔ ٹی کی ٹیم بناتے ہیں اور

ٹرک کی اوٹ میں سکول تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

صبح 11:47 پر: کئی ٹیرا میں ایک اور پائپ بم پھٹتا ہے۔

صبح 11:56 پر: ہارس اور کئی بولڈ بندوبست اٹھائے کئی ٹیرا میں آتے ہیں۔

12 بجے دوپہر: ہارس اور کئی بولڈ کئی ٹیرا سے چلے جاتے ہیں پھر لائبریری میں آتے

ہیں اور وہاں خودکشی کرتے ہیں۔

دوپہر 12:06 پر: پولیس کی ایک اور ٹیم سکول میں داخل ہوتی ہے۔

شام 4:00 پر: شریف کا ترجمان سٹیو ڈیلس اعلان کرتا ہے کہ دونوں قاتل خودکشی کرنے

کے بعد مردہ پائے گئے ہیں۔

شام 4:45 پر: شریف جان سنون لی وڈ ایلمنٹری سکول میں داخلہ لینے سے خطاب کرنے

حاضر ہوتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی زندہ نہیں

بچا۔

66



مارک لپائن

(1946ء تا 1989ء)

مگر میٹھا میرے پورے "پاک قاتل" کا لیل بھی کا دے تو بھی میں اپنے آپ کو اصل مفاد ذہین محض سمجھتا رہوں گا جو میرے اہل کرنے پر تہیت ڈاک قاتل کی آمد پر مجبور ہوتا ہے۔ پھر وہ زعمہ رہنے کی کوشش کیوں کرتا ہے؟ محض اس لیے کہ وہ حکومت کو خوش رکھ سکے؟ کیونکہ وہ فطری طور پر بھگنڈی ہے۔ محفلوں کے پاس تو دیے ہی مجھے طرہ ملانے کا فن موجود ہے۔ وہ محفلوں کے مفاد کا بھی خیال رکھتے ہیں۔ جب وہ مردوں سے دست برداری کرتی ہیں۔ وہ اتنی صبر پرست ہوتی ہیں کہ مردوں کے کمرے سے بکے جانے والے تجرباتی طم سے قاتل نہیں اٹھاتیں۔ کیا ہم بڑوں کی خواتین کی فوج اور نسائی غلاموں سے حلق نہیں چلاتے۔ ان غلاموں

نے پچاس فیصد مراتب حاصل کئے گو یہ مراتب کبھی موجود ہی نہیں رہے۔
 مارک لپائن کی خودکشی کی خبر سے
 ”ہمارے معاشرے میں ایسی بات کیسے ہو سکتی ہے؟ سب سے بڑا اور اہم مسئلہ
 سوال ہے۔“

کیونکہ پارٹی لیڈر جنکس علاوہ نے لپائن کی
 گولیاں برسرانے کی دہشت سے متعلق سن کر کہہ

صرف ریاستہائے متحدہ امریکہ ہی میں سکولوں میں گولیاں نہیں برسرانے جتنی
 یہ انتہائی حماقتیں سکاٹ لینڈ کے قماربازوں نے بھی کیں اور اس باب کے کچھ
 بدکردار مارک لپائن آف کینیڈا نے بھی کیں جن سے یہ افسوسناک ثبوت بھی ملتے ہیں
 ایسا برا فصل امریکہ کے علاوہ دیگر ترقی یافتہ ممالک میں بھی ہوتا ہے۔

مارک لپائن ایک انجینئرنگ کی جماعت میں 6 نومبر 1989ء کو پانچ بجے
 سے کچھ دیر بعد داخل ہوا۔ دو طالب علم انتقال حرارت کے بارے میں عملی تجربات کر رہے تھے۔
 وہ نہ تو چیزی سے چلا اور نہ ہی اس نے اونچی آواز میں کچھ کہا۔ اس نے
 رائفل دونوں ہاتھوں میں تھام رکھی تھی۔ وہ ان دو طلبہ تک پہنچا اور بولا۔ ”ہر کوئی اس
 کام بند کر دے۔“

مارک لپائن مسکرا بھی رہا تھا کیونکہ ایسی شخیاں مدت سے دنیا کے کھیلوں
 دوڑے کی درگاہوں کے کیمپوں کی روایت رہی ہیں۔ طلبہ اور ان کے ہدف کا نشانہ بننے کا
 ردعمل یہ تھا کہ یہ سب کچھ ایک مذاق تھا۔ کئی طلبہ تو لپائن پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکے
 ہی لپائن کا چہرہ عجیبہ ہو گیا اور اس نے سختی سے طلبہ کو حکم دیا کہ وہ دوسروں میں قہقہے
 جانیں۔ لڑکے الگ اور لڑکیاں الگ۔ پہلے تو طلبہ ہنپکے کہ وہ اپنے جیسا ہی
 طالب علم نظر آنے والے لڑکے کی بات کو تسلیم کریں یا کہ نہ کریں۔ کیا وہ عجیبہ
 کہ نہیں اور اس کی رائفل اصلی ہے کہ نقلی؟ لپائن نے ان کا شک جلد ہی دور کر دیا
 کمرے کی چھت پر گولیاں داغ دیں۔
 جلد ہی طلبہ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ لڑکے ایک کونے میں اور لڑکیاں

مارک لپائن نے لڑکیوں کو حکم دیا کہ وہ باہر نکل جائیں۔ وہ نہیں جانتے
 تھے کہ ان کی زندگیوں کا راستہ بند کر دیا گیا ہے اور ایک خونین ڈرامہ ہونے والا ہے۔ وہ
 صحت سے باہر نکل گئے۔ لڑکیاں جن کی تعداد 9 تھی ایک کونے میں جمع ہو گئیں۔ وہ
 غصے سے بھرپور تھیں اور جانتی تھیں کہ ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟

لپائن ان کے سامنے کبھی اُدھر جاتا اور کبھی اُدھر۔ لیکن اس نے رائفل کی نالی
 خود لڑکیوں ہی کی سمت رکھی۔ ان سے بغیر کسی تخصیص کے کہا: ”کیا تم جانتی ہو کہ تم
 مار گئیں ہو؟“

ایک لڑکی جس کا نام نکالی تھا اور جس کی عمر 23 سال تھی نے جواب میں کہا ”نہیں۔“
 اب لپائن نے ان کو اپنا عجیبہ پروگرام بتایا اور ان پر واضح کیا کہ ان کو کیوں
 ”میں نسوانیت سے لڑ رہا ہوں۔“

نکالی نے پھر ترجمان کا فرض سرانجام دیا اور لپائن کو بتایا کہ ہم طالبات ہیں
 صرف نام کی عورت ہیں تجربہ کار خواتین نہیں ہیں۔ وہ تو نسوانیت سے متعلق کچھ جانتی
 تھیں۔ انہیں نسوانیت کا کوئی اصول یا کلیہ یاد نہیں۔

نکالی کے یہ الفاظ جیسے لپائن نے سنے ہی نہیں۔ وہ پہلے ہی کچھ پیار چنی تصورات
 پر چکا تھا اس کے ذہن کی مملکت میں تمام عورتیں نسوانیت یا نسولٹی پر مبنی تھیں اور
 نسوانیت یا نسولٹی پر مبنی رکھنے والیاں تھیں اور تمام نسوانیت اس کی دشمن تھی۔

اس نے ان کو گولیاں ماننا شروع کر دیں۔ وہ ایک جگہ پر کھڑا ہو گیا اور باری
 سے بارود گاڑ لڑکیوں کے نشانے لینے لگا۔

کمرہ گولیوں کی آواز اور لڑکیوں کی چیخ و پکار سے ڈرنا خواب بن گیا۔ چھ
 لڑکیاں فوراً ہی مر گئیں جبکہ تین شدید زخمی ہو گئیں اور بعد میں وقفے وقفے سے مر
 گئیں۔ لپائن مطمئن تھا کہ اس نے اس کمرہ جماعت میں جو کچھ کرنا تھا کر دیا ہے لہذا وہ
 وہاں سے پہنچا جہاں چھ طلبہ دہشت زدہ کمرے تھے۔ لپائن نے ان کو گولیوں کا
 ٹھکانہ صرف اتنا کہا کہ اسے عورتوں کی ضرورت ہے۔

اس نے ایک چھپ کر دھڑکنے والے کی طرح پونچھ رشی کے برآمدوں اور

کیلروں میں ہماکتا شروع کیا گویا وہ کسی جنگل میں اپنی کہیں گہ سے اُٹھ کر
 دلا۔ اسے ایک لڑکی نظر آئی مگر اس نے اسے کوئی سے بھون ڈالا۔ وہ بھاگ
 میں گیا اور وہاں خوف و وحشت سے ڈر کر بھول جانے والی تین تیریس میں سے
 سیاہ کے قریب جان سے مار۔ تیسری جو فوراً انہیں مری قہمی اس کو اس نے ان کی
 سنگین سے تین گہرے دھم لگائے اور اپنا مقصد حاصل کیا۔
 اس موقع پر لپائن نے شاید فیصلہ کر لیا کہ اس کا مقصد پھانسی پھانسی
 ڈیک پر بیٹھ گیا اس نے اپنی راکفل سے سنگین اجڑی تاکہ راکفل کی پٹی اس کی
 کے ساتھ لگ سکے۔ اس نے راکفل کی پٹی کو چوستانی سے لگا لیا کہ "کوئی دیکھو
 راکفل کا ٹکڑا دھاویا۔"

لپائن نے ایک لڑکی بہن رکھی تھی۔ مرتے وقت بھی وہ اسے ہے۔
 کے چشم دید گواہان نے بتایا کہ اس کی لڑکی اور آدمی کو پڑی قہری آہ کے روتے
 جھپٹ تک اڑتی گئیں۔ بعد میں پولیس نے بتایا کہ اس کے گھر کے کمانے کے
 سے بھی ایک انسانی کو پڑی ہوا ہوئی ہے۔

یہ قاتل کون تھا؟ اور عورتوں نے اس کے ساتھ کیا کیا تھا؟
 عورتوں کی کوئیں عورت پن اور نسوانیت کی کو اپنی عزت کی آماجگنا لیا تھا۔
 بتایا کہ وہ تھا اور تھائی پسند تھا اور اس نے اپنی تھائی کو کسی عورت کی موجودگی سے
 تھا۔ اس کے مسابوں نے پولیس کو بتایا کہ وہ تمام رات لڑکی آہ سے ہنستے
 سکتا تھا۔ اس کی اس عادت کے خلاف تین بار پولیس بلائی گئی تھی۔

اس سے متعلق یہ بھی علم ہوا کہ اس کا باپ ایک المیہ من تھا اور وہ بھی
 اپنی بیوی اور بچوں کو اکثر مارتا بیٹتا رہتا تھا۔ مادک لپائن اس سے بڑا بڑا بچہ
 ہونے کی وجہ سے باپ کے تشدد کا آخری شکار تھا۔ پولیس کو یہ بھی علم ہوا کہ
 جب کینیڈا کی فوج میں شامل ہونا چاہا تو اسے گھرتی نہ کیا گیا۔

کوئی ڈیڑھ سے نہیں بتا سکا کہ اس نے پندرہویں میں خونی ڈرامہ کھیل
 پھر خود کشی کیوں کی؟ کینیڈا کی صحافت میں یہ ۱۱۲ ام اسوسیاک ساتھ ہے جو لپائن نے



جو شرم کرول

"ضلع روہر کا شکاری"

(1933ء تا 1991ء)

"ہر آدمی سے لاپتا ہے"

لپہ ۹۰ سال سے حلقہ ۲۷ کے جوڑے
 کیا کہ اس میں اس کے پہلے ۱۵ کے اہل
 استاد بنانے کے تھے

اس حقیقت کے بارے میں شاید ایک عجیب و غریب شرط پدی جاسکتی ہے کہ موسم گرما
 کے بعد جوڑے پولیس دفتر نے جو شرم کرول کے اسٹوڈیو پر چلے ایک برتن کے اندر

دیکھا اور پھر اس کے بعد اسے کبھی رات کے دوران گہری نیند نہیں آئی۔ اس موسم گرما میں شمال مغربی جرمی کے ضلع روہر کی پولیس ایک ہارڈسٹ لڑکی موزیکا کیئر کو تلاش کر رہی تھی۔ متذکرہ دن پولیس ان کھیل کے میدانوں کی پینک کر رہی تھی جن کے قریب موزیکا رہتی تھی۔ لوگوں سے سوال و جواب کے بعد ایک بوڑھے آدمی نے اپنے ایک چالیس سالہ پڑوسی سے متعلق پولیس کو بتایا کہ وہ کسی سے نہیں ملتا اور اپنے آپ میں مگن رہتا ہے۔ اس آدمی نے ایک مرتبہ بوڑھے سے کہا کہ ہال وے کے آخر پر ان کا مشترکہ ہاتھ روم کام نہیں کر رہا۔ جب بوڑھے آدمی اس چالیس سالہ آدمی سے ہاتھ روم کے کام نہ کرنے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ ٹائمبلٹ آٹوں سے اٹا پڑا ہے۔

پولیس نے ٹائمبلٹ کی تحقیق کا فیصلہ کیا اور ایک پلبر کو بلایا۔ اس نے بتا دیا کہ والا ٹائمبلٹ کا گول سا برتن کھولا اور اس میں پھنسنے ہوئے گند کو ایک ہائی میں پھینک دیا۔ اس میں سے چھ انسانی جسم کے اعضاء برآمد ہوئے جن میں ایک جگر، دو پھیپھڑے، گردے اور ایک دل تھا۔ پولیس نے جلد ہی یہ معلوم کر لیا کہ یہ تمام اعضاء ایک ہارڈسٹ لڑکی کی چھاتی میں عہدگی سے آسکتے ہیں۔

فیصلہ کیا گیا کہ پولیس بوڑھے آدمی کے مسائے جس کا نام جوئم کرول تھا بارے میں تحقیقات کرے گی۔ جوئم نے پولیس کو اپنے رہائشی حصے میں آنے کی بھرپور ہنگامہ دے دی اور ان کی تحقیقات میں ذرا براہی مدد اعلیٰ نہیں کی۔

اولا پولیس نے جوئم کرول کا رنر جیکٹر کھولا اور اس کی پڑتال کی۔ وہاں عرصہ بلینوں میں گوشت کے چھوٹے چھوٹے خوبصورت ٹکڑے پڑے تھے۔ کچھ بلی عہدگی سے کائے گئے ٹکڑے بھی تھے۔ پولیس کو یہ جاننے میں زیادہ دیر نہیں لگی کہ وہ سالہ موزیکا ہی کے گوشت کے ٹکڑے تھے۔

بظاہر جوئم کرول بسیار خود نگر نہیں آتا تھا۔ پولیس کو فریڈ سے بھی گوشت کے ٹکڑے پیٹ کر رکھے ہوئے ملے جن میں سے بیشتر موزیکا ہی کے تھے۔

پولیس جوئم کرول کے استود کی طرف بھی متوجہ ہوئی جس پر چڑھانے سے متعلق اس نے بتایا کہ وہ آہستہ آہستہ آج پر دم پخت کر رہا ہے۔ برتن کے اندر کھانا

بصری خبریں تھیں جبکہ ان کے درمیان کھولتے ہوئے پانی میں ایک لڑکی کا ہاتھ تھا جو پانی کی دریافت کے وقت تک ہر لحاظ سے گل چکا تھا۔ 1955ء تا 1976ء جوئم کرول نے اپنے بیان کے مطابق وہ چودہ خواتین پانچ سے لے کر 61 سال کی عمر تک کو اغوا کرنا اور قتل اور ان کے اعضاء علیحدہ علیحدہ کر کے کھا چکا تھا۔

پولیس کی تحویل میں آنے کے بعد گرفتار جوئم کرول نے چودہ مذکورہ قتلوں کے حریف کے ساتھ یہ بھی کہا کہ کچھ قتل اور بھی ہیں لیکن اس کا حافظہ ان کی تحصیل بتانے سے ہرے تھوڑے کوئی زیادہ سمجھا جائے۔

جوئم کرول سے متعلق کوئی کلمہ خیر کہنا ناممکن ہے۔ وہ ایک بدترین بھٹکا ہوا شخص تھا۔ اپنی کم عمر لڑکیوں کے لیے گزیاں جمع کرتا رہتا جن کو وہ موقع ملنے پر بطور لڑکائی کے استعمال کرتا۔ وہ ایک پھر دل قاتل تھا لہذا وہ جان بوجہ کر اپنے ہتھیار مختلف عمر کے لڑکیوں کو پولیس کو اس پر شبہ نہ ہو۔ اس کا یہ طریقہ کامیاب بھی رہا تھا۔ اگر وہ اتفاق سے پولیس کے حصے نہ چڑھتا تو وہ مزید کئی سال یہ مکروہ کھیل کھیلتا رہتا۔ وہ ایک بے ضمیر آدمی تھا اور کسی طرح بھی جبری ڈاکٹر اور البرٹ سے آدمی خوری میں کم نہ ہوتا۔

اس نے اپنی رہائش گاہ پر ریڈ کی گڑیا رکھی ہوئی تھی۔ جو ہوا بھرنے سے قد آدمی بن جاتی۔ وہ اس سے حرام کاری کرتا اور اس کو معنوی طور پر حرام کاری پر آمادہ کرنے کے لیے اس سے لڑتا جھگڑتا اور اس کا گلا بھی کھینچتا۔ وہ جینچی چلاتی بھی تھی کیونکہ اس کے ٹیکلوم میں ایسی باتیں موجود تھیں۔ جب وہ کسی کم عمر لڑکی کو اغوا کر کے لاتا تو اس کے سامنے اپنی گڑیا سے سارے مراحل طے کرتا اور مٹویہ کو بھی ویسے ہی مراحل سے گزارتا۔ گڑیا کی موت تو اس کی ہوا نکالنے سے ہو جاتی تھی جبکہ مٹویہ کی موت اس کی روح نکالنے سے ہوتی اور یہ کام ”انگل جوئم“ کرتا جاتا تھا۔

تم طریقہ کی بات یہ تھی کہ جوئم کرول اپنے مسایہ لوگوں میں ”انگل جوئم“ کے نام سے مشہور تھا اور انہوں نے کبھی اس پر کسی قسم کا شبہ نہیں کیا تھا۔ وہ اپنی بچیوں کو اس نرم و نازک آواز کے مالک اور جیسے حراج کے بچا کے ساتھ سیر پر جانے کی اجازت دے دیتا۔ وہ بچیوں کے ہاتھ تمام لینا اور پھر باغات اور پارکوں میں کھانے کے بعد ان کو گھٹ سے واپس بھی لے آتا۔

کیا نابالغ اور بچپن کی عمر کی لڑکیوں کی معیت میں جوٹم میں شیطان کی نیم تسکین کرتا تھا یا وہ ان کو آہستہ آہستہ خواہر بائیں کرتا تھا؟ یہ سب وہاں جوٹم کرول کے مسائل نے اس سے تعلق جو کہنی سنا ہے۔ جرائم کا پیش خیمہ ہو سکتی ہے۔

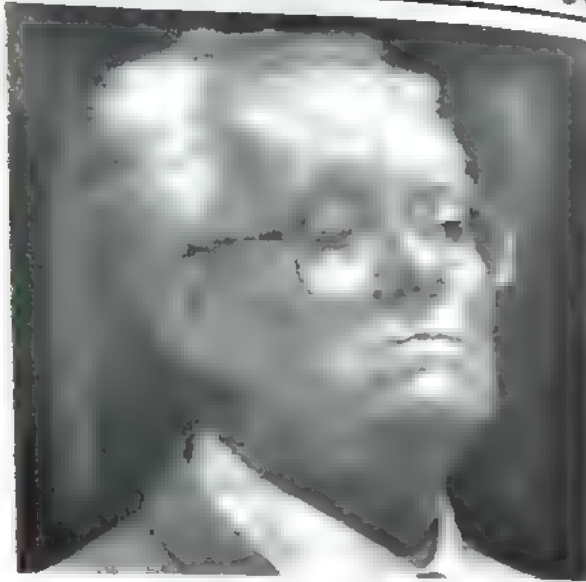
68

ایک روز جوٹم کرول دس سالہ گیمبرل بیوٹ مین کو میرا پستے میں ایک پارک میں بیچ پر تھوڑی دیر کے لیے سستانے کی خاطر بیٹھے تو جوٹم نے اس کے لیے ایک کتاب اپنی بغل سے نکالی۔ کتاب عربی تصاویر اور پختہ کرنی پر مشتمل تھی۔ جب جوٹم کرول اس کتاب کے اوراق پلٹ رہا تھا تو گیمبرل دشت اور خوف سے لپٹا رہا۔ اس نے اپنے ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ لیے اور جب اس نے دوبارہ ہاتھ اپنے کندھوں پر محسوس کئے تو وہ فوراً اٹھی اور گمر کی سمت بھاگ کھڑی ہوئی۔ حادثے کے بعد کرول اپنی ریڈ کی گزیا کے پاس پہنچا ہوا۔ گیمبرل نے اپنے طریقے اس واقعہ کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ شاید اس لیے کہ وہ لڑکی کے بارے میں علم کے کہ اس نے کیسی گھٹیا تصاویر دکھائی ہیں۔

جب گیمبرل اکیس برس کی ہوئی تو اسے ”انگل جوٹم“ کی حقیقت معلوم ہوئی۔ اسے پتہ چلا کہ وہ نادانی میں مہربان انگل کے کس قدر قریب ہو چکی تھی۔ وہ اس کا بیٹے بننے والی تھی کہ وہ بچ نکلی۔ اگر وہ کتاب کو دیکھ لیتی تو اب تک وہ انگل کا بیٹا نہ رہتا۔ بعد میں اس کا نوالہ بھی بن چکی ہوئی۔

جوٹم کرول کا مقدمہ 1979ء سے 1982ء تک چلا۔ وہ مجرم ثابت ہوا اور 9 مرتبہ عمر قید کی سزا ہوئی۔ وہ اپنی سزا رہیں باش میں پوری کر رہا تھا کہ 1981ء میں اچانک صدمہ دل سے مر گیا۔

☆



ہاورڈ آنرو

(1921ء تا)

”میرے اعتقاد کے بارے میں توہین آمیز فقرے چست کر رہے ہیں۔ میں کوئی نفسیاتی مریض نہیں ہوں۔ میرا دماغ بہت اچھا ہے۔ اگر میرے پاس کافی مقدار میں گولیاں ہوتیں تو میں نے ہزاروں کو موت کے گھاٹ اتارا ہوتا۔“

ہاورڈ آنرو

ہاورڈ آنرو ایسٹ کیمڈن نیوجرسی کا رہنے والا تھا۔ وہ اٹلی اور فرانس کی جنگ میں ایک ٹینک پر مشین کھڑا تھا۔ اس نے جزی سے گولیاں برساتے کی تربیت بھی حاصل کر لی تھی۔ اسے اٹلی خدمات کے سلسلے میں جنگ عظیم دوم کی نیکیوں کی مشہور لڑائی

ای سالو کے معاملے میں ہم یوسٹن کا گنا گھنٹ کر رہا تھا۔
 ہیں کیونکہ یہ بحث اب تک چل رہی ہے کہ کیا واقعی ڈی سالو ہی تھا؟
 والا اور قاتل تھا؟ ڈی سالو نے خود سب کچھ تسلیم کیا لیکن اسے کبھی ان کے
 ملی۔ جب اس نے اقبال جرم کیا تو اس وقت سے پہلے ہی وہ عزت و
 زور پر ڈاکہ ڈالنے کے جرم میں قید کاٹ رہا تھا۔ لہذا اسے گنا گھنٹ کر ہلاک
 کے طور پر مجرم نہیں گردانا گیا۔ ڈی سالو کے بھائی اور ایک گنا گھنٹے سے
 والے شخص کی بیٹی یہ کوشش کرتے رہے کہ مقدمے کو زندہ کرنے کے لیے قاتل کو
 جانے۔ دسمبر 2001ء میں ڈی سالو کی لاش قبر کشائی کے بعد حاصل کی گئی تھی
 شخص کے لیے اس کا ڈی۔ این۔ اے ٹیسٹ لیا جائے۔
 ڈی سالو کو 1973ء میں جیل کے اندر ہی خودکشی کر لیا
 تھا۔ ایک رات چوشتہ اس نے ڈاکٹر سے ملنے کا وقت لے رکھا تھا اس نے اپنے
 اہم بات کرنا تھی۔

جس کسی نے بھی وہ جرم کئے جو یوسٹن کے گنا گھنٹ کر ہلاک کرنا
 قاتل کے کھاتے میں ڈالے گئے اس کی شناخت نہیں ہو سکی لہذا اس کتب میں
 بجائے اس قاتل کے کام کے حوالے سے اسے جک دی گئی ہے۔ یہ باب ڈی سالو
 جارج نامہ سے منسوب ہے کیونکہ وہ ایسے جرم میں ملوث رہے ہیں۔

14 جون 1982ء سے 4 جنوری 1984ء تک یوسٹن کے طائفے میں 13
 عورتوں کی مصمت لونی گئی، انہیں جیسی تھکد کا نشانہ بنایا گیا اور پھر ان کا کپڑے سے
 گئے رستے سے گنا گھنٹ کر ہلاک کیا گیا۔ سرکاری طور پر تسلیم کئے گئے کہ ان عورتوں
 قتلوں میں شامل چھ عورتوں کی عمر 55 سے 75 کے درمیان تھی جبکہ وہ دیگر متاثرہ
 عمر 85 اور 90 سال تھیں۔ باقی پانچ متاثرہ عورتوں کی عمریں 19 سے 23 سال تک تھیں۔
 گنا گھنٹ کر ہلاک کرنے والے شخص کی حقیقی شناخت کے قلع نظر ہے۔
 اعلیٰ من الحسن ہے کہ سفاک قاتل انتہائی ایذا رساں اور ظالم شخص تھا۔ وہ انتہائی
 اور خوفناک حد تک بری شخصیت رکھتا تھا۔ اس بات کے شواہد ملے ہیں کہ وہ موت کے
 بھی متکلوں کی بے رحمی کے علاوہ ان کی لاشوں کو سچ کرتا رہا۔ وہ اپنے گنا گھنٹ

میں قاتل کی حالت میں رکھ کر لاش کے دریافت ہونے پر دیکھنے والوں جن میں
 'پاپس' رشتہ دار یا متعلقہ کے کہنے کے افراد شامل ہوتے سب کی پہلی نظر اس کے
 خراب چہرے اس سے قاتل کی کینہ فطرت کے بارے میں اندازہ کیا جاسکتا ہے۔
 یوسٹن کے اس قاتل میں انسانی جان لینے کے علاوہ اور بھی کئی قسم کی بد چلیوں
 کا سراغ ملتا ہے۔ اس کی ایک گنا گھنٹ کی چھاتی پر اس نے چاقو سے ہلکے ہلکے کٹ لگا کر تیل
 کی کچھ باریکی تھی۔ ایک متاثرہ کو اس نے بستر میں اس طرح بٹھا رکھا تھا کہ اس کے منہ
 سے پیسہ پلا پانی اس کی چھاتیوں پر گر رہا تھا۔ ایک چار انچ کی لکڑی اس کی ٹانگوں میں
 پھنسی تھی۔ ایک کے پاؤں کے انگوٹھے اور انگلی کے درمیان اس نے "نیا سال مبارک
 کا کارڈ بٹھا رکھا تھا۔

البرٹ ڈی سالو نے تفصیل کے ساتھ تقریباً ایک سو قتلوں کا اعتراف کیا۔ اس
 کے بعد وہ باہرین کا خیال یہ ہے کہ وہ اپنے جرم سے حلقہ تفصیل سے بنا سکتا تھا جبکہ وہ
 اسی مرض کی انٹی ٹیوٹ میں جارج نامہ کے ساتھ قید تھا اور جو حقیقی طور پر یوسٹن کا گنا
 گھنٹ کر ہلاک کرنے والا عورتوں کا قاتل تھا۔

ایک موقع پر ڈی سالو کو نامہ کے ساتھ اکٹھے بند بھی کیا گیا۔ لیکن اس سے کچھ
 فائدہ ہوا۔ باہرین کی نظر میں نامہ انتہائی ذہین اور حکمت عملی سے نکل کرنے والا تھا۔ اس
 نے ایک چارول پمپ پر کام کرنے والے کو چھانی دینے کے اعزاز میں جان سے مارا۔ گنا
 گھنٹ کر ہلاک کر جانے والے جو وہ افراد اس کے ہاتھوں اتفاق سے قتل گئے تھے انہوں نے
 پھر کو شناخت بھی کیا لیکن اتفاق کی بات ہے کہ اسے گنا گھنٹ کر ہلاک کرنے کے کسی
 شخص سے ملوث نہیں کیا گیا۔

ڈی سالو کی مصمصیت کے امکان میں کچھ کہانیاں بھی ہیں مثال کے طور پر یہ
 کہ وہ اپنے کہنے کے ساتھ ایک بہت بڑے مالی معاملے کے حقوق فروخت کرنے گیا اور
 یہ کہ اس کی یادداشت فروز گرنی کے کیمبرے کی طرح تھی کہ جو کچھ بھی اس کی نظر کے
 سامنے آتا وہ اس کے حافظے میں محفوظ ہو جاتا۔ وہ جرائم کی جو تفصیل بتاتا وہ اس نے سنی
 واپسی ہوتی۔ کوئی جرم کا ارتکاب کرنے والا اپنی ہی کرتوتوں کو بیان کرنے میں اونچے نیچے
 کرتا ہے ڈی سالو میرا نہیں کر سکتا تھا بلکہ وہ مجھ کو قتل ثابت کر سکتا تھا۔

ڈی سالو کے جرائم کی تفصیل میں اس کا پیشہ "ٹاپ تول اور پائپس" ہونے کی وجہ سے اور پتلونوں کو سبز رنگ کرنے والے شخص کے نام پر "گرین مین" کا روایتیوں کا بڑا حصہ شامل ہے۔

گلا گھونٹ کر قتل کی وارداتوں کی ابتدا سے پہلے ڈی سالو ہو کہ وہی سے لڑنے کو اجازت دیتا رہا تھا۔ وہ جوان عورتوں کے گھروں میں کسی نہ کسی بہانے جاتا اور ان کے ساتھ رہتا تھا۔ وہ "ماڈل ایجنسی" کا آدمی ہے اور وہ ان کو اخبارات و رسائل اور ٹی وی کی تصویلات میں وہ چمکے ہوتا جس میں گرفتار ہو جانا عورتوں کی کمزوری کی ان کو بتاتا کہ ان کی تنخواہ چالیس ڈالر فی گھنٹہ ہوگی اور ان کی ماڈلنگ میں معاون کی ہوگی۔ بس انہیں نائٹ گون پہننا ہوگا یا تیرنے کا لباس۔ ٹاپ تول اور پائپس کے پیشے میں وہ ماڈل بننے کی خواہشمند لڑکیوں کو پھانسی لیتا۔ وہ ان سے رقم ہوتا اور بعض کے ساتھ تنہائی کے لمحات گزارنے پر بھی آمادہ ہو جاتیں۔

بعض اوقات ماڈلنگ کے اس چمکے کے بعد ڈی سالو چمکے میں آج عورت کے گھر زبردستی داخل ہو جاتا۔ اسے ہانچ لیتا اور اس کا اطرویز اس کے گھر ٹھونس دیتا۔ پیار سے اس کو تھکیاں دیتا اور اپنی جنسی پیاس بجھانے کے بعد اسے چھوڑ دیتا۔ عورتوں کے پولیس کو ڈی سالو کی وارداتوں کے بارے میں بتانے کے اسے گرفتار کر لیا گیا اور اس نے اپنے جرائم کا اعتراف کر لیا۔ لہذا اسے جیل بھیج دیا گیا۔ گلا گھونٹ کر قتل کرنے کی وارداتیں ڈی سالو کے جیل سے رہا ہونے کے بعد شروع ہوئیں۔

البرٹ ڈی سالو ستمبر 1931ء میں یوشن میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ ایک شرابی تھا۔ اس نے اپنے بچوں کو چوری کرنے کے طریقے سکھائے اور اکثر وہ کسی گھر کو گھر لے آتا اور اپنے بچوں کو مجبور کرتا کہ وہ دیکھیں کہ طوائف سے کیا کام لیا جاتا ہے۔ نو جوان ڈی سالو پہلے ہی طوائفوں اور ہم جنس پرستوں سے پیسے کی خاطر ماہ ورم رہتا اور تمام بری اور گمراہ حرکات سے واقف تھا۔ اب اس کی جنسی ہوسا کی بھی اپنے عروج پر تھی اور اس کے اندر ایسی کئی بد عادات مستحکم ہو چکی تھیں کہ وہ یوشن کا محلے گھومتے

اپنی جوانی کے بیسویں سال میں اس نے فوج میں شمولیت اختیار کی اور ایک فوجی دوشیرہ سے شادی کی جس کے نتیجے میں ان کے ہاں ایک معذور بچہ پیدا ہوا۔ اس کے بعد جرمین دوشیرہ نے اس کو اپنی قربت کا موقع نہیں دیا مبادا پھر کوئی اور معذور بچہ نہ پیدا ہو جائے۔ بچے کی پرورش میں ڈی سالو کی جنسی جبلت مکمل طور پر غلط کاری کا شکار ہوئی اور وہ ایک قسم کا باؤلا ہو گیا۔ اسی باؤلے پن کے تحت وہ ماڈلنگ کا چمکے تسکین ذات کے لیے استعمال کرتا رہا تھا۔

بلآخر ڈی سالو کو گرفتار کر لیا گیا کیونکہ ایک "گرین مین" کی حیثیت سے اس نے لاکھونوں میں کثیر جرائم کئے تھے۔ جب وہ "گرین مین" کی حیثیت سے جیل میں لایا گیا تو اس نے تسلیم کیا کہ اس نے کم از کم تین سو عورتوں کو اپنی جنسی جبلت کا نشانہ بنایا ہے۔ جب ہی اس نے اپنی کٹھنری کے دوسرے مکین قیدی جارج ناصر سے متعلق بتایا کہ جارج یوشن کا دم گھونٹنے والا قاتل وہ ہے۔ ناصر نے اپنے وکیل ایف ٹی بلی کو بتایا کہ جو بچہ اس سے متعلق کہا گیا ہے وہ سچ ہے۔ بعد میں ڈی سالو سے کی جانے والی ملاقاتوں کے نتیجے میں جارج ناصر کے وکیل کو اپنے موکل کے یوشن کا گلا گھونٹ قاتل ہونے پر یقین ہو گیا۔

ڈی سالو کو کبھی یوشن کا قاتل ہونے کے الزام میں مقدمے کا سامنا نہیں کرنا سکا کیونکہ استغاثہ نے اسے اجازت دے دی تھی کہ وہ اپنے پاگل ہونے کی بنا پر اپنا دفاع کر سکتا ہے۔ تاہم وہ "گرین مین" کے جنسی حملوں کے مقدمے میں ماخوذ ہوا اور ذہنی کے الزام میں بھی سزا پائی۔

ڈی سالو کو جیل میں ہی "گرین مین" کے جرائم کی سزا بھگتنے کے دوران قتل کر دیا گیا جس کو حکام نے جیل کا بھڑکا قرار دیا۔

بعد کی بات

دسمبر 2001ء میں البرٹ ڈی سالو کی لاش کو اس کے بچے اور اس کے شکار کے رشتہ دار کی فہمائش پر قبر سے ڈی۔ این۔ اے معائنے کے لیے نکال دینوں میں سے کوئی بھی یہ یقین نہیں رکھتا تھا کہ ڈی سالو کا گھونٹ کر ہلاک کیا گیا ہے۔ اس تحریر کے منظر عام پر آنے تک کوئی ڈی۔ این۔ اے رپورٹ سامنے نہ آئی۔



70



پیٹر سٹ کلف

”یارک شار کا قاتل“

(1946ء تا)

”مجھے گرفتار نہ کر سکتے پر میں تمہیں بد قسمت دیکتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم لوگ لے لے لے آپ کی بے عزتی کر رہے ہو۔ تم تو ذرا بھی مفید نہیں ہو کیا تم مفید ہو سکتے ہو۔ میں کچھ عرصے کے لیے اپنا کام کرتا رہوں گا اس کے باوجود اگر تم میرے نزدیک بھی مجھے تو میں پھر بھی تم سے پہلے خودکشی کر لوں گا۔ خوب تم سے شکوہ بھی رہی۔ تمہارا چیک وہی رہا“

برطانوی پولیس کو بھیجی گئی یارک شار کی طرف سے حواہد رکاز کہ پولیس پیٹر سٹ کلف سے مدد کرے

اس ٹوک میں ایک ایسا آگے ہے جس کی پیمائش فیصلہ ہو رہی ہے
متحرک کر دیا جائے تو وہ پھنسی توڑ کر پھنسی کر دیا جائے گا جس کی پیمائش
اس کے گرد و پیش پر چھائی جائے گی۔ پھر ہے کہ اسے سوئی سنبھالے گا۔
ہیئر سٹ کلف کے ٹوک سے ملے گا۔

ہیئر سٹ کلف ان دنوں برطانوی حکومت کی ایک نئی نئی
وہاں کی رپورٹیں یہ بتاتی ہیں کہ اس کی ذہنی حالت حریہ یا کھوہ ہو رہی ہے
وزن بے انتہا بڑھ گیا ہے۔ اسے دماغی امراض کی اس ایسی نیت میں ہے
کی پاداش میں تیرہ بار عرق کی سزا ملنے کے بعد بھیجا گیا تھا۔

ہیئر سٹ کلف کو 2 جنوری 1981ء کو اپنی گاڑی غلط سے پھرنے سے
جرم میں گرفتار کیا گیا۔ اس نے پولیس کو اپنا نام ہیئر سٹ کلف اور پھر پولیس کے
سے قتل اس نے پیشاب کرنے کی اجازت چاہی جو اسے دے دی گئی۔ پھر
جھاڑیوں میں پیشاب کرنے چلا گیا۔ پھر وہ پولیس کے ساتھ چلا گیا۔ اس کی
پر پولیس کے سپاہی نے اس جگہ کا معائنہ کیا جہاں وہ پیشاب کرنے گیا تھا۔
ایک گول اتھوڑا اور لیا سا چاقو ملا۔ یہی وہ ہتھیار تھے جو پاک سٹار کا قاتل
تھا۔

ہیئر سٹ کلف اگر اپنی گرفتاری سے پہلے پیشاب نہ کرتا تو اسے پانچ سال
پولیس کو دو لاکھ پچاس ہزار ملاقاتیں کرنا پڑتیں اور نہ ہی 32 ہزار ملاقاتیں دینے پڑتیں
نہ ہی 21 ہزار گھروں کو کھٹانا پڑتا۔ بہر حال پولیس کو یہ محنت بلکہ مشقت کہہ سکتی ہے
کہیں جا کر پولیس نے اس پیشاب کرنے والے ہیئر سٹ کلف کو ہیئر سٹ کلف کے
ہونے والے ہیئر سٹ کلف کے نتیجے میں گرفتار کیا۔

ہیئر سٹ کلف جو یارک سٹار کا قاتل تھا نے مغربی یارک سٹار
1975ء سے 1980ء تک خوف و دہشت میں مبتلا کئے رکھا۔ اس نے جیلوں میں
کئے جن میں سے تیرہ جہیز نہ ہو سکیں۔ مرنے والی ان عورتوں کی عمریں سولہ سال سے
کر 47 سال تھیں اور زیادہ تر طالبات اور گھریلو خواتین یا گھریلو خواتین تھیں۔ ان
گول اتھوڑے سے ضربیں لگائی گئی تھیں اور پھر ان کو چاقو کے پے پے ڈھک لگائے گئے۔

ہیئر سٹ کلف نے 7 سال جیل کی سزا سنی اور ان کی دھم کو منسوخ بھی کیا گیا تھا۔ ایک محنت کا
ہیئر سٹ کلف سے بہت سی باتیں ہوئی تھیں۔ یہی کیا تھا کہ ان کی دھم کی آہستہ آہستہ
ہیئر سٹ کلف نے ان عورتوں کو زخم لگانے کے لیے مختلف قسم کے چاقو استعمال کرتے تھے جن میں
چاقو زخم میں استعمال ہونے والے یا کھرچنے والے چاقو پھرے ہوتے۔ تاہم ایک
سے پھر اس نے قہر سہتی کا چاقو کس بھی استعمال کیا۔ اس کا تیسرا ٹھکانہ ایک عورت تھی جو
چاقو کے اجراء پر قاتل سے زیادہ سے زیادہ دھم دہنے میں کوئی کمی نہ تھی۔ سٹ کلف
اس کے سر پر اپنے گول اتھوڑے کی دو ضربیں لگائیں اور پھر سرے سے خیر کے
ہوئے چاقو کس سے اس کی گردن چھاتی اور پیٹ پر زخم لگائے۔ اس نے اپنے پیٹ کے
توں کا کٹن بھی متور کی ران پر چھاپا اور پھر اسے قتل کیا۔

اپنے زیادہ تر شکاروں کو اس نے اسی طریقے سے قتل کیا۔ وہ ان کے سر میں
گول اتھوڑے سے ضرب لگاتا پھر ان کو چاقوؤں سے کھال کرتا۔ اس کے لگائے ہوئے
پر بعض عورتوں پر پچاس کی تعداد تک تھے۔ وہ بعض عورتوں کے گھر اصحاب کی شکل
میں شہادت دے تک بگاڑ دیتا۔

سٹ کلف نے پہلا حملہ 4 جولائی 1975ء کو کیا۔ عورت کا نام ایانا تھا۔ اس نے
اس کے سر پر اپنے گول اتھوڑے سے ضربیں لگائیں پھر ایانا کا پیٹ لگا کر کے اس پر چاقو
سے زخم لگائے۔ عورت کے بے پناہ شور مچانے پر جب ایک شخص اس کی طرف متوجہ ہوا تو
وہ ہٹا گیا۔ عورت کو ہسپتال لے جایا گیا جہاں ہنگامی حالت کے تحت بارہ گھنٹے تک
اس کا آپریشن ہوا۔ اس کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی تھی لیکن وہ بچ گئی۔ تاہم تب سے
بہت کم خوف و دہشت کا شکار ہے۔ وہ مگر سے بہت ہی کم باہر نکلتی ہے اور اگر نکلتی ہے
تو سڑک یا راستے کے درمیان چلتی ہے اور اکثر یہ کہتی سنی جاتی ہے کہ کاش وہ حملے کی رات
یہ مری ہوئی۔ اسے ہر لمحے مرنا نہ پڑتا۔

سٹ کلف کو اپنے دوسرے حملے میں بھی پہلے کی طرح ناکامی ہوئی اور عورت بچ گئی۔
اس کا دوسرا شکار ایک عورت دن دن ہسپتال میں رہی۔ خود تو وہ خوف و دہشت کا
شکار تھی اس کی بیٹی کو بھی اصحابی ظلم ہو گیا۔ وہ ہر وقت یہ سوچتی رہتی کہ اس کی ماں

سٹ کلف کے قتل کا پورا نشانہ ہر ممکن قریب میں غور کیا گیا۔
 30 اکتوبر 1975ء کو قتل کیا۔ اس نے اس کے رشتہ کی بھی جانب اشارہ کیا۔
 قصوں ہتھوڑے سے وہ ضربیں لگائیں۔ پھر اس کی ٹانگ چھاتی ہوئی۔
 پھندہ دار کے۔ پولیس نے محنت کے جسم پر سے مردانہ تھوڑے توید میں۔
 قاتل کا دھرا اظہار دہلی جیکسن یا لیس سارہ محنت قتل۔ اس نے جیل
 کے پچھلے حصے کو ضرب لگائی لیکن اپنے قصوں ہتھوڑے کی بجائے لب کے لب سے
 بوٹ کی شوکر سے کام لیا۔ جب وہ زمین پر گر پڑی تو پھر اس نے اسے قتل
 شوکریں مار مار کر ہلاک ہی کر دیا۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ میں ظاہر کیا گیا کہ قاتل
 کی لاش کی انتہائی بے حرمتی کی۔ قاتل کے ملا توید میں خون بھی قاتلہ ایک
 پے وہ پے قاتل کرنے والے کا خون "تایاب بی" قسم کا تھیں کیا گیا۔
 جب قاتل کی آخری مقولہ جیکسن مل کی لاش 1980ء میں صیف
 ایک برطانوی اخبار نے لکھا کہ کیا واقعی ایک شخص یہ سب کچھ کر سکتا ہے؟ قاتل کی
 کے بعد پولیس نے پیٹر سٹ کلف سے نو مرتبہ پوچھ گچھ کی لیکن نہ تو اس کی شناخت
 قاتل کے ہو سکی اور نہ ہی ایک شخص کے علاوہ کسی نے اس پر قاتل ہونے کا شک کیا۔
 البتہ ایک سراغ رساں نے لکھا کہ وہ ہی یارک شائر کا قاتل ہے۔
 سٹ کلف ایک "خدائی فوجدار" تھا اور خدا نے اسے گھیل اور پڑا۔
 طوائفوں کو ختم کرنے کا کام سونپا تھا۔ "ہاں کلیاں صاف کر رہا تھا۔"
 قاتل بننے سے پہلے سٹ کلف بنگلے کے مردہ گھر میں گورن قتل وہیں سے
 اسے ایک قبر کے اندر سے "خدا" کی آواز نے حکم دیا کہ وہ دنیا کو طوائفوں سے پاک
 کرے۔ بعد میں اس کے اس دعوے کو محض اپنے دفاع کا ایک بہانہ خیال کیا گیا۔
 22 مئی 1981ء کو پیٹر سٹ کلف کو 13 عورتوں کا قاتل ٹھہرایا گیا اور اسے
 مرتبہ عرقید کی سزا سنائی گئی۔ انہیں بعد یارک شائر کی عورتوں نے سکھ کا ساں لیا۔
 پتہ چل گیا تھا کہ ان کا دشمن ساری عمر کے لیے برلا موہ کی جیل میں ہے۔
 قاتل کے حملوں سے بچ چکی تھیں ان کا ذہنی خوف قاتل کی اس سزا سے بھی دور نہیں ہوا۔

71



فریڈ ویسٹ اور روز میری ویسٹ

(1941ء تا 1995ء) (1953ء تا)

سمتر ہے کہ تم گھر واپس آ جاؤ۔ وہ بھڑکی حاش میں ہانگ کی کھائی
 کرنے والے ہیں۔

روز میری ویسٹ کا فریڈ ویسٹ کو اس روز کا فون
 جس روز پولیس ان کے گھر وارنٹ لئے پہنچی۔

فریڈ ویسٹ کی بد اخلاقیوں کا مظاہرہ انسانی ذہن کو پکرا کر رکھ دیتا ہے۔ اس

کے جرائم اس کی بد اعمالیوں کی ایک لمبی فہرست پیش کرتے ہیں جیسے اپنی شخصیت کی بلوغت سے پہلے ہی اپنی طلب کے تحت حرام کاری کرنا اور اپنی بیوی سے وفاداری کو جو ان عورتوں کو ایک ہی وقت پر خوفناک آزار دہی اور آزار کشی اور جنسی کثرت کا بنانا۔ اس کے بعد ان کے اعضا کی قطع برید اور ان کا بھیمانہ قتل کرنا وغیرہ ہیں۔

فریڈ کی بیوی روز میری اپنے خاوند کی شراب اور فحاشی کی محفولوں کے تعلقات، ایذا دہی و ایذا رسانی اور قتلوں میں باقاعدہ شامل تھی اور اب انگلستان کی عمر قید کی سزا کاٹ رہی ہے۔ فریڈ اس کا ساتھ دینے کے لیے موجود نہیں ہے۔ 1995ء کے سال نو کے دن اپنی کوٹھڑی میں چھانسی لے کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے بھائی جوہن نے فریڈ کو اپنی نو سالہ بیٹی سے حرام کاری کی اجازت دے رکھی تھی جب جوہن کی بیٹی کے کثرت بھی سامنے آئے تو اس لڑکی نے بھی بدنامی سے بچنے کے لیے خودکشی کا سہارا لیا۔

فریڈ اور اس کی بیوی مختلف ترغیبات سے نوجوان عورتوں کو اپنے گھر پر کرامویل سٹریٹ، گلوسٹر، انگلینڈ میں بلاتے اور پھر انجام کار ان کو قتل کرتے اور ان کے اعضا الگ الگ کر کے ان کو اپنے گھر کے عقبی باغ میں دبا دیتے اور پھر باغ کے اسے کو پختہ مچن کا حصہ بنا دیتے۔ فریڈ صرف اپنے مقتولوں کو کھڑے کر کے دفن نہیں کرتا بلکہ وہ ان کے ہاتھ پاؤں کی انگلیاں اور انگوڑے علیحدہ کرتا، گھنٹوں کے اوپر کی انگلیاں اتار لیتا اور ان کو باقی جسم کے ساتھ مٹی میں نہ دباتا۔ کیا یہ کوئی شیطانی رسم تھی؟ کوئی احتیاطی تدبیر تھی؟ یا یہ کوئی فریڈ کی نفسیات کا حصہ تھا کہ وہ انسانی جسم کے ٹکڑوں کو الٹو کھانا ضرور کرتا تھا؟

فریڈ اور روز میری ویسٹ کے ستم کے شکاروں کی عمریں آٹھ سال سے کہیں سال تھیں۔ 1994ء میں فریڈ کی گرفتاری کے بعد پولیس نے ان کے باغ سے بیٹھ کر جسے کو اکھاڑ کر نیچے مٹی میں کھدائی کر کے 12 انسانی ڈھانچے نکالے۔ ان میں فریڈ کی بیوی سولہ سالہ بیٹی بیٹر کا ڈھانچہ بھی شامل تھا جسے 1987ء میں تم شدہ قرار دیا گیا تھا لیکن حقیقتاً اپنے ہی ماں باپ کے ہاتھوں 1987ء کے سال کے ماہ جون میں قتل ہوئی تھی۔ روز میری ویسٹ نے پولیس کو بتایا کہ ان کی بیٹی ان کو 1987ء میں چھوڑ کر چلی گئی تھی۔

بڑے اور کم عمری کی عادی تھی اس لیے وہ ان کے ساتھ نہیں رہتا چاہتی تھی۔ باغ میں اس کی لاش کو تیرہویں نمبر پر دبایا گیا تھا۔ وہاں سے ایک ایسی لڑکی کا ڈھانچہ بھی برآمد ہوا ہے انہوں نے اپنے پہلے مکان میں ایک کوٹھڑی کے اندر چھپایا تھا۔ فریڈ نے پولیس کو بتایا کہ بصر کے سرے کچلے جانے پر خوفناک آواز نکالی تھی۔ اسے اپنی بیٹی کو دوبارہ مارنا پڑا کیونکہ جب وہ اس کے اعضاء کاٹ رہا تھا تو اس نے اٹھ کر چلنا شروع کر دیا تھا اور وہ بچے کام میں تاخیر برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

جب فریڈ کی عمر بیس سال تھی تو اس نے ایک تیرہ سالہ لڑکی کو حاملہ کر دیا تھا۔ اس بات پر بڑی لے دے ہوئی اور کہا گیا کہ دیکھو اس بد ذات نے لڑکی کی عزت لوٹی ہے اور اسے رسوا کیا ہے۔ ”مجھے تو کچھ بھی غیر معمولی معلوم نہیں ہو رہا تھا۔ لوگ نہ جانے کیوں مجھ پر انگلیاں اٹھا رہے تھے۔“ فریڈ کے نزدیک اگر جنسی تعلقات کی کوئی اہمیت ہوتی تو وہ اپنی بیٹی ہی سے کیوں اس کی بلوغت سے پہلے حرام کاری کرتا۔ اس کی دلیل یہ تھی کہ جو کچھ اس کی بیٹی، بیٹیجی اور تیرہ سالہ لڑکی کو ہوا اس نے ان سے حرام کاری ان کو وہ کچھ بنانے کے لیے نہیں کی تھی جو وہ بن گئیں۔

نومبر 1962ء میں فریڈ نے رینا کو سٹیلو سے شادی کی۔ اس وقت رینا حاملہ تھی اور اس کے ہونے والے بچے کا باپ ایشیائی تھا۔ جب شرمین پیدا ہوئی تو فریڈ نے بیٹی کے والدین کو بتایا کہ ان کی اصل بیٹی تو زچگی کے دوران ہی میں مر گئی تھی اور اس نے ایک ایشیائی بیٹی کو گود لے لی ہے۔ تاہم تھوڑے ہی عرصے بعد فریڈ نے رینا کو چھوڑ دیا اور روز میری سے ملنے لگا۔ یہ روز میری تھی جس نے شرمین کو آٹھ سال کی عمر میں قتل کیا۔ فریڈ نے شرمین کو دیا اور اس جرم کے خوف سے روز میری فریڈ کے ہر معاملے میں شریک رہی۔ یہ بھی ہوا کہ رینا کی موجودگی کے دوران فریڈ نے اس کی ایک دوست کو بھی حاملہ کر دیا اور پھر اسے مار دیا۔ اس کی لاش دریافت ہونے پر اس کے پیٹھ سے بچے کا ڈھانچہ سا بھی برآمد ہوا۔ اس نے رینا کو بھی طلاق نہیں دی تھی یا چھوڑ نہیں تھا، قتل ہی کیا تھا اور اس کی لاش ان کے گھر سے دس میل دور ملی تھی۔ انہی ایام میں اتفاقاً طور پر اس کے ایک کریم ٹرک کے نیچے ایک چھوٹی سی لڑکی بھی آ کر مر گئی لیکن اس موت کو ”اتفاق“ کی وجہ سے فریڈ کے کھاتے میں نہیں ڈالا گیا۔

چارلس شارک ویدر نے ایک پیٹرول پمپ کے ملازم کو ہلاک کیا۔ موت سناتا رہا یعنی اس عرصے میں اس نے سات لوگوں کو گولی کا نشانہ بنایا۔ شارک کو برے لوگوں کی اس صف میں شامل کرنے کی "خوفی" یہ ہے کہ انہی جاعلانوں کے علاوہ اسے انسانی زندگی کا کوئی لحاظ نہ تھا اور وہ محض اپنے نفیس طبع کے لیے کسی کو بھی موت کے گھاٹ اتارنے کو ہر وقت تیار تھا۔ اس کے ظلم کے شکاروں میں ایک مصوم لڑکچہ بھی تھا۔

ویلڈا اور میرٹن بارلے کو اپنی شکاری رائفل سے گولیوں کا نشانہ بنانے کے بعد (جبکہ ان کی چودہ سالہ بیٹی یہ ظلم و زیادتی مجبوراً دیکھتی رہی) انیس سالہ شارک ویدر نے دو سالہ بیٹی جین بارلے کے کمرے میں گھسا اور اپنی رائفل کی نالی بچی کے گلے پر دیا۔ اس زور سے دہائی کہ بچی گلا گھٹنے سے مر گئی۔

بیٹی جین بارلے کی سوتیلی بہن اور ویلڈا کی اپنی بیٹی چارلس شارک ویدر کی فرینڈ کارل این فوگیٹ جو ان تمام قتلوں کو دیکھتی رہی تھی اور اپنے رہنے کے کمرے میں گئی اور اپنا پسندیدہ ٹی۔ وی پروگرام دیکھنے لگی۔ جس طرح کارل این فوگیٹ کا یہ عمل ناقابل یقین ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی ناقابل یقین ہے (لیکن یہ سب کچھ ہے) کہ اس سب کچھ کے بعد چارلس شارک ویدر بارلے خاندان کے باورچی خانے میں گیا اور اس نے اپنے لیے اور کارل این کے لیے سینڈویچ بنائے۔

رابرٹ کولورٹ ایک چوبیس سالہ نوجوان تھا اور ایک پیٹرول پمپ پر کام کرتا تھا۔ وہ چارلس شارک ویدر کا پہلا شکار ہونے والا تھا۔ یکم دسمبر 1957ء کو شارک ویدر اپنی گاڑی کو اس پیٹرول پمپ پر لے گیا جہاں کولورٹ کام کر رہا تھا۔ اس کو شارک ویدر نے اسلحے کے زور پر لوٹا۔ اسی بات پر ہی اکتفا نہیں کیا اس نے زبردستی کولورٹ کو اپنی گاڑی میں ڈالا اور اسے لیکن بھر اسکا کے بچر اور ویران میدانوں میں لے گیا اور وہاں اس کے سر میں کئی گولیاں مار کر اس کو جان سے مار دیا۔

رابرٹ کولورٹ کے قتل کے دو ماہ بعد وہ بارلے خاندان کے گھر بچا اپنی دوست کارل این کی سکول سے آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ وہاں اپنی شکاری 22

چارلس شارک ویدر اور وہاں رہنے والے ایک شخص کے ساتھ یہ تھا۔ وہ ٹی وی دیکھتے ہوئے رائفل کو گود میں رکھے اس پر ہاتھ پھیر کر اسے اپنے پیار کا اظہار کر رہا تھا۔

اچانک وہاں سبز بارلے آ گئی۔ وہ اس گستاخ لڑکے کو وہاں بیٹھے اور بڑی بے خوفی سے رائفل کے ساتھ کھیلنے کو کہہ رہی تھی۔ وہ شارک ویدر تک پہنچی اور اس پر چھٹا چلانا شروع کر دیا کہ وہ یہ پسند نہیں کرتی کہ شارک ویدر ان کے گھر کے گرد منڈلاتا رہے اور ان کی بیٹی سے ملاقاتیں کرتا ہے۔ ویلڈا نے اسے اس قدر لڑا کہ آئندہ وہ ان کے گھر کا رخ ہی نہ کر سکے۔

شارک ویدر نے پہلا اقدام یہ کیا کہ وہ بھی اونچی آواز سے جواب چلایا۔ اس پر فاکس سبز بارلے نے وہ غلطی کی جو اس کی موت کا سبب بنی۔ اس نے شارک ویدر کے سر پر طمانچہ بڑ دیا۔ شارک ویدر نے بھی جواباً اسے مارا۔ اس پر ویلڈا کے شوہر میرٹن نے بیٹی بھئی کے دفاع میں شارک ویدر پر حملہ کر دیا۔ اس پر شارک ویدر نے دونوں کو گولیوں سے اڑا دیا۔ تین قتلوں کے بعد شارک ویدر اور فوگیٹ نے فیصلہ کیا کہ وہ چند دن کے لیے فوگیٹ کے گھر پر ہی رہیں۔ انہوں نے گھر میں آنے والوں کے لیے باہر کے علاقے پر یہ اطلاع نامہ آویزاں کیا کہ اہل خانہ سخت قسم کے قلو میں مبتلا ہیں لہذا آنے والے احباب فوراً واپس چلے جائیں۔ انہوں نے آنے والے دو دن اکٹھے بستر میں ٹی۔ وی دیکھتے ادھر ادھر کی فضول اشیاء کھانے اور باہم جشن مناتے گزارے۔ جب کھانے پینے کو کچھ نہ رہا تو وہ سات دن کی قتل و غارت عیاشی اور ڈکیتیوں پر روانہ ہو گئے۔

پہلے انہوں نے ایک کسان کو اس کے گھر میں قتل کیا۔ پھر انہوں نے 2 نو عمر بچوں کو کار میں ڈال کر خوا کیا۔ ان نو عمر بچوں میں ایک لڑکی تھی۔ وہ ان بچوں کو ایک ویران اور تنہا جگہ پر لے گئے جہاں فوگیٹ کی موجودگی میں شارک ویدر لڑکی سے حرام کاری کرتا رہا۔ پھر اس نے دونوں بچوں کو قتل کر دیا اور فوگیٹ جو حقیقتاً لڑکی سے حرام کاری پر شارک ویدر سے ناراض تھی مگر اس نے غصہ لڑکی کی لاش پر نکالا اور ایک چاقو سے اس کے اعضاء قطع و برید کیے اور ساتھ ساتھ پاگل پن کا اظہار ان اعضاء کی نمائش کر کے کیا۔

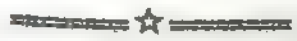
انہوں نے اپنا عیاشی کا سفر جاری رکھا اور پھر ایک کاروباری شخص کے گھر میں

برادری داخل ہوئے۔ مگر میں ایک عظیم کام کاغ میں مصروف تھا۔ فلوکیٹ نے اس آدمی کو باہر سے لیا۔ لک کی بیٹی اور کوئی دوسرا شخص۔ پھر وہ دونوں اصل مالک کی واپسی کا انتظار کرتے رہے۔ جب وہ گھر سے اڑا دیا۔

وہ وہاں سے نکلے اور ایک سیڑ میں کو اپنی گاڑی میں سوتے دیکھ کر۔ اسے بھی جان سے مار دیا اور اس کی کار کو چرانے کا فیصلہ کیا۔ ان کے چہرے شاک ویدر سیڑ میں کی لاش اس کی گاڑی سے نکال رہا تھا تو پولیس کی حلقی گزری۔ فلوکیٹ نے فوراً اندازہ کر لیا کہ اب کیا ہوگا؟ اس نے شاک ویدر کو پولیس کو بتایا کہ اسے شاک ویدر اغوا کر کے ساتھ لئے پھرتا ہے۔ گل ودفن کو اسے بھی راقفل سے اڑانے کی دھمکی دیتا ہے اور وہ مجبوری کی حالت میں اس کے ساتھ ہے۔

فلوکیٹ کی اس جھوٹی کہانی نے اس کی سزا کم کرنے میں مدد دی۔ وہیں ہی قسم کے جرائم کی فرد جرائم دی گئی۔ شاک ویدر کو تو اپنے جرائم کی پاداش میں 1955ء کو برقی کرسی کے سپرد کر دیا۔ فلوکیٹ کو عمر قید کی سزا سنائی گئی لیکن اسے 32 سال کی عمر میں جیل پر رہا کر دیا۔ اس وقت تک اس نے اٹھارہ سال کی کاٹ لی تھی۔

شاک ویدر اور فلوکیٹ کی کہانی امریکہ کے پاپ کلچر کی علامت بن گئی ہے۔ کی وجہ سے متعدد ذیل فلمیں بنی متاثر ہوئی ہیں۔ بیٹ لینڈر 1974ء، ڈائلنگ ویت نام 1990ء، ٹرو رومانس 1993ء، کیلیفورنیا 1993ء، نیچرل ہارن کلرز 1994ء اور انہی فلموں کی طرح ہوس پرنکس ٹین کا فنڈ بھر اسکا نے بھی پاپ کلچر کو متاثر کیا ہے۔



ایڈ منڈ کیمپر سوم
(1948ء تا)

”میرا ایک پہلو کہتا ہے۔“ وہ کتابت خوبصورت چڑھ ہے۔ میں اس سے باتیں کرنا چاہوں گا اور ملتا چاہوں گا۔“ میرا دوسرا پہلو کہتا ہے کہ اس کا سر کسی چھری پر کیسا نظر آئے گا۔
جب ایڈ منڈ سے پوچھا گیا کہ وہ کسی خوبصورت لڑکی کو گلی میں چل رہا دیکھ کر کیا سوچے گا۔ تو یہ اس کا جواب تھا۔

برائی کا سیاہ بیج کسی بھی عمر میں بویا جاسکتا ہے تاہم یہ جلد ہی پھلنے پھولنے لگتا ہے۔ ایڈ منڈ کیمپر کے حوالے سے بھی ایسا ہی ہوا کہ بیج نے جلد ہی شہنیاں اور جڑیں پھیلایا۔

دیں۔ سولہ سال کی عمر میں اس نے اپنے دادا داوی کو اپنی شکار کی رائل سے قتل کر دیا۔ متواتر اپنے دادا کی لاش کو ضربیں لگائیں۔ اس نے حکام کو بتایا کہ وہ صرف یہ نہیں کرتا تھا کہ داوی کو گولی مارتا کس قدر حیران کن لمحہ ہوگا۔

اپنے جرم کے اقبال کے بعد ایڈمنڈ کو اس کیڈریو سٹیٹ ہسپتال بھیج دیا گیا۔ جلد ہی اس کے بارے میں تحقیق ہو گئی کہ وہ سماجی برائیوں کا مریض ہے۔ اسے اپنے دادا کی موت کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیا اور ڈاکٹروں کو بتایا کہ وہ اپنے جرم کے سیمیناروں کی طرح گزرا اور اس نے متواتر زبردستی حرام کاری اور قتل کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس لیے اپنے ساتھی (مریضوں) قیدیوں کے کارنامے سنے اور ان کو گروں قدر بھیج دیا۔ معلومات سمجھ کر مستقبل کے لیے محفوظ کرتا گیا۔ پھر جب اسے دائمی امراض کے ہسپتال بھیجا گیا تو بھی وہ وہاں اپنے مستقبل کے جرائم کی منصوبہ بندی کرتا رہا۔ وہ ہائل کیڈریو دوران بھی بہتر انسان بننے کے لیے شامل نہیں ہوتا رہا بلکہ وہ جلد رہائی پانے کی فکر میں رہا۔

اس کیڈریو سے رہائی پانے کے بعد کیمبر کچھ عرصہ اپنی ماں کے ساتھ رہا۔ اس کے ساتھ وہ تقریباً ہر وقت ہی جھگڑتا رہتا تھا۔ پھر وہ ایک دوست کے ساتھ مل کر رہنے لگا۔ اس دوران یعنی بائیس تیس سال کی عمر میں وہ بہت سی لٹ مارنے والی چیزیں کو بلا غرض اور بلا معاوضہ اپنی پولیس جیسی کار میں ادھر سے ادھر پھرتا رہا۔

جونہی اس کی عمر چوبیس سال کی ہوئی تو اس نے اپنے منصوبے پر شروعات عمل شروع کر دیا۔ اس کی پہلی تین شکار بالغ لڑکیاں میری این چپے، ایلا لوجہ اور آئی تھیں جن کو اس نے لٹ دیتے ہوئے ہی اٹھایا تھا۔ اس نے ان کو قتل کیا اور ان کی لاشوں کی بے رحمی کی پھر ان کے ٹکڑے کیے اور ان کو ٹھکانے لگایا۔ اس نے ان کے سرورں کو اس وقت تک اپنے پاس علامت کے طور پر رکھا جب تک کہ اس نے ان کے جیسے اجسام کو ٹھکانے نہیں لگایا۔ یہ تینوں قتل اس نے اگست یا ستمبر 1972ء میں کیے۔

اس کی اگلی تین شکار کنڈی شال، روزا لنڈ، تھراپ اور الائنس تھیں۔ ان کو بھی اس نے لٹ دیتے ہوئے غوا کیا اور ان سے بھی وہی کچھ کیا جو وہ اپنے پہلے تین شکار سے کر چکا تھا۔ تاہم اب کے وہ کنڈی شال کو قتل کرنے کے بعد اپنی ماں کے گھر سے

اپنے گھر سے تین سال پہلے وہ پھر سے ماں کے ساتھ ہی رہ رہا تھا۔ وہ مسلسل اس لاش کے ساتھ رہتا رہا۔ اس کی رانوں سے نرم گوشت تراش کر اس نے اسے پکایا اور کریم رول کے اوپر کریم کی جگہ بھر کر اسے کھایا۔ گھر کے عقب میں اس نے کنڈی شال کے سر کو حراج جلائے پیسے جلنے کے دوران سر اس کو دیکھ رہا تھا۔ باقی دو مغویان سے بھی اس نے بے ملوک کیا۔

ایک ماہ بعد اس نے تین ہی سے اپنی آخری واردات کی۔ اس ماہ اس نے اپنی بیوی ماں کو سوتے میں ہتھوڑا مار کر اس کا سر پھیل کر ہلاک کر دیا۔ ماں کے بھی ٹکڑے کئے اور اس کے سر کو بطور زینتی کے رہائش کے کمرے میں آتش دان پر بنی کنس کے اوپر سجایا اور پھر اس پر بچوں کے کھیل والے نشانہ لگانے کے تیر پھینکے۔ ان پلاسٹک کے بنے تیروں سے اس کی ماں کا چہرہ چمپ کیا۔ اس نے اپنی ماں کی ایک دوست سلی ہال کو رات کے کمرے کی دعوت دی۔ اس کے آنے پر اس کا گلا دبا کر اسے بھی ہلاک کر دیا اور اس کی لاش کی بھی بے رحمی کی۔

ماں اور اس کی سہیلی کے قتل کے بعد اس کے ضمیر نے اسے اقبال جرم کرنے پر آمادہ نہیں کیا۔ پولیس نے اسے اپنی تحویل میں لے لیا اور ایک جھوم کے سامنے اس نے اپنے تمام واقعات کا اعتراف کیا۔ اس نے وہ تمام مکروہ تعصیلات بھی بتائیں جو اس نے مکتولوں کے ساتھ روا رکھیں اور ان مقامات کی نشاندہی بھی کی جہاں اس نے لاشوں کے ٹکڑے دفن کیے یا چھپا رکھے تھے۔

اسے عدالت نے آٹھوں جہانہ قتلوں کا مجرم قرار دیا۔ اسے تمام عمر کے لیے قتل کی رہائی کے بغیر جیل کی سزا ہوئی۔ اس نے خود کہا کہ: ”اس کے لیے تشدد کی موت سزا بھی کم ہے۔“

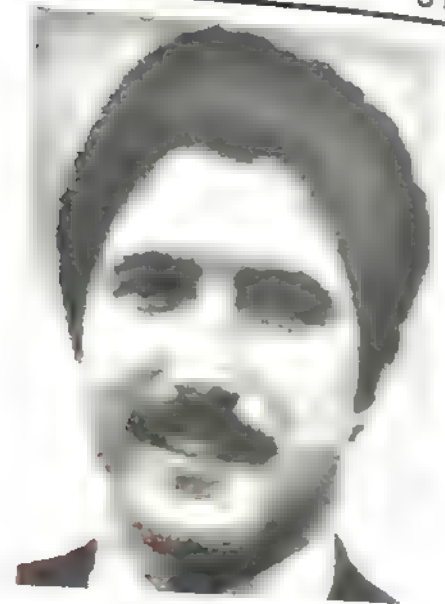
کیمبر کی ابتدائی زندگی ہی میں اس کے اندر تشدد ہونے کی علامات پائی جاتی تھیں۔ جب وہ ابھی بلوغت کی سرحدوں کو چھو رہا تھا تو جنس اور تشدد کے جذبات اس کی ذہنی سطح پر نمودار ہو رہے تھے اور کئی جذباتی خواہشیں اس کے دماغ میں پھیل رہی تھیں۔ کیمبر نے اپنی ماں سے کہا کہ وہ اپنی دوسری جماعت کی استانی کا منہ چومنا چاہتا ہے۔ لیکن ایسا کرنے کے لیے اسے پہلے اپنی استانی کو ہلاک کرنا ہوگا۔ اس کی یہ استانی

میں بڑی قہمی جس سے وہ "تیس کیمبر" کا کھیل کھیل کر تھک کر رہ گیا۔
 وہ سنائی گئی ہو تو بڑی جلا کا سوا ہوا کرتے ہوئے مسکاتی ہر چہ
 مصنوعی سا تیز چٹائی اور وہ لوہے کے نیچے سانس لے کر مرنے کا میں جھڑپ
 تفریق میں کے لیے کمال کی شروعات ہوئی۔

74

ایڈمنٹ کیمبر ایک ٹولے پھوٹے خاندان سے ہونے کا میں جھڑپ
 اس کے سوتیلے باپ نے اسے شکر کیا کہ بندوق یا ماسٹر رائفل رکھ کر کیمبر
 سٹریٹر برگ اس سے پرستار سلوک کرتی رہی۔ جس واقعے نے یہ سٹریٹر
 گھر سے نقوش مرتب کئے وہ اس وقت پیش آیا جب کیمبر کی مرضی میں نہ تھی۔
 کیمبر کی بہن نے بے ڈول اور لمبی چھڑی شخصیت واسے سوتیلے
 موجودگی میں آتے جاتے وقت اور بالخصوص رات کے وقت بڑا ڈروا کرتی تھی۔
 ماں نے کیمبر کو دوسری منزل سے نیچے نہ خانے میں اٹھا لیا بہتر لے جانے کا کہتے
 کیمبر کو کھن سا لگتا تھا۔ اس کا فرش بھی سینٹ کا تھا۔ دیواریں چھیدیں اور
 تھیں اور اوپر کی چھت کھڑکی کی چوں چوں کی آواز دینے والی تھی۔ جبکہ دیوار
 کے دھماکے ویسے ہی ڈراتے تھے۔ سب سے بڑھ کر مصیبت یہ تھی کہ کیمبر کو نیچے
 تک پہنچنے کے لیے نصف راستہ سردی اور اندھیرے میں طے کرنے کے بعد
 والے ٹن تک پہنچنا پڑتا تھا۔ بعد میں اس نے تسلیم کیا کہ اس جگہ نے اسے جلاوطن
 ماہرین کا خیال ہے کہ کیمبر کے نہ خانے میں ہونے سے ہی اس کی تھکوتہ غیر متنبہ
 نفرت انگیز پہلوؤں نے راہ پائی۔

اس کے جرائم کی بظاہر وجوہات کچھ بھی ہوں لیکن ان کی نہ میں دیکھ سکتا
 کے ایک بڑے شہری کی خصوصیات پیدا کرنے میں اس کے ماحول اور خاندان کا حصہ
 تھا۔ اس سچائی کا اندازہ خود کیمبر کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے "اس نے کہا
 "اگر اسے کبھی رہائی دی گئی تو وہ موقع لے کر ہی پھر سے وہی جرائم کرے گا جو وہ کرتا
 میں پہنچا ہے۔"



کینتھ بیانشی اور اسٹبلو یونو جونیر

(1951ء تا) (1934ء تا)

"اسٹبلو یونو کینتھ بیانشی نے اپنے کئی قتل کے جانے والے افراد کو ہنگ
 کس کا ذکر کیا انھیں برقی جھکے دیئے زبوں سے سانس کی آمد و رفت
 ہڈی اور ماسوفی سے موت کی غیر متلاصق کے نیچے لگاتار اس کے
 ہاتھ دھڑکیں دھالنے کے طور پر ساری عمر گھس لگا کرتے والے شہریوں
 کے کھاتے میں قتل میں روکا کھانا بکڑے پڑتا تھا وہ کیا ہے اور وہاں
 وہ کی سائرس کے قوانین کا احترام کرنے والے کمال افراد سے بہتر

زندگی گزار رہے ہیں۔

روناuld جارج جی نے بیانی اور یلو سے متعلق یہی
کہہ کر جیوڈی نے ان کی موت کی سزا کو مقررہ میں
بدل دیا ہے کہا:

"مجھے یقین ہے مسٹر بیانی اور مسٹر یلو کہ تم زندہ رہ کر اپنے متعلقوں اور ان
پر کئے جانے والے ظلم و ستم کا معنی اور تلاش محسوس کرتے رہو گے۔ وہ جو
کہ مجھے یقین ہے کہ تم اپنے کروڑوں پر بھی غامت محسوس نہیں کر گے۔
تم میں ایسا کرنے کی اہلیت ہی نہیں۔

روناuld جارج جی بیانی اور یلو کو سزا سناتے ہوئے
کہتے بیانی اور یلو کو ذرا رخ ابلاغ نے "پھاڑی کے پہلو میں گھر
کر قتل کرنے والے" قرار دیا کیونکہ وہ اپنے شکار کی لاش کو مخصوص نشان کے ساتھ
تھے۔ وہ لاشوں کو لاس انجلس کیلی فورنیا کی پھاڑیوں کے پہلو میں جسی عمل اور
کی حالت میں چھوڑتے۔ عورتوں کے اجسام اپنی حالت ہی سے وہ پوری داسن
جو ان کے ساتھ ہتی ہوتی۔ جلنے اور زخم لگانے کے علاوہ نیچے لگانے کی علامات بھی
حالانکہ ان میں سے کوئی بھی نشئی نہ ہوتا۔ نیچے کی سوتیلوں کے نشانات کے
میں پولیس کو بعد میں پتہ چلا کہ وہ کھڑکیاں صاف کرنے والے محلول کے غیر
خوفناک خیانت کو 1996ء کی قلم "کاپی کیٹ" جس میں سکورنی ویر نے ماہر نفسیات
کردار ادا کیا جو دسے پاؤں اپنے شکار کے پیچھے جاتا، تشدد اور قتل کا مرکب ہوتا اور
اور بیانی کی طرح اپنے شکار پر مخصوص علامات برائے شناخت چھوڑ جاتا۔ اس
کھڑکیاں صاف کرنے کا ایک منظر بھی تھا جس سے یلو اور بیانی متاثر تھے۔ قاتل کا
تہ خانے میں ایک تختے سے بندھا ہوا دکھایا جاتا۔ قاتل ایک بہت بڑی سرخ میں
جگ سے نصف ٹھیکن کے قریب نیلا محلول بھرتا اور اس سرخ کو اپنے شکار کی آنکھوں
سامنے لہرا کر اسے ڈراتے ہوئے کہتا۔ "ہاں۔ یہ تمہیں تکلیف پہنچائے گا۔"

بیانی اور یلو کا پہلا شکار 21 سالہ الیزا کیسٹن وسط اکتوبر 1977ء میں
لان نامی مردہ خانے کے قریب سے ملی۔ دوسرے شکار پولیٹا واٹسن کی لاش
کے اندر اندر گلن ڈیل کے گرد و نواح میں ملی۔

کہتے بیانی اور یلو جو نیو

20 نومبر 1977ء کو انوار کے دن دعائیہ عبادت سے ایک دن پہلے بیانی اور یلو
سے دو نوجوان لڑکیوں اور ایک بیس سالہ عورت کو اغوا کیا۔ لڑکیوں میں ایک بارہ سالہ
اور دوسری بیٹیا اور چودہ سالہ سوزبا جانسن شامل تھیں جبکہ عورت کرسٹنا وینگر تھی۔ وینگر کی
بیٹی ہلی لینڈ پارک میں ملی جبکہ لڑکیوں کی لاشیں الیبیان پارک میں پائی گئیں۔ تینوں
لڑکیں برہنہ تھیں اور ان پر تشدد کی علامات موجود تھیں۔ بعد میں بیانی نے پولیس کو بتایا کہ
وینگر کی موت دم خفنے والی تھیں سے ہوئی۔

"اے جگن میں لایا گیا اور فرش پر بٹھا کر اس کا سر ایک تھیلے سے
ڈھانپ دیا گیا۔ گیس کی تالی ایک نئے لگائے گئے اسٹو سے اتاری
گئی اور اسے تھیلے میں رکھ کر پیچھے سے گیس کھول دی گئی۔ شاید اس
کی گردن پر نشانات ہوں گے کیونکہ تھیلے کو ایک ری کے ساتھ اس
کی گردن کے گرد کس کر باندھا گیا تھا تاکہ گیس باہر خارج نہ ہو۔"

دعائیہ عبادت کے تین دن بعد بیانی اور یلو نے 28 سالہ جین الیون کنگ پر
گردن چنی حملہ کیا۔ پھر اسے جان سے مارا اور اس کی عریاں لاش کو گولڈن سٹیٹ فری
سے کی ڈھلوان سے ڈرا دور پھینک دیا۔

1977ء میں دعائیہ عبادت کے دن سے ایک ہفتہ بعد بیانی اور یلو نے لارن
سے دکن اور کمرے ڈیائے مارٹن کو اغوا، تشدد، بھرانہ حملے اور موت کا نشانہ بنایا۔ دونوں
کی عمریں اٹھارہ سال تھیں۔

بیانی اور یلو دونوں اطالوی کیتھولک تھے لہذا وہ کرس کے دنوں میں اپنی
مکاریوں اور قتل و غارت سے دور رہے۔ پھر 17 فروری 1978ء کو جمعہ کے دن ایک
فرسیدہ برہنہ لاش ایک کار کے صندوق میں ملی۔ یہ لاش بدقسمت سنڈی لی ہڈر پیٹھ کی تھی۔
بیانی اور یلو نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے ہیبت ناک تجربات، عصمت دری، تشدد
اور قتل محض من کی موج کے تحت کرتے ہیں۔ 1975ء میں کیتھ بلاشی نے فیصلہ کیا کہ وہ
نویارک ریاست سے نکل کر کیلیفورنیا چلا جائے جہاں وہ اپنے کزن ۶ بھیلو یلو کے ساتھ
رہے۔ اس دوران ان دونوں جنسی اور نفسیاتی مریضوں نے باہم بات چیت اور بحث کے
دوران فیصلہ کیا کہ کسی کو جان سے مارنا کیسا ہے گا۔ اور خاص طور پر کسی عورت کو۔

کیٹھ بیاہی اور لاش

ایک روز انہوں نے اس مفروضے کو حقیقت کا روپ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ ان دنوں وحشت ناک پہلے تجربے نے ان کے اندر خون کی ہوس کو تیز کر دیا اور وہ دل و جان سے اس کام میں لگے۔

بیاہی اور یونو کسی رکاوٹ کے باعث لاش دہانے درجے کے زور و ہمت میں چھوڑ گئے۔ بعد میں انہوں نے بتایا کہ ایسا انہوں نے دائرہ کی قاتلانہ مشق جب اپنے گھروں سے نکلیں تو لاش کو دیکھیں۔ ان کا شکار ایک سولہ سالہ لڑکی تھی جس کے ساتھ انہوں نے اپنی سیدھی نازیبا حرکات کی تھیں۔

پہاڑیوں کے پہلو میں گلا گھونٹ کر ہلاک کرنے والوں کے ہاں سے ایسی جرائم کی تفتیش کرنے والے ماہر نفسیات قاتل کی شخصیت کا خاکہ تیار کیا۔ اس نے قاتل سفید فام ہے، پچیس سال سے پچیس سال تک عمر ہے۔ اکیلا ہے یا خاندان سے علیحدہ کر دیا گیا ہے یا مطلقہ ہے۔ اوسط درجہ کا ذہن رکھتا ہے، کبھی ملازم نہیں رہا، سابقہ سپاہی ہے۔ سرد مہر ہے۔ سازشی شخصیت رکھتا ہے۔ کسی ٹوٹے ہوئے خاندان کا ہے اور بچپن میں ماں نے اسے دھتکار کر رکھا ہے۔

بیاہی 1951ء میں روکسٹر نیویارک میں پیدا ہوا اور اس کی ماں ایک شری طوائف تھی۔ اس کی ماں نے اسے کسی کو لے پاک کے طور پر دینا چاہا تو بیاہی خاندان نے اسے گود لے لیا۔ بچپن میں وہ بہت بڑا جھوٹا تھا۔ وہ اسے کیٹھولک سکول میں بھیجے اس نے کنواری طوائف کے مسائل کو عورتوں کے درمیان ابتدائی عمر ہی میں خوب سمجھا۔ ہائی سکول کی تعلیم کے بعد اس نے 1971ء میں شادی کر لی۔ وہ اپنی بیوی کو چھوڑ کر خود غائب رہا تو اس کی بیوی نے طلاق لینے کا صائب فیصلہ کیا۔

پھر بیاہی نے محاشرقی کالج میں داخلہ لیا جہاں اس نے پولیس سائنس، نفسیات کا مطالعہ کیا لیکن اسے کالج سے نکال دیا گیا۔ جب اس نے شریف کے محکمے میں درخواست برائے ملازمت دی تو اس کی درخواست کو مسترد کر دیا گیا تاہم وہ سیکورٹی گارڈ بن گیا۔ جن جگہوں کی حفاظت پر اسے مامور کیا گیا وہ وہاں ہی چوری کا مرتکب ہوا۔

انجیلو یونو اپنے آپ کو اطالوی گھوڑا کہلاتا تھا۔ اس نے چودہ سال کی عمر سے جنسی حرام زدگیاں شروع کر دی تھیں۔ یکے بعد دیگرے کئی بیویاں رکھیں اور کئی بچے

جنگ نامہ نے 100 شیطان

کیٹھ بیاہی اور انجیلو یونو جو نیوز

پیدا کئے۔ اپنے خاندان میں اس نے ہر ایک کو جسمانی اور جنسی طور پر نقصان پہنچایا۔ وہ اتنا دہم کھاتا کہ وہ اپنے آپ کو کارل مہسین کا ہم پلہ خیال کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے اپنی ہی بیوی پر اس قدر خوفناک تشدد کیا اور جنسی حملہ کیا کہ وہ بے ہوش ہو گئی کہ انجیلو یونو اسے قتل کرنے والا ہے۔ ایک موقع پر اس نے ایک برصغیر کے ساتھ رہتا شروع کر دیا اور پھر تھوڑے ہی عرصے بعد اس نے اس صدمہ کی بعد سالہ لڑکی سے ناجائز تعلقات استوار کر لیے جب لڑکی کی ماں کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے انجیلو یونو سے بھرپور احتجاج کیا تو حرام خور یونو نے کہا کہ وہ کیا کرتا کہ اس کی ذہنی خودی بوجھ کی دنیا میں داخل ہونے کی منتفی تھی۔ اس حرام کار نے بعد میں اپنے لڑکے کو وہ لاکھ "گفٹ" کر دی۔

ایک دفعہ اس نے پیٹر لوری کی لڑکی کو بھی خواہ کرنے کی کوشش کی لیکن جب اسے علم ہوا کہ اس لڑکی کا باپ کون ہے تو وہ اپنے ارادے سے باز آیا۔

آخر بیاہی اور یونو کا دنیاوی ہم حساب آپہنچا۔ وہ گرفتار ہوئے اور ان پر مقدمہ چلا۔ بیاہی نے اپنی گرفتاری اور فرد جرائم کے جواب میں ایک مکالمہ فرضی کہانی لکھی اور اس کے پس منظر میں ایسا مظہر نامہ تخلیق کیا جس میں وہ انتہائی خراب حافظے کا انسان تھا اور اس کی شخصیت کی کئی جہتیں تھیں۔ اس کے وکیل دفاع نے عدالت سے درخواست کی کہ پاگل ہونے کی وجہ سے اسے مجرم قرار نہ دیا جائے کیونکہ جتنے بھی گناہ نے تمام اس سے منسوب کئے گئے ہیں وہ اس نے خود کو اسٹیو کی شخصیت سمجھتے ہوئے کئے تھے۔ اصل مجرم اسٹیو ہے نہ کہ بیاہی۔ تاہم کیٹھور نامہ میں عمر قید کی سزا کاٹ رہا ہے۔

بیاہی کی طرح اس کا جرائم کا ساٹھی بھی مجرم ٹھہرایا گیا اور وہ والا والا ریاستی جیل وائٹن میں اپنے جرائم کا غیادہ عمر قید کی صدمہ میں بھگت رہا ہے۔



بابی جوئے لانگ

(1951ء تا)

”میں جانتا ہوں کہ میں نے اس مال (یعنی لاش) کو گاڑی میں ڈالنا ہے اور پھر ایک لینڈ یا سمائی یا لے ٹوٹا یا پھر ریاست ہی سے نکل جاتا ہے کہ وہ میرا نشان بھی کہیں نہ پاسکیں۔ تمہیں معلوم ہے کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔“

بابی جوئے لانگ نے 1982ء میں کہا

سلسلہ وار تباہی گرامی امریکن قاتل بننے سے پہلے بابی جوئے لانگ نے 1974ء سے 1984ء تک کے عرصے میں 25 سے لے کر 150 عورتوں کو قتل کیا۔ صرف ان کا دل ہی نہیں بلکہ آبد بھی۔ جب وہ گرفتار ہوا تو اس نے پولیس کے ذریعے سترہ سالہ لڑکی

نے اس نے 28 جنوری 1974ء کو لاش کو گاڑی میں ڈالنے کے بعد سے حضرت

بیک وی اپنی سائیکل پر علی الصبح دو بجے میں سٹاپ پر اپنے کام سے فارغ ہو کر اپنے مری مت آ رہی تھی لیکن لانگ اسے خواہ کر کے اپنی رہائش گاہ پر لے آیا اور نہ اسے کئی بار اس سے لگا کر حرام کاری کی۔ تمام عرصہ اس نے مجبور تری کو لباس سے عاری کر دیا۔ جنسی تسکین کے کئی سچے سچے انداز سے آگاہ کیا۔ وہ بعض اوقات اسے لباس پہنا دیتا تھا، اپنے ساتھ ہی شاہ کے فچے کھڑا کر کے اسے نہلاتا رہا اس کے بالوں کو شہ بھی کرتا رہا اسے کھاتا بھی رہا اور جو چاہا وہ اس کے جسم سے کرتا رہا اس کا طرز عمل یہ تھا جیسے بیک وی اس کی گرل فرینڈ ہو اور لانگ کو اس سے بڑی ہی محبت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بیک وی بھی کہ بیک وی کو اس کا ہر حکم مانتا پڑا۔

جب اس کا دل بیک وی سے بھر گیا یا وہ خود تنگ کیا تو وہ کار پر دوڑ لے گیا جہاں اس نے بیک وی کو ہمارا کر دیا اور اسے اپنے گھر پہنچنے کے لیے دو گھنٹے پیدل چلتا رہا اس نے بیک وی کو رہا کرتے وقت اسے اپنی حفاظت کرتے رہنے کو بھی کہا۔ بیک وی نے بعد میں لانگ کی شہادت عدالت میں کی۔

بیک وی لانگ کا واحد شکار نہیں تھی جسے اس نے رہائی دی۔ ایک مرتبہ اس نے ایک نوجوان لطائف کو بھی اغوا کیا۔ اسے زبردستی کپڑوں سے بے نیاز کیا اسے باغیچہ میں ایک دیوار پر لٹا کر اس سے ہر قسم کی جنسی بدتمیزی کی۔ اسے بھی متعدد حرکات جو لطائف ہونے کے باوجود لڑکی کے علم میں نہیں تھیں، کرنے کو کہا۔ اس نے اسے سستی اور کڑوی دکھانے پر پتہ بھی اور اس نے اپنی اور مغویہ کی تمام خرافات کی تصاویر بھی دکھائی۔ پھر اسے اس کے قدرتی لباس میں ایک دیوار جگہ پر چھوڑ کر خود اپنی گاڑی میں بیٹھ کر چلا گیا۔

1984ء میں اپنے چھ ماہ کے قحطانہ سلسلے میں لانگ اپنے شکاروں کے لیے بڑا سلاک اور چارہ بنا رہا۔ اس نے ان کی جسمانی اچھائیوں، درخواستوں اور آہ و زاری کی رتی بھر بات نہیں کی بلکہ ان کو اپنے اوپر کڑوٹا ہوتا رہا اور ان کی آہ و زاری کے جواب میں چیخ کر ان پر جنسی اور لواطتی حملے کرتا۔ پھر انجام کار وہ ان کو قتل کر دیتا اور ان کی لاشوں کو

بیکار و روزنی اشیا کی طرح حرم کے موقع پر چھوڑ دیتا۔ ان کے پاس چھوٹے بچے موجود رہتے تھے۔ وہ اس بات کی بھی قصص پر دل نہ کرتے کہ بچے کو بڑا کر لائٹ کی رہائش گاہ سے باہر رہنوں روکی اور چنانچہ ان کے نمونے مع توہین حاصل کئے۔

لائٹ کا شکار کے عقب میں جانے کا اور شکار کو جو کرسے کے جود کرنے کا طریق یہ تھا کہ وہ عام طور پر لڑکوں کو پھانسنے والیوں اور ایسے انداز میں مشرکت کرنے والیوں پر ہاتھ ڈالتا۔ جب وہ اس تک پہنچتا تو قریب آتے اور اپنا منہ دروازے کی کھڑکی میں سے اندر کرتے تو وہ اس سے پوچھتا تھا کہ پاس کیا ہے؟ ان کو اندر گھسیٹ کر سامنے کی نشست ہی پر ان کا منہ لپکے کر کے ان کے جسم کا کچھ حصہ کپڑوں سے بے نیاز کر دیتا۔ (بعد میں اس نے بتایا کہ وہ اس نے اس وقت اپنے بچپن میں سیکھا جب اس کے ماں باپ کو اس طور سے لاپرواہ اور ان کو موقع سے لے کر کسی ویران اور اکیلی جگہ پر لے جاتا۔ ان کو کھارے اور ان کے ساتھ زبردستی کرتا اور پھر ان کو گلا دبا کر ہلاک کر دیتا۔ اگر کوئی شکار اس کا متوجہ کرنے پر اتر آتا تو وہ اس کی گردن پر کسی آلے سے حملہ کرتا اور اس کی شرک کاٹ کے رکھ دیتا۔ اگر کبھی وہ غلط میں ہوتا تو ان سے سر کے پچھلے حصے میں گولی مار دیتا۔

وہ کسی شکار کو قتل کرنے کے لیے معمولی سا بھانہ چاہتا ویسے بھی وہ کسی کی جان بخش دینے کے خیال کو ذہن میں سمجھنے ہی نہ دیتا۔ اس نے عدالت میں بتایا کہ ایک مرتبہ اس نے اپنا بیوی ڈنڈ گرم کرنے کے لیے ادون میں رکھا اور خود دودھ لینے کے لیے ایک جزل سٹور پر گیا ایک عورت بچے چڑھ گئی جسے اس نے ٹھکانے لگایا اور پھر جب وہ اپنی رہائش گاہ پر واپس آیا۔ ”میری رہائش گاہ جب تک جل کر راکھ ہو چکی تھی۔“ اس نے اپنے آخری جیل پر قہقہہ لگاتے ہوئے بتایا۔

کچھ ہارمونوں کی خرابی کے باعث باہی جئے لائٹ کے اندر عورتوں کی کچھ خصوصیات کی بیماری پیدا ہو چکی تھی۔ جب وہ نوجوان لڑکا تھا تو اس کی چھاتی لڑکیوں کی طرح ابھرتی تھیں۔ اس خرابی کی وجہ سے اس کی شخصیت پر بڑے اثرات مرتب ہوئے۔

اس نے پتھر کو تھپکہ پٹھ پٹھ ہونے پر اسے اپنی عورت کی خواہش چھپیں گئے نہ رت آنے پر ہوتی تھی۔ اس کی بیوی بچہ آج بھی یا موقع مل نہ ہوتا تو وہ اپنی مدد نہ کرتا۔ پھر بھی وہ تین بار کا موقع اسے بیوی سے تھپائی میں لے کر لے گیا جاتا تھا۔ ۱۹۷۶ء کے ایک میگزین میں لائٹ کے حوالے سے بتایا گیا کہ لائٹ کی ایک ڈانگہ نامی عورت بھی لائٹ کی جنسی بھوک میں اضافہ ہو گیا اور عورتوں پر اس کا خصر بھی شدید صورت اختیار کر گیا۔ ایسی صورت حال ہی میں اس نے عورتوں پر جنسی حملوں میں مدد کیا۔

لائٹ نے پہلی باقاعدہ شادی ۱۹ کی عمر میں کی لیکن وہ دوسری عورتوں سے بھی باہی کا مرکب ہوتا رہا جن سے وہ خصوصی اشتہارات کے ذریعے رابطہ پیدا کرتا۔ وہ بے اشتہارات کو کھال ڈالتا جس میں دن بھر گھر میں اکیلی رہنے والی خاتون کو خاتون رہی کی ضرورت ہے۔ وہ خاتون نہ ہونے کے باوجود دیے ہوئے پتے پر پہنچ جاتا اور کہتا کہ اشتہار میں جو کچھ بھی لکھا ہے وہ اس سے دلچسپی رکھتا ہے۔ جب بھی کسی عورت نے ان کو اپنے گھر کے اندر گھسنے کی اجازت دی وہ اپنے مال اور عزت کو نہ بچا سکی لیکن ایسی خاتون کو جب وہ قتل کرنے کے بارے میں نہیں سوچتا تھا۔

لائٹ کا آخری شکار کم سوان تھی جب اس نے اسے نشے کی حالت میں گاڑی سے بھول بھلیاں بناتے دیکھا۔ لائٹ کے اشارے پر اس نے گاڑی روک لی اور ایک ہم کی خاطر وہ اس کی گاڑی میں آ بیٹھی۔ جب اس نے اسے ہارمونا اور اس پر ہارمونا لگا کر چاہا تو وہ اس سے بھڑکنے لگی۔ لائٹ نے پولیس کو بتایا کہ اس نے کار میں بھڑکنا کا مظاہرہ بھی کر دیا لہذا اس نے بغیر اس سے کوئی جنسی فائدہ اٹھائے اسے ٹھکانے لگانے اور گھر کو سینے کا فیصلہ کیا۔ فیصلے پر عملدرآمد کے بعد اس نے اس کی گندی لاش کو ایک ٹریل میں ڈال دیا۔

لائٹ کو نومبر ۱۹۸۴ء میں سیک وی کے بیان کے مطابق کار رکھنے کے الزام میں قید کیے لیے روکا گیا۔ اسے سمجھ آ گئی کہ اب اس کی خرمستیوں کی انتہا ہو چکی ہے اور

دو گرفتار ہوئے ہیں۔ اس نے پائیس سے قہقہہ کیا اور جب پائیس سے تان مارا
گا، سے جتے والے بالوں اور کا بھر کا ذکر کیا تو اس نے اپنے جراثیم کا جواب دیا
نے لانا لایا، مصلیٰ سحر، طریقہ لاؤ ڈی بیک، جیگل ڈیٹا، سمیت ڈیٹا فیکٹ
ہوئیں وہ چینیا جاسن، وہی مہری ایلٹ اور کم سوہن کے قتل کا اعتراف کر دیا ہے
اور سحر کے قتل کے الزام میں گرفتار کیا گیا اور تین بار موت کی سزا سنائی گئی
آج کل وہ قید خانہ کی جیل میں ہے۔ اس نے اپنی موت کی سزا سے خوش
اظہار کر رہی ہیں اور من پر فیصلوں کا خیر ہے۔



76



پیٹر کیورٹین

”ڈوئل ڈورف کا خونی چمکاؤ“ اور ”ڈوئل ڈورف کی عفریت“

(1883ء تا 1931ء)

مہیر ہم کی کئی نے میرے پاس نہیں ہے۔ میں نے اپنی روح کو بھی
فعلی پر نہیں بلایا۔ کئی میں نے نہیں سوا کہ مجھ میں نے کیا سما تھا۔
پیٹر کیورٹین اپنے عہد کے صوفی
میں نے تقریباً تمام کیرئیریں کو ایک شخص میں جمع کر لیا۔ اس نے
آج کل محققان ہیں اور پائیس کا گل کیا۔ اس نے کوہاں سے کہا
جہاں ہے۔

پیٹر کیورٹین کا مکمل بیان

”جب میرا سرتن سے جدا کر دیا جائے گا تو کیا میں بدل بھی بنے گا۔“
مہول گا۔ ایک لمحہ ہی کے لیے کسی۔ اس خون کے بہرے میں نہ
میری گردن سے زور کے ساتھ باہر نکل رہا ہوگا۔ یہ اتنی جلدی تھی کہ
بقیہ تمام خوشیوں سے بہرہ ہوگی۔“

پیٹر کیورٹن اپنے مقصد کے حصول

جب پیٹر کیورٹن نے بلوغت کی دہلیز پر پاؤں رکھا تھا تو اس نے
بھیڑوں اور بکریوں سے جنسی لذت حاصل کرنا شروع کر دی۔ یہی وہ وقت تھا جب
معلوم ہوا کہ نقطہ عروج کو پہنچنے وقت کسی جانور کو بار بار کاری زخم لگانا جنسی تشدد دیتا ہے۔

کیورٹن ایک بیمار اور عجیبہ خاندان کی قوت متحرک کی پیداوار تھی۔
متحرک میں زیادہ حصہ اس کے شرابی بد زبان اور خرام کار باپ کا تھا جس نے اپنی
سالہ بیٹی سے حرام کاری کے جرم میں جیل کاٹی تھی۔ وہ اپنی بیوی اور تیرہ بچوں کو ہمارے
سے پرستار رہتا تھا اور اپنے بچوں کے سامنے ان کی ماں سے جنسی تعلقات کا ذکر کرتا تھا۔
ایک ماہر نفسیات نے کیورٹن کے باپ سے متعلق کہا کہ وہ اس قدر متشدد اور ختم کار تھا کہ
اگر وہ میاں بیوی کی حیثیت نہ رکھتے ہوتے تو ان کے جنسی تعلق کو مجرمانہ بھی سمجھا
تعبیر کیا جاتا۔

پیٹر کیورٹن نے ان علامات کا اظہار بہت ہی چھوٹی عمر سے کرنا شروع کیا تھا
جسے اس کے دیکھنے والے نے مقدمے کے دوران ”کج رویوں“ کا نام دیا۔ جب وہ ابھی نو سال کا
تھا تو اس نے اپنے کھیل کے ساتھی کا سر اس وقت تک پانی کے اندر ڈال دیا کہ کھیل کا
کہ وہ مر نہیں گیا۔ اسی عمر میں اسے ایک کتے سدھانے والے کے ساتھ اسی لوہے کا
سیکے پر ماسور کیا گیا تو اس شخص نے اسے خود لذتی بھی سکھائی اور کتوں کو تلک کر دیا
سکھایا۔ اپنی اس ملازمت میں اس نے ہاؤس کتوں کو ہلاک کرنے کا فن رجعت سے سیکھا
اور جانوروں سے ظلم کے دوران اسے جنسی بلوغت حاصل ہوئی۔ اس نے پولیس کو بتایا۔

جنس کے سرکات کران کا خون چتا اور جنسی حلقہ حاصل کرتا رہا ہے۔
کیورٹن کا پیدائش ایک سوئی ہوئی دس سال لڑکی تھی۔ وہ مجھے کی اس شراب کی
ہاں کے ملک کی تھی جہاں وہ اکثر جلیا کرتا تھا۔ وہ قبیلہ کا کرہن کے گھر میں داخل
وہ دن کا دیکھا اور اپنی انگلیوں سے اوتار دی اور پھر اس کا گلاٹ دیا۔ اس نے بعد
تین دنوں میں طرح لڑکی کا خون ایک دھار کی صورت میں اس کے ہاتھ پر زور سے گرتا
۔ اس 22 کا عقدہ بجائے کیورٹن کے لڑکی کے چچا پر چلایا گیا لیکن وہ بے گناہ ہونے
کا حق سے سزا سے قح گیا۔

بحیثیت ڈاؤن ڈورف کی ایک خون پینے والی چکاؤ کے اس کا پیدائش نو سالہ
نیک روسا اور پھر تھی۔ 8 فروری 1929ء کو اس نے روسا کو تیرہ مرتبہ قہقہی مار مار کر ہلاک کر
دیا۔ وہ بارہ اس لڑکی کے گھر گیا اور اس کی لاش پر مٹی کا تیل ڈال کر اسے جلا دیا۔
اس نے تسلیم کیا کہ جب شعلوں نے روسا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تو اس کو جنسی حلقہ
دیا۔ اس نے قہقہی کی ضربیں بھی لڑکی کے بازو سے پر لگائی تھیں۔ پولیس کو دیکھنے
اسے جان میں اس نے کہا: ”جی“ اس کی کپٹی پر زخم لگا کر وہیں سے اس کا خون بھی
پیدا۔

چار دن بعد اس نے ایک شرابی مرد سے بھی ایسی سلوک کیا اور اس کا خون بھی
اس کے زخموں پر ہونٹ رکھ کر چڑھا۔

اسی عمر میں اس نے چند اور جرائم بھی کئے۔ اگست 1929ء میں ایک ملازمہ
لڑکی کو پہلے جنسی تشدد کا نشانہ بنایا پھر اسے قتل کیا اور اس کا خون پیا۔ اسی سبب سے اس
نے ایک چودہ سالہ لڑکی کو نیزہ دھار آٹے سے دھجی کیا۔ اس کا گلا گھونٹا۔ یہی سلوک اس
نے اسی موقع پر اس لڑکی کی پانچ سالہ بہن سے بھی کیا۔ پھر اس نے بڑی لڑکی کا سر اس
کے جسم سے کاٹ دیا۔ اگلے دو ماہ میں اس نے دو قتل ایسے کئے کہ اس نے اپنے حکاموں
کے سر اٹھوڑے سے کچل ڈال ڈورف کی حیثیت سے اس کا آخری نشانہ نومبر 1929ء
میں ایک پانچ سالہ لڑکی تھی جسے اس نے قہقہی سے 38 زخم لگائے۔

ڈاؤن ڈورف میں ایک سالہ خوف و وحشت پھیلانے کے بعد کیورٹن مٹی

1930ء میں بڑے عجیب و غریب حالات میں گرفتار ہوا۔

ایک رات اس کا سامنا ایک ایسی لڑکی سے ہوا جس پر اس کے گھر کے بھرانہ حملہ کیا گیا تھا۔ کیورٹین نے اس لڑکی کی مدد کی اور اسے حادثے سے بچا کر تھوڑی دیر بعد وہ خود ہی وہ سب کچھ کرنے لگا جس سے اس نے لڑکی کو بچایا تھا۔ یہی جیسے اسے ہوش آ گیا ہو اس نے لڑکی سے پوچھا کیا وہ جانتی ہے کہ وہ کہاں رہتا ہے لڑکی نے قسم کھا کر کہا کہ وہ نہیں جانتی۔ پھر اس نے لڑکی کو جانے دیا۔ لڑکی نے اپنے بھی اس حادثے کی خبر نہیں دی لیکن اس کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا اسے اس نے اپنے نو کے ذریعے اپنے دوست کو لکھا۔ اتفاق کی بات کہ اس نے خط پر مکتوب الیہ کا پتہ لکھا جس کے نتیجے میں خط ڈاک خانے کے اس شعبے میں چلا گیا جس کو "ڈیلی لٹرائٹ" کہتے ہیں۔ وہاں خط کو کھولا اور اس کو پڑھایا گیا لہذا اسے اس کے منفرد ہونے کی وجہ سے پتہ کے حوالے کر دیا گیا۔ (بعض افراد کا یہ بھی کہنا ہے کہ خط مکتوب الیہ تک پہنچا۔ اس سے اسے پڑھا اور پولیس کو پہنچا دیا۔) پولیس نے لڑکی سے رابطہ کیا اور یہیں پولیس باز کیورٹین تک پہنچ گئی جسے نو قتلوں کے جرائم میں گرفتار کر لیا گیا۔

اپنی گرفتاری کے بعد کیورٹین نے پولیس کے مختصر نوٹس کو اپنے جرائم کی مکمل تفصیل لکھوائی اور 70 جرائم کے ارتکاب کا اقرار کیا۔ مقدمے کے دوران کیورٹین نے دعویٰ کیا کہ اس نے اپنے جرائم کا اقرار اپنی بیوی کے منافع بخش مستقبل کے لیے کیا ہے اس کو یقین تھا کہ اس کی بیوی انعام کی مستحق ہے کیونکہ سب سے پہلے اس نے اپنے جرائم کے سامنے ہی تسلیم کئے تھے۔ عدالت میں وہ اپنے اقبال جرائم سے منحرف ہو گیا۔ ماہ کی مسلسل جرح کے بعد ہلاخوردہ پھر اقبال جرائم تک پہنچ گیا اور اپنے پہلے اقبال جرائم تسلیم کر لیا۔

عدالت میں اسے منجرے میں پیش کیا جاتا رہا بالکل چمکانو کی طرح۔ اس خبر سے بھی چمکانو کے قتل کا حقد مقصود تھا کیونکہ مقتولوں کے لواحقین اور عزیز و اقارب اس کا خون پی جانا چاہتے تھے لیکن کیورٹین کے معاملے میں اس کے فرد کا حقد مقصود تھا۔ کیورٹین کے مقدمے میں استوار نے مقتولین کی کھوپڑیاں اور جسم کے دیگر

بے ہوشی کے کچھ اوزار اور آلات جو اس نے قتل میں استعمال کئے تھے پیش کئے۔ کیورٹین نے تسلیم کیا کہ وہ "جیک دی رپر" کو پسند کرتا ہے تاہم ساتھ ہی اس نے اپنے نو ہونے کے کا ڈرامہ بھی رچایا کیونکہ چیورڈ نے اسے مجرم قرار دیا تھا۔ کیورٹین نے تقریباً 23 جانیں انتہائی ظلم و جبر سے لی تھیں لیکن اسے سزا صرف 10 سال تھی۔ اس نے دیگر انفرادی جرائم کی تعداد 79 تسلیم کی تھی۔ اسے گلوٹین کے ذریعے سزا دینے کی سزا سنائی گئی جس سے اس کے جسم میں سنسنی کی لہر دوڑ گئی۔ یہ سنسنی ڈوسل اہل کے لوگوں نے بھی محسوس کی۔





نگولائی زرمونگالیف

”وحیات کا نوکیلا دانت“

(1960ء تا)

”زرمونگالیف ایک خاک انسان تھا لیکن ایک مربع ایسا آکا کہ اسے مورتوں کے گوشت کا چمکا چکا گیا۔ جب ہم نے اسے گر لہر کیا تو اس نے مجھے جھینکا اور میں اس کی قوت سے ضرب لگی۔“

کل ہونی ڈوبی لیکن وزارت داخلہ

روس کا نگولائی زرمونگالیف اور مل مائی، زیمیری ڈاکٹر بہت سی باتوں میں ہاتھ باندھتے رہے۔ دونوں میں انسانی گوشت کی اشکھا اور اس کا چمکا استعمال سے بڑھ کر

میں ہم دونوں ”زرمونگوں“ میں نمایاں فرق بھی تھا کہ ان کے پسندیدہ گوشت کا دھڑا خانہ ایک الگ تھا۔ زرمونگا لف کو نسوینی گوشت پسند تھا جبکہ ڈاکٹر مرمانہ گوشت کا شوق رکھتا تھا۔

سلسلہ وار قاتل زرمونگالیف نے اپنے 47 قتلوں کو قتل کیا ان کے گولے کے پھونکنے پر جہیز یہ کر عثمان میں اپنے ہی کتبے کے انگوٹھ کو اپنے گھر کے انگوٹھ سمیت، گھر میں بولنے والی ڈاکٹر پائٹوں میں نکالا دیا۔

جب 1980ء میں زرمونگالیف انسانی قتل کے جرم میں سزا کاٹ کر جیل سے رہا ہوا تو اس نے آج کے قازقستان کے شہر الماتے میں ایک زیر تعمیر عمارت میں ملازمت اختیار کی۔ جب وہ دن بھر کا کام ختم کر چکا تو شیو کرتا ”اپنے آپ کو نہا دھو کر صاف ستھرا ہوا“ محراب لباس پہنا اور نوجوان خواتین کو صدمہ کے کتارے سیر کرانے کی خدمات بجالاتا۔ وہ لکی خواتین کو خدمت کے لائق سمجھتا جو طویل قامت، عمدہ دست و پوتا اور خوبصورت تھیں۔

جب وہ ایک مرتبہ کسی عورت کے ساتھ دھڑوں کی نظروں سے اوچھل ہو جاتا تھا اچھلی خالانہ طریقے سے عورت پر جنسی نوعیت کا حملہ کرتا اور چاقو یا کھانڈے سے اس کی گھٹن پر کاری مار کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیتا۔ پھر وہ اس کے جسم کو دھکیلتا تھا کہ اس کی لاش اپنے گھر میں لے آتا اور اس کے پارچات بٹالیتا۔ ان پارچات کو وہ لیٹن کر بام چخت کر کے یا دیسے پکا کر خود بھی کھاتا اور دوستوں کو بھی کھلاتا۔

زرمونگالیف ہر بار ایسے خالانہ قتل کرتا رہا۔ ہم تو صرف اس کی قتل مورتوں کے جان اور انہوں میں اس وقت چھا جانے والے خوف کا اعلاہ ہی کر سکتے ہیں جب وہ اس کے ہاتھ کی طرح روشن اور چمکدار نوکیلے دھاتی ماسوں کو دھکتی ہیں گی۔ اس کا مرئی نام ”وحیات کا نوکیلا دانت“ یعنی تھل ٹھیک تھا۔ جب اس کا چہرہ خون اور گوشت کی اچھلی طرب میں ان دھاتی چمکتے نوکیلے ماسوں کے ساتھ پاگل پن کی حد تک کھٹا ہوتا تو سحر قدرت ناک ہوتا ہی ہوگا۔

ان دو شرابیوں کی کوششوں کو سلام جن کی وجہ سے زرمونگالیف کی بربریت اور تشنگی 1981ء کے آغاز میں اختتام کو پہنچی۔

گھوٹی زرموٹا لیف

زرموٹا لیف نے وہ آدمیں جن کو وہ کافی دقت سے پہنچا تھا اپنے گھر فرسٹ
لوٹی اور اور کچھ کھانے پینے کے لیے بلاوا۔ جب وہ اس کے گھر آئے تو زرموٹا لیف کو
آیا کہ اس نے آج کام پر جانے سے پہلے گھر کی صفائی نہیں کی۔ اس کے پاس ہی جانے
کے کاؤنٹر پر ایک صورت کا سر پڑا تھا جبکہ قریب ایک جیسے سے جانے میں صحت کی
پوری انتہا پڑی تھی۔ شرابی دوست اس کے پاس کچھ کھانے پینے کو نہیں فرم سکتے
کے جانے کے تھوڑی سی دیر بعد زرموٹا لیف کو گھر لڑ کر لیا گیا۔ پھر کچھ کے بعض میں
زرموٹا لیف نے پولیس کو بتایا کہ وہ صورتیں اس کے دماغ کی خفاک کے لیے کافی تھیں
تھیں مگر اس کا انحصار اس کی بھوک پر تھا۔ اس سے صورتوں کی جان لینے اور ان کو کھانے
کے بارے میں پوچھا گیا۔

سلسلہ بدقل کرنے والے آدم غریب اس لیے بھی کرتے ہیں کہ ان کو اپنے
کو کھانے لگائے اور جیسی ہے وہ بھی سے اپنی جذباتی تسکین پانے کا موقع ملتا ہے۔
آہستہ آہستہ ان کو انسانی گوشت کی چاٹ سی لگ جاتی ہے۔ آدم غریب کے لیے قل کرنے
والوں سے حلقہ اپنی کتاب "دی اسٹری آف اسپاٹل مرادہ" میں سورہہ بدلت اہل
(1993ء) لکھتی ہے:

"پہلے طبقہ کے جیسے سر لائے۔ منبری مینڈل میں موت سے
تھے ہوئے تو وہ ان تمام لڑکیوں کے سر بھی تک جڑی لیے ہوئے
تھے جبکہ ان کی ہڈیاں بھی آنکھیں بے جان تھیں۔ آدموں کے د
میں پانی بھر آیا جب انہوں نے سوچا کہ ان کا گوشت کس قدر چھا
اور نرم ہوگا۔ جبکہ وہ چھری سٹول میں سرزد مہمانوں کے سامنے بھی
دیا گیا۔ یہ جیسا ایک تکلیف دہ انداز کا مظاہرہ تھا۔ تمام شرعہ
کے نامہانوں کا سوشلیٹ سے لڑاؤ تھی انہو تھے۔ اہم بات اور
سادہ بات یہ تھی کہ وہ (شرعاً) لذت کو ترجیح دیتے تھے۔ جب ہم
اطلاقی دلائل ایک طرف دیکھ دیتے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اب
ہم جانور کھاتے ہیں اور اسے اس لیے کھانے کی کٹی قوت ہے۔
اسکی یہ ذائقہ پسند ہے۔"

گھوٹی زرموٹا لیف

گھوٹی زرموٹا لیف

تاجہ زرموٹا لیف صورتوں کو قل کرنے اور ان کا گوشت کھا کر کھانے میں کسی
دقت یا دقت کی بات نہیں کرتے۔ بلکہ وہ اس سے اترا جاتا ہے وہی غریب پر چھ دلائل دیتا ہے۔
وہ دلائل تو اس لیے کھاتا ہے کہ صورتیں بالخصوص عورتیں تمام برائیوں کی جڑ ہیں۔ وہ
ان کو کھانے اور کھانے سے دنیا کو بھر جانے میں اپنا کردار ادا کرتا تھا۔ اس کے لیے
ان کی بدکرداری کا ثبوت ہے لیکن پولیس کو اس کا یہ دانی مانہ نہیں آیا۔
زرموٹا لیف کے کھانے میں جتنی طور پر صورتوں کا ذکر ہے لیکن پولیس نے
ان صورتوں کے ساتھ قل اس کے ذرا دالے۔ زرموٹا لیف نے اپنے آپ کو چاکل بتایا
اور اس نے خدشات کا سامنا کرنے سے انکار کر دیا۔ اسے دانی اس مرض کے ایک
تجربہ میں ازبکستان کے شہر تاشقند میں بھیج دیا گیا۔ اب بھی وہیں ہے۔
بچپن کے ساتھ کھا جاسکتا ہے کہ اب قل کی خفاک پری گزرتا کر رہا



فریڈرک کووان

(1943ء تا 1977ء)

”کالے اور یہودی لوگوں سے کوئی اور چیز کم تر نہیں ہے یہاں تک کہ پولیس بھی جو ان کی حفاظت کرتی ہے۔“

فریڈرک کووان

نسلی نفرت وہ ناپاک اور منحوس جذبہ تھا جس نے فریڈرک کووان کو اکسیلا سیاہ قام اور یہودی لوگوں کے لیے جسم نفرت بن گیا اور یہ نفرت 1977ء کے دہائی کے آدھے کووان کے سپروائزر مارٹن بنگ کے لیے موت کا دھماکہ دیت ہوئی۔ مارٹن بنگ یہودی تھا اور اس نے کووان کو اپنے احکامات کہ اس دفتر ٹھیکہ کو یہاں سے وہاں لے جانے کی تعمیل نہ کرنے پر سزا سنائی۔

پولیس کی بات نہ تھی کہ کووان ہلکا پرست تھا۔ اس نے اپنے کمرے میں شہرے والے سے چار اشتہارات لگا رکھے تھے۔ اس نے ہارپوں سے متعلق کچھ ریڈیو کی تاریخیں بھی لگیں۔ بازی ہتھیار بھی اس کے پاس تھے اور ہارپوں کے یادگاری سے اس سے بیہوش بھی تھے۔ وہ خود کو ہلکا کی خصوصی حفاظتی فوج کا سپاہی سمجھتا تھا۔

1933ء کی عمر میں بھی وہ ابھی ماں باپ کے ساتھ ہالا خانے میں ایک بیزارم رہتا تھا۔ اس نے کسی عورت کے ساتھ تعلقات نہ تھے۔ وہ اپنی تعلیق کردہ غصہ در دنیا رہتا تھا اور اس کے لیے کے ہلکا سیاہ قام اور یہودی لوگ تھے۔ وہ دسویں طرح کی سال تک دھروں سے لیر متعلق ہی رہا اور ہالا خروہ مقبوضہ میں ہو گیا۔ اس کی ماں کے چان کے مطابق کہ اس کے نو روپے اور نو ہارک کے سات میں اور نیچوں سودیگ کہتی میں جہاں وہ کام کرتا تھا اسے بھی کسی نے اس کی بات سے متعلق نہیں بتایا۔

وہ ایک ”قوی ریاستی حقوق پارٹی“ نامی تنظیم کا کاروبار نہ مہر تھا جس نے جس میں ایک اصول یہ تھا کہ امریکہ سلطنتوں کا ہے۔ دیگر تمام سلطوں سے علیحدگی کی جائے اور تمام ریاستہائے متحدہ امریکہ سے یہودیوں کو نکال باہر کیا جائے اور ان کی تمام طریقوں سے انسانی کی ہوئی دولت اور جائیدادوں کو ضبط کر لیا جائے۔ ان کا نعرہ تھا ”ایزرائیل قائم۔ یہودی دھم۔“

خبردار کرنے والی طامات کہ کووان کچے دھماکے سے لنگ رہا ہے غامض واضح تھی۔ ایک دن اس نے ایک کتے کے بچے کو فوکر میں مار مار کر ہلاک کر دیا کیونکہ اس کے ہال سیاہ تھے۔ ایک اور موقع پر وہ ایک بار میں صحت سے خوش گھیاں لگا رہا تھا کہ ایک طرح سے اسے علم ہو گیا کہ صحت تو یہود ہے۔ اس پر وہ جھلا کر ہاتھ کرنے لگا اس قدر غصہ آیا کہ اس نے ہار کاٹی۔ دی توڑ دیا۔ ایک اور موقع پر کووان نے اپنی سب کو رائل ایئر کر دھکی دی کہ وہ کیوں ایک سیاہ قام لوجھان سے ملاقاتیں کر رہی ہیں۔

۱۹ فروری 1977ء کو وہ کے دن کووان کو نیچوں سودیگ کہتی کے باہر روک لیا

میں تو وہ ہتھیار اٹھا کر مرنے مارنے پر تیار تھا۔ اس کے ٹریک میں حملہ کرنے والے خود کار ساکو 3.8 انچ کے 410 بھری ہوئی رائفل موجود تھی۔ اس کی پہلے سے تیار دووں اطراف ننگے والے ہولسٹر تھے جس میں دو عدد 45 کلیمبر کے پستول تھے۔ 9 ایم ایم کے پستول اس کے علاوہ تھے۔ اس کی کمر کی بنی کے ساتھ 9 انچ لمب فٹن ہتھیار بھی لٹکا رہا تھا۔ اس کے پاس ان اوزاروں میں استعمال ہونے والی گولیوں کے پٹے بھی تھے اور ڈیڑھ بھی۔ اس صبح جب وہ کبھی کے باہر جنگ کی نیت سے آیا تھا تو تب ہی اسے روکا گیا تھا۔

وہ اپنی کار سے نکل کر عمارت کے اندر داخل ہوا تو فوراً ہی اس نے تین ہتھیار نژاد امریکن ملازمین ہلاک کر دیئے۔ اس نے ایک سال قبل امریکہ آنے والے ایک ہندوستانی کو بھی جان سے مار دیا۔ اس نے عمارت کے اندر گھومتے ہوئے بغیر نشانے کی قاز کئے اور بار بار مارن جنگ کو سامنے آنے کے لیے لگاتار رہا۔ ملازمین کو خطرہ خاطر اور اصرار بکھر گئے۔ کچھ عمارت سے دیے ہی بھاگ گئے۔ مارن جنگ اپنے فخر سے ختم ایک دوسرے دفتر میں ایک دوسرے کے نیچے چھپ گیا۔

7 بجکر 55 منٹ پر عمارت کے سامنے پولیس آگئی اور جو پولیس آفیسر عمارت کی طرف پہلے بڑھا اسے کووان نے نشانہ بنایا۔ اس نے ایک سیکنڈ میں ایک نیچے کے دفتر جس میں شیشہ لگا ہوا تھا قبضہ کر لیا۔ پھر اس نے مسلسل پولیس 'تماشا' بنائیں گاڑیں اور اس شخص پر جو گولیوں کی زد میں آیا گولیاں داغیں۔ اس کی یہ قاز تک تین اور پولیس افسروں کو زخمی کرنے پر اتمام پذیر ہوئی۔

دوپہر تک جنگ کے اس صحنہ پر تین سو پولیس آفیسر اور ایف۔ بی۔ آئی کے آدمی بھیچے چکے تھے۔ ملٹری جنگ آئے تو کمرے ہوئے پولیس افسروں کو بچانے کی کوشش کی۔

اس محاصرے کے دوران کووان نے ایک فون کیا۔ اس نے پولیس سے کہا کہ طلب کیا۔ کووان کا قد تقریباً چھ فٹ سے زیادہ تھا اور وزن 250 پونڈ تھا۔ اس نے پولیس کو بتایا کہ اسے آلوؤں کا سلاخ اور گرم چاکلیٹ دیکار ہیں۔ ایسے نازک حالات میں بھی کون کے ذہن کی درستی نہیں تھی۔ اس نے پولیس کو بتایا کہ جب وہ بھاگا ہو تو اسے خود

میں کرتا تھا۔ دو گھنٹے بعد پولیس اور ایف۔ بی۔ آئی نے عمارت میں داخل ہونے کا فیصلہ کیا۔ پانچ خوب تربیت یافتہ افسران تھیں دروازے سے کبھی کی عمارت میں داخل ہوئے۔ سب افسران نے گولیاں اڑانہ کرنے والی جنگیں اور ہیلمٹ کے علاوہ دیگر تمام حفاظتی سامان اختیار کر رکھی تھیں۔ اچانک انہوں نے ایک قاز کی آواز سنی اور پھر خاموشی چھا گئی۔ پس نے دہشت زدہ اہلکاروں کو دیکھا اور انہیں خطرے سے باہر نکالا۔ پھر وہ احتیاط سے عمارت میں آگے بڑھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ اندر ایک یا ایک سے زیادہ گولیاں چلانے والے ہیں یا عمارت میں کبھی بم نصب کر دیئے گئے ہیں۔

بلاخرہ وہ ایک بالائی منزل کے کمرے میں داخل ہوئے جہاں انہوں نے فریڈرک کووان کی لاش پڑی دیکھی۔ اس کے سر کا ایک حصہ ہی اڑ چکا تھا۔ اس نے ابھی تک اپنے ہتھیار اور اسلحہ چھپا ہوا تھا۔

کووان نے چہ افسروں کی جان لی تھی۔ چار تو کبھی ہی کے ملازم تھے جن میں سے تین سیاہ فام تھے۔ اس نے کبھی کے دو ملازمین کے علاوہ تین پولیس افسروں کو زخمی کیا تھا۔ ایک زخمی ملازم بعد میں ہسپتال جا کر چھ ہفتے بعد جان کی بازی ہار گیا۔

کووان کی موت کے بعد پولیس نے اس کے ہالا خانے کی رہائش کی تلاشی لی۔ وہ ایک جھوٹا سا نازیوں کا عجائب خانہ تھا جس میں موت کے ہتھیار اور اسلحہ خانہ بھی تھا۔ یہاں بھونے 'ڈرم ہارو' کے 'شاٹ گون' کے کارٹوس 'رائفلیں' 'کم از کم دو درجن چاقو' 'گنیں' اور ایسی مشین تھیں کہ گولیاں اور کارٹوس خود بخود بجائے جاسکتیں۔

چھ سال بعد ٹیچمن مووینگ کمپنی کو توڑ دیا گیا اور اس کی جگہ اب محکمہ داخلہ کا محکمہ قائم ہے۔

79



جیک دی رپر

”چٹ پٹے جیک — تم بڑے شریر ہو۔“

”جیک دی رپر سے حلق ایک فلاپ کی سیل سٹر۔
اور ایلا جٹ ہب انز۔“

جیک دی رپر فرض نام ہے جو ایک برطانوی سلسلہ وار قاتل کو دیا گیا۔ تا
تک شہادت نہیں ہو سکا۔ اس نے 1888ء میں اگست کے آخری دن سے لے کر نومبر
کے ابتدائی ایام تک پانچ عورتوں کو ان کی گردنیں کاٹ کر ہلاک کیا اور پھر ان کی لاشوں
کی ٹھکیں بازار کر ان کے گھر لے گئے۔

جیک کو سولہ برس کی عمر میں دھتارے اور غلامانہ قتلوں کی وجہ سے
شامل نہیں کیا گیا بلکہ اس خوشی و مسرت کی وجہ سے کہا گیا ہے جو اس نے اپنے قتلوں کی

جرائم کے حوالے سے محسوس کی۔ شہادت کے طور پر اس نے اکتوبر 1888ء میں جو قتل
کا جارج لیک کو لکھا اور جو اس سلسلہ وار قاتل کی واحد اور خالص تحریر ہے۔ لکھ کر
”جینم سے“

میر لیک سار (میر کی بجائے سار پر غور کیجئے)

میں آپ کو نصف گردہ بھیج رہا ہوں جو ان گردوں میں سے ایک کا
تھوڑا ہے جو میں نے عورتوں کے گردے کاٹنے کے لیے لیا ہے۔ میں
نے اسے بھونا اور پکھا۔ یہ بہت عمدہ تھا۔ میں آپ کو وہ خونی چاقو
بھی بھیجوں گا جو اس کے حامل کرنے کے کام آیا بشرطیکہ آپ
تھوڑی دیر انتظار کریں۔“ (شہادت میں انھوں کی بے شمار غلطیاں
ہیں۔ مترجم)

دو

جیک آپ مجھے پکارتیں

پکارتیں

میر لیک

دوسرے سلسلہ وار قاتلوں کی نسبت جیک دی رپر کے ہاتھوں ہونے والے قتلوں
کی تعداد اگرچہ کم ہے لیکن وہ دوسروں کے مقابلے میں اپنی وحشت و بربریت میں کہیں
زیادہ آگے ہے اور اس کا یہ جوہر اسے اپنی قاتلوں کی برابری میں ممتاز کرتا ہے۔

جیک دی رپر نے صرف طوائفوں کو قتل کیا اور سوائے 23 سالہ میری جین کینی جو
اس کی آخری شکار خیال کی جاتی ہے کہ باقی اس کی قاتل ستم کی شکار طوائفوں کی عمریں
پانچ سال کے بچے میں تھیں۔ اس کے علاوہ وہ انتہائی غریب اور شرابی تھیں۔

جیک دی رپر نے جو کچھ کیا وہ اس نے کیوں کیا؟ بس یہ سب کچھ اس نے
اپنے ہی کیا۔ اس نے کسی طوائف سے کوئی بڑا بڑا یا کوئی زیادتی نہیں کی۔ اس نے ان
سے قتل ہی سے انھیں کے اجسام کے ٹکڑے کرنے سے جو لطف و انبساط حاصل کیا۔

جسمیں سٹارچ اور نیر دھتارے دھتارے کر لٹ لٹک جس کی شہرت جیسی
جرمروں کے مقابلے کے حوالے سے بھی بہت متعجب ہے نے جیک سے حلق لکھا

جیک دی رہے

"جیک نے اپنی شکار عورتوں سے کوئی جنسی معاملہ نہیں رکھا اس کے لیے ان کا جان سے مار دینا اور پھر ان کے اجسام کو پامال کرنا ہی جنسی معاملے کے برابر تھا۔"

جیک دی رہے کون تھا؟ متعجب ذیل وہ باتیں ہیں جو اس سے حلق ہلتی ہیں۔

○ جیک مزدور لوگوں کی طرح کا لباس نہیں پہنتا تھا۔ وہ کچل بھی نظر نہیں آتا تھا۔
○ وہ انسانی جسم سے حلق طبعی نوعیت کی مسطوط رکھتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ جن

اصدا کو حاصل کرنا چاہتا تھا ان کے حصول کے لیے مناسب اور موزوں جی پہن کرتا تھا۔

○ امکان غالب ہے کہ وہ زیادہ تر لنڈن کے مشرق میں کہیں دور رہتا تھا۔

○ وہ ایک سفید قام مرد تھا یا پھر وہ ایسا بھردیا تھا جو سفید قاموں جیسا طبع رکھتا تھا۔

○ تقریباً وہ اکیلا ہی تھا اگر اس کی بیوی ہوتی تو وہ اس کے آدمی راتوں کو گلیوں میں ٹپکنے پر معترض ہوتی۔

○ قد میں وہ اوسط سے کم تھا یا پھر اوسط قدری رکھتا تھا۔

○ 1888ء میں اپنے لال کے وقت اس کی عمر میں سے چالیس سال کے بچے میں تھی۔

○ یا تو وہ خود ہی راہبر آدمی تھا یا پھر وہ آمدنی کا کوئی ذریعہ ملازمت وغیرہ رکھتا تھا۔

○ اس نے تمام قتل ہونے کے آخری دن کو کئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ یا تو

باقی ہفتہ معروف رہتا تھا یا پھر وہ پولیس کو جل دیتا تھا۔

○ وہ ہانگی ہاتھ کو استعمال کرتا تھا۔ گویا "کھچھو" تھا۔

دوسرے امکاناتی رہے

کچھ ایسے لوگ ہیں جن کے جیک دی رہے کے دیوانہائی تھے میں "میر" ہونے

کا شبہ کیا جاتا ہے۔ ذیل میں ایسے ہی لوگوں کا ذکر ہے:

جیک دی رہے

○ "قد س نل کریم (1850ء-1892ء)"

○ سے جب پانچ طوائفوں کو زہر دینے کے جرم میں چالکی کی سزا دی جا رہی تھی تو
○ "ہالیا۔" میں ہوں جیک دی۔"

○ جوہن ڈروٹ (1857ء-1889ء)

○ سٹیو نے ڈوب کر خودکشی کی اور پولیس سے کسی نے کہا کہ حقیقی جیک دی رہے
○ نے خودکشی کر لی ہے۔

○ جزل ولیم پوچھ کا سیکرٹری

○ اس نوجوان نے ایک مرتبہ ایک طوائف کے قتل کی پیش گوئی کی۔ اسے جیک
○ دی رہے خیال کیا گیا لیکن پھر اس امکان کو رد کر دیا گیا۔

○ جل دی رہے

○ کچھ با اختیار لوگوں کا خیال تھا کہ جیک دی رہے مرد نہیں محبت ہے۔ اس
○ مفروضے پر ایک پاگل طوائف پر شبہ کیا گیا۔

○ جیمز کینتھ سٹین (1859ء-1892ء)

○ سٹین پر شبہ کیا گیا کہ اس کی شاعری کا لکھنے کا انداز جیک دی رہے کے عطا
○ سے ملتا تھا۔

○ کو سٹینسکی اسے۔ کے۔ اے (لیدر اپن)

○ یہ ذہنی طور پر پاگل شخص ایک پولس (پولیٹکس) کا رہنے والا) جو نے ساز تھا۔ اس
○ کے پاگل پن کی وجہ سے اسے بھی جیک دی رہے خیال کیا گیا۔

○ پرنس البرٹ وکٹر (ڈیوک آف کلبرس) (1864ء-1892ء)

○ شاہی خاندان کا یہ شہزادہ جنسی طور پر گمراہ تھا لہذا ایک افواہ کے ذریعے اس پر
○ بھی جیک دی رہے ہونے کا الزام دیا گیا۔

○ سر ولیم ڈوے گل (1818ء-1890ء)

○ گل ایک ڈاکٹر تھا۔ ایک روحانی عمل کے ایک معمول نے اپنے خواب کے نتیجے
○ میں جیک دی رہے کو "منتخب ڈاکٹر" قرار دیا۔ گل نے ان دونوں پرنس آف ویلز

جیک دی رہی

کے میعاد کی بخار کا علاج کیا تھا اور بڑی شہرت رکھتا تھا لہذا اسے بھی جیک دی رہی سمجھا گیا۔

- 9- سیورن کلو سوڈکی اسے اسے (جائے چھپ مین) (1865 تا 1903ء) کو سوڈکی ایک مقام تھا۔ اس نے اپنی تین داشتدوں کو زہر سے کر جاک تھا اور خود پھانسی کی سزا پائی تھی۔
- 10- الیزبیتھ ریڈ فلو

اس سے متعلق خیال کیا جاتا تھا کہ اسے مدی غلیہ پالیس نے لندن میں داریاں سوپ رکھی تھیں کہ وہ عورتوں کو قتل کرے اور مدی اچھا پسندیں غلیہ کو ہتام کرے۔

جیک دی رہی کی شکار

- 1- میری این "ہولی" کولس
اس کی عمر پانس سال تھی اور اسے 31 اگست 1888ء کو قتل کیا گیا۔ اس کا گانا گایا اور اس کے پیٹ کو چھرا گیا۔

- 2- اپنی "ڈارک اپنی" چھپ مین
اس کی عمر 47 سال تھی۔ 8 ستمبر 1888ء کو قتل کی گئی۔ صدف طہ ۲۰ جیک دی رہی کی دوسری محفل تھی۔ جب اس کی لاش اگلے صبح ۶ بجے ملی تو اس کی پھانسی آنت اس کی لاش کے قریب زمین پر پڑی تھی لیکن اس کا تعلق پیٹ کے ساتھ موجود نہ تھا۔ اس کا معدہ اس کے بائیں کندھے کے قریب پڑا تھا۔ اس کا حلقہ اور حلقے کے جسم سے طبع کر لئے گئے تھے۔ اس کا گھا دھشت ناک طریقے سے کاٹا گیا تھا۔ صرف ذرا سے گوشت کے ساتھ بقیہ جسم سے بڑا ہوا تھا۔ اس کے گردے بھی باقی تھے۔

یقین سے کہا جاتا ہے کہ جیک دی رہی نے ڈارک اپنی کا ایک گردہ کھا لیا تھا جبکہ اس نے اپنے 18 اکتوبر کے خط کے ساتھ دوسرے گردے کا نصف بائیں بیڈوائٹ

جیک دی رہی

جیک دی رہی لینس کیشی کے جارج لیک کو بھیجا تھا۔ اس خط میں دوسرے گردے کو کھانے کا ذکر موجود تھا۔ گردے کے طبی معائنے سے ظاہر ہوا تھا کہ جس آدمی کا یہ گردہ ہے وہ "جراثیم" نامی مرض کا شکار ہے اور ڈارک اپنی واقعی اس مرض کی مرید تھی، یہی جیک دی رہی نے خدا کی آمد کی جیک کا نام "جینم" لکھا تھا۔

۳- البریجہ "لارک لٹر" شرائیڈ

30 ستمبر 1888ء کو قتل ہونے والی اس طوائف کی عمر 45 سال تھی۔ اس کا گانا تو گانا ہی تھا لیکن اس کی لاش محفوظ تھی۔ ایسا معلوم ہوا تھا کہ جیک دی رہی نے جب طوائف کو قتل کیا تو اس کے فوراً بعد اسے کسی ماحولیت کا شہ ہوا اور وہ موقع سے فرار ہو گیا اور اپنی کا طوائف منسلک کا اٹھار "لارک لٹر" کی لاش پر نہ کر سکا۔ یہ شاید اسی ناکامی کا نشانہ تھا کہ اسی رات اسے ایک اور طوائف کیتھرائن ایڈمز کا بھی شکار کرنا پڑا۔

۴- کیتھرائن ایڈمز

کیتھرائن ایڈمز بھی 30 ستمبر 1888ء کو قتل ہوئی۔ اس کی عمر 43 سال تھی۔ اس کا گانا گایا اور اس کی لاش کا خوب خوب طبع کیا گیا اور اس کے گردے نکال لئے گئے۔

۵- میری جین (سوف) کیلی

میری جین کی عمر بچے قتل کے وقت یعنی 9 نومبر 1888ء کو 24 سال تھی۔ اسے جیک دی رہی کا آخری اور بدترین قتل قرار دیا جاتا ہے۔ دوسری لاشوں کے برعکس میری جین کی لاش ایک عمارت کے اندر سے ملی۔ وہ اپنے گردے اور اپنے ہی ہتھ پر تھی۔ اسی وجہ سے جیک نے اس کی لاش کی کھانی جراثیم کی تھی۔ اس کا سر بائیں طرف مڑا ہوا تھا۔ اس کا قتل اس کا گانا گایا اور تقریباً جسم سے طبع کر لیا ہوا تھا۔ پیٹ کو کھولا گیا تھا۔ اس کی پھانسی اور ناک کاٹ کر ہیر پر رکھی تھیں۔ اس کا کبیر پاؤں کے درمیان بستر پر پڑا تھا۔ دائیں ناک کی کھال اور پٹے پڑیں تک طبع کر دیئے تھے۔ اس کا چہرہ ناقابل شناخت تھا جبکہ بائیں ہاتھ اس کے پیٹ کے قتل پر رکھ دیا گیا تھا۔

جرائم نگار پیٹرٹا کارن ویل نے دسمبر 2001ء میں لکھا کہ اس نے فاس میں
 ثابت کر دیا ہے کہ جبکہ دی روپ ایک تجزیاتی آرٹ کا معیار تھا اور اس کا نام ملز سے
 تھا۔ اس نے اس سلسلے میں جو کوششیں کیں اور اسے جو کچھ دریافت کیا وہ سب کچھ
 ایک تعریف و تالیف میں لکھ رہی ہے۔



مارک اسپیکس

(1949ء تا 1973ء)

”میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ سفید کام ہواؤں ہے میں اپنی مرہاں حاصل
 کرنے کے لیے لڑوں گا اس کو خوش میں رہیں گا۔“
 مارک اسپیکس کا اپنی ہی کے نام
 ”نفرت کو آواز دے گا آواز دے گا۔“
 مارک اسپیکس
 پہلا چانس کی سڑک کی جیت ہے

تو فرہن امریکن فاکوں میں سے مارک اسپیکس کا وہ ایسا قابل تھا جو سفید
 فاکوں سے نفرت کرتا تھا اور اپنے آپ کو بدترین نسلی تعصب کا مظاہر خیال کرتا تھا اس

کا نام سوہرے لوگوں کی فہرست میں اس لیے شامل کیا گیا ہے کہ اس نے سلیمہ کو قتل کیا۔ اس نے اپنے اس یقین کا بار بار اعلان کیا کہ اس کی سزا کا اولین مقصد سفید قوم لوگوں کا قتل ہے۔

7 جنوری 1973ء کو ہارلڈ جینسن سولہ کچھ کی جھوٹ پر اپنی موت سے نفرت پہلے اس نے ایک خوفزدہ ہوٹل کی سیاہ قام ملازمہ سے کہا کہ وہ اپنے قتل کے بدلے میں پریشان نہ ہو۔ "یہ ایک انقلاب ہے۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں تم کو لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا رہا۔ مجھے سفید قوم لوگوں کی ضرورت ہے۔ میں صرف سفید قوموں پر گولیاں داغ رہا ہوں۔"

جھوٹ پر چڑھنے سے پہلے اس نے کچھ ہوٹل کے کمروں کو آگ لگا دی تھی۔ لوگ کھلی جگہ پر کھل آئیں۔ چند دن خوشتر اس نے دو کاٹھنیل قتل کئے تھے ایک کو اس نے پولیس کی حالات میں مارا تھا جبکہ دوسرے کو گھام میں گھات لگاتے ہوئے مارا تھا۔ پولیس کے ایک تجزی سے گولیاں برسانے والے فرد نے ایک ایلی کھڑے ہیکس کو گولی کا نشانہ بنایا۔ دوسرے سپاہیوں نے پوری مشین گن ہی اس کے جسم پر کھڑی۔ اس کی دھڑکی تھمک تقریباً اس کے جسم سے ٹپھہ ہی ہو گئی جبکہ اس کی لاش کی لاش سے کافی دور جھوٹ کے اوپر ٹپھہ پڑی ہوئی تھی۔ ہیکس نے کل نو افراد کو چائیں لیں۔ سات افراد تو اس نے جھوٹ پر مارے جبکہ گیارہ کو اس نے شدید زخمی کیا جس میں وہ جاہل نہ ہو سکے جبکہ باقی نو موت کے منہ سے نکالے۔

مارک ہیکس ایچوہا "کس" میں 1949ء میں پیدا ہوا۔ یہ چھ ماہ سا تھوہا تھوہا پر نازاں اور نسل تعصب سے پاک ہونے پر فخر رکھتا تھا۔ اس کا ایک گوشہ کرتے کرنے کے ایک پلانٹ پر فورسز تھا جبکہ اس کی بائیں سکول کوٹر تھی۔ ہیکس کا وہابی غرضیوں سے سرشار تھا۔ اسے نسل تعصب کی طوطی ہوا نہیں لگی تھی۔ وہ جت جت نہیں تھا۔ امریکہ میں بہت سے سیاہ قام امریکن یہاں اور ساتھ کی دہائیوں میں رہ رہے تھے۔ ہائی سکول کی تعلیم کے دوران ہیکس بھی سفید قام اور سیاہ قام لوگوں

تھوہا تھا۔ اس میں ہیکس کی جی سی سے جب ہیکس کو نسل تعصب کا سامنا ہوا تو وہ بالکل ہی بہت رو گیا۔

1969ء میں ہیکس امریکہ کی بحریہ میں شامل ہوا۔ اس وقت اس کی عمر 19 سال تھی اور وہ وائس کا شاگرد ٹیکنیشن تھا۔ اگرچہ اب حالات مختلف ہیں لیکن اس وقت اس میں نسل تعصب حملے کے لیے تیار کھڑا تھا۔ ہیکس کے ساتھی علاج خاص طور پر اس سے مراد میں بڑے 'نوجوانوں کو متواتر دتی کرتے تھے۔ جب بھی کیمپ کے صدر اس سے 'موز پر گزرتے تو سفید قام محافظ آمرانہ طریقے سے اس سے رجسٹریشن کے کافر اور لائسنس طلب کرتے۔ جان بوجہ کر دہ کرتے جبکہ وہ سفید قام ساتھیوں کو اس کی شہادت کے بغیر ہی گزر جانے دیتے۔ بعض اوقات سفید قام محافظ اس کی گاڑی کے پتھروں کے نیچے اکھاڑ دیتے کہ وہ ممنوعہ اشیاء تلاش کر رہے ہیں لیکن حقیقتاً ہیکس کو مارنے کے لیے یہ سب کچھ کرتے تھے۔

اسی روکا لوکی کے دوران ہیکس اپنے ایک سفید قام چھوٹے امیر سے الٹ پڑا۔ اسے مسلم ہوا (خاص طور پر اپنے آخری طور کے حالات سے) کہ سفید قوموں کو جسمانی طور پر بڑا کر اسے بہت زیادہ تسلی اور مطمئن ہوتا ہے۔

1970ء میں ہیکس کا ایک احسان لیا گیا اور اس کی ٹاپ اسے بحریہ سے ہٹا دیا گیا۔ اسے دیا گیا تھا کہ اس کے فراموشی کے کائنات میں "ہامزوں کھڑا" لکھ دیا گیا تھا کہ اس کا کھڑا ہی اس کی برطرفی کا بیان تھا۔ اب ہیکس قانونی پابندیوں سے آزاد تھا اور اس نے ایک فیملی بنائی اور اس فیملی نے اسے گھم کا قاتل بنا دیا۔

ہیکس نے ہارلم "نہ ہارک" کا سر کیا۔ وہاں وہ "ٹاپ" "مقرر" نامی تعلیم کے سکول سے ملا۔ یہ احتجاجاً سفید قام حکومت کا خاتمہ چاہتے تھے۔ نسل پرست حکومت کے خلاف اس نے ہیکس میں ایک پر جوں طالب علم اور اپنا عالی پایا۔ اس نے ان کا پورا خیال لیا اور جب 1971ء میں وہ وائس کس اس آڈیو نسل تعصب سے بھرا ہوا ایک آگ لگانے والا صندوق تھا جس میں خود لگا ہوا تھا۔



رچرڈ سپیک

(1941ء تا 1991ء)

”آج کی رات خوب سو“ آپ کا قوی حافظہ جاگ رہا ہے۔“

نرسوں کے گھر میں ایک اشتہار

”جہنم پر پا کرنے کے لیے پیدا ہوں۔“

رہا سیک کی کالی ٹیٹو

”اگر وہ مجھے جانتے نہیں تو وہ میرے ساتھ کیا کریں گے؟“ وہ مجھے کسی غول

میں رہیں گے۔

رہا سیک نے یہ سننے سے پہلے کہا کہ اسے برقی

کڑی پر غصا ہوا ہے۔

”میری مدد کرو، میری مدد کرو، میری مدد کرو۔“ کوئی مرچا ہے میں ہی اس

اپنی مثال میں زندہ ہوں۔ میرے سب دوست مر چکے ہیں، مر چکے
ہیں۔ مر چکے ہیں۔ صرف میں ہی زندہ ہوں۔ وہ خیال۔ صرف تو ہی
ہے۔ میرے دوست مر چکے ہیں۔“

کہا ان امریکہ۔ سیک کے غلے میں
کے جانے والا دماغ نہیں

میں سال مر ہونے سے پہلے وہ دس مرتبہ گر لگا ہوا چکا تھا۔ جب اس کی عمر 25
سال ہوئی تو جب تک وہ 37 مرتبہ گر لگا ہوا چکا تھا۔

13 جولائی 1966ء سے ابتدا کر کے 14 جولائی صبح تک رچرڈ سیک خوفناک
درجے سے آٹھ طالبات نرسوں کو ان کی قیام گاہ جنوبی فلوریڈا کی ہسپتال میں قتل کر چکا
تھا اس نے سات لڑکیوں پر جنسی حملہ کیا نہ ہی ان سے لواطت کا سلوک کیا تاہم اس نے
ایک طالبہ نرس سے یہ سب کچھ کیا اور متعدد آمر طریقوں سے کیا۔ اس ایک طالبہ نرس نے
اسے اس کی ساجھ بیوی کی یاد دلائی تھی۔

رچرڈ سیک 13 جولائی کو میاں بیٹے مات باورنگی خانے کی کمزری کی راہ نرسز
ہم میں داخل ہوا اور خاموشی سے سیر میاں چڑھ کر دوسری حوز تک جا پہنچا۔ اس وقت
تک سیک سارا دن شراب نوشی کرتا رہا تھا اور ایک علاج سے ایک دہائی جس کی بھی
طاقت نہیں ہو سکی لے کر اس کا ٹیکہ لگایا تھا۔ سیک نے پولیس کو بتایا کہ انہوں نے ایک
خارج کر دیئے دہائی سرخج میں ایک پول سے دھاک کر اسے دی تھی اور پھر وہ باہم ہٹنے پھٹنے
لگے۔ میں نے اپنے ہاتھیں بازو پر دھال ہاتھ اور سرخج کو جسم میں گسید دیا۔ تمام راستہ
میں تک کہ میں نے سرخج کی سوئی باہر نہیں نکالی ایک جھنجھٹا ہٹ محسوس کرتا رہا۔ بعد میں
سیک نے یہ بھی بتایا کہ اس کو قتلوں کے بارے میں کچھ یاد نہیں وہ شراب اور ٹیکے دہائی
مکان کی زیر اثر تھا۔

جب سیک دوسری حوز پر پہنچا تو اس نے خواہاں کا دھارہ نکھٹایا۔ کہلاؤں
میں وہ اس کی دو ساتھیوں نے جواب دیا۔ سیک نے ان کو ایک گن اور ایک چاقو دکھایا
کہا: ”میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا جس تمہیں صرف باغیوں کا۔ مجھے صرف



چارلس مینسن

(1934ء تا)

"میں نے اپنی ہجرت کو خوش کی ہے کہ تم لوگوں کی دنیا کے ساتھ چلوں اور
اب تم ہی مجھے ماننا چاہتے ہو۔" "ہاں" میں تو پہلے ہی مردہ ہوں۔
میری زندگی ہی مہیا رہا ہوں۔"

چارلس مینسن۔ اپنے قتل کے دوران
"میرے کر اپنے گروں کو لے گا اور اپنے بچوں کی حفاظت کرے۔"
مینسن کے کہنے کے اثرات۔ سون بکھو

"میری ایک فریڈی کہی۔ تم کون ہو؟"

نکس وائس۔ وی ایبل

شیرطان ٹیڈ اس کے پیدا ہونے والے بچے کو من پر لاسکی کو۔ یعنی میں

اگلے موسم بہار میں سیکک پر مقدمہ چلا۔ امریکا نے اس کے خلاف مجرم
ثبات دی۔ جیوری نے 49 منٹ سزا پر غور و خوض کیا اور اسے برقی کرکے کے اپنے
موت کی سزا سنائی گئی۔ اس کی آنکھوں کے دھن موت کی سزا پر پریم کھٹ نے پتھر
لگا دی چنانچہ سیکک کو دوبارہ 400 سے 1200 سال تک کی سزائے قید سے مرمت سے
سنائی گئی۔

1978ء میں سیکک نے ادیب باب گریٹ کے سامنے اعتراف کیا کہ واقعی میں
نے وہ سب کچھ کیا تھا جو اس سے منسوب کیا جاتا ہے۔ "ہاں۔ میں نے ان کو مارا۔
ان کو گہرے زخم لگائے اور ان کے گلے کھونٹے۔"

یہ اقبال بیان گریٹ کی 1983ء کی کتاب "ہیریکن جٹ" میں موجود ہے۔
سیکک 1991ء میں 49 سال کی عمر میں دل کے شدید دھبے کے باعث
ہلاک ہوا۔ اس کی موت کے چار سال بعد 1988ء میں نیٹلی جانے دہلی ایک ڈاکٹر
جیل ہی سے برآمد ہوئی جوئی۔ وی انیشنوں نے تشرکی۔ نیپ میں دکھایا گیا کہ سیکک
کو کین لے رہا ہے اور اپنی ایک سیاہ قام محبوبہ سے محو اختلاط ہے۔ نیپ میں یہ بھی دکھایا
کہ سیکک نے نیپ رنگ کی "مٹی" مٹی ہوئی ہے اور اپنی زبان چھاتیوں دکھا رہا ہے جس
سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جیل کے اندر وہ نہ صرف کو کین لے رہا تھا بلکہ اس کے اندر نسلی
بار موز بھی نشوونما پا رہے تھے۔

☆

مذکورہ قتلوں سے پہلے چارلس مہسن اور اس کے متعلقین مہسن سٹا کے قریب رہے تھے۔ مہسن نے کرائے کی چھوٹ کی خاطر اپنی لڑکیوں میں سے ایک کو چارلس مہسن کے ساتھ اس کی طلب اور مرضی کے مطابق باہم اغوا کی حمایت کر رکھی تھی۔ انہی دنوں چارلس مہسن نسلی تفرقات کی جنگ کی فلاحی میں نمایاں حصہ لگا۔ اس کا یقین تھا کہ سیاہ فام ہلا خری بھار ہوں گے اور وہ تمام امریکن شہریوں پر ایک خونی انقلاب کے نتیجے میں قابو پائیں گے۔ قتل کے کیڑوں کی "عامت اہم" سے سہل سہل کا لفظ اس خونی انقلاب کے لیے نکالا۔ وہ یہ بھی یقین رکھتا تھا کہ وہ بذات خود ایک فرشتہ ہے اور جب وہ لاس اینجلس کو اپنے ایک لاکھ چالیس ہزار اطوار کے کنبھل کے ڈسپے وہیں لے لے گا تو پھر اسے موت کی دلدی میں چپے ہوئے شہر جس میں درد جوہر ہیں جس میں ہونے کی اجازت دی جائے گی۔

مشیات 'مالی تفرقات' قلم و جبر' عمومی عمل اور آزاد مہسنی ہے وہ وہی کے مرکب خیالات و اعمال سے مہسن اپنے دیوکاروں میں ایک دھمائی ہستی تھا وہ اسے دیوتاؤں جیسی توانائیاں حاصل تھیں۔ اس کے احکامات تسلیم کئے جاتے تھے اس کی لڑکیوں میں سے ایک اس کی جوازہ موت بھل ملا جیتوں کا پر چار کرتی تھی جن میں سے ایک فضول قصہ یہ تھا کہ چارلس مہسن کا عضو خاص کاٹ دیا گیا لیکن وہ دوبارہ فوراً آگ آیا۔ ایل۔ ایس۔ ڈی کے لٹے کے باعث اس کے دیکھے گئے قصبات 'خیالات' وہ دیکھے اس کی قوتوں کی شہادت تھے۔

لیکن چوڑی تحقیقات کے بعد چارلس مہسن کے اختیار کردہ تمام ماسے مہسن سٹا کی سمیت پہلے اور دسمبر 1969ء کو اسے اور اس کے دیوکاروں کو گرفتار کر لیا گیا۔ چارلس مہسن 'چارلس' 'لیکس' 'ماٹ سن' وغیرہ لٹاکرینگی 'سون اپنی کن اور لٹاکرینگی' ساتھ قتلوں کی فرد جرم اور قتلوں کی سازش کی ایک فرد جرم مائدہ کی مکی جبکہ لیسی 'دون میلان' 'دون قتلوں اور ایک قتل کی سازش تیار کرنے کا جرم مائدہ کیا گیا۔

مہسن جب بحالت میں پیش ہوا تو اس کی پیشانی پر ایکس کا حرف 'X' کھسا ہوا تھا۔ جب وہ عدول پر رہائی کے لیے پیش ہوا تو اس پیشانی کی بجائے باری اوم کا نشان ہوا تھا اس کی پیشانی پر تھا۔ سامت کے دوران ہی وہ خاص دھل اٹھایاں اور خود غریب ہوتا

جس میں جج پر چٹا چلا تھا اور اپنی دیوکار موتوں کو لاطینی میں بکھو گائے گائے کہتا تھا۔ جس میں سے ہر کوئی قتل کے جرائم میں ملوث ثابت ہوا اور ہر کسی کو موت کی مرہون بنیں معاشرے کو مہسن اور اس کے خاندان سے پاک نہ کیا جاسکا۔ 1972ء میں کیفر بنانے سزائے موت کو آٹھویں طرہ پر ختم کر دیا لہذا سب مہرموں کی سزائے موت عمر قید میں تبدیل ہوگئی۔

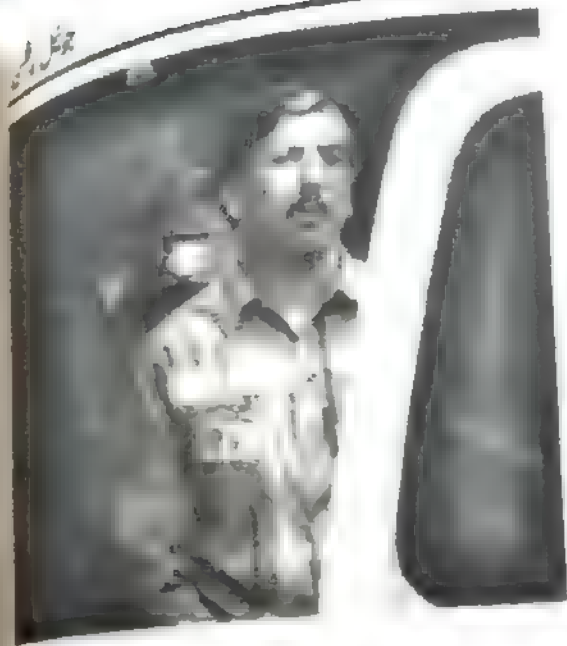
اس وقت تک امریکن تاریخ میں مہسن کا مقدمہ سب سے طویل تھا۔ یہ سزائے نوادہ چلا رہا اور جیوری اس پر 228 دن غور کرتی رہی۔ لکس دہندہ مہام کے دس لاکھ ڈالرز پر خرچ ہوئے جبکہ 80 لاکھ اغوا رقم ہوئے۔

کہا جاتا ہے کہ آج کل مہسن کے نام جو ڈاک آتی ہے وہ کسی بھی امریکن لہری سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس پر ہمیں بتائی گئی ہیں۔ دستاویزی فلمیں بھی موجود ہیں اور اس سے حلق کتب بھی موجود ہیں۔ اسے اپنے خاندان کے لوگوں کو جو بکھو کرنے کو کہا اسے 'مہسن کے گیت' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

سون مہسن کے مطابق شیردن لہد لالہ لالہ وغیرہ کا قتل وہ اصل شہرت عام اور بڑے دام رکھنے والی ہستیوں جیسے رچرڈ برن 'لریجہ ٹیلر' فریک سٹار 'سٹیو میک کین' اور ہم جوز وغیرہ کے مجوزہ قتلوں کا پیش نمونہ تھا۔ مہسن کے دیوکاروں کے خاندان کا یہ لوگ لٹائی دہل تھے۔ فریک سٹار سے حلق ان کا پروگرام تھا کہ جب وہ اپنے گائے ہوئے گیت سن رہا ہوتا تو اس کی زبہ حالت میں کمال اتاری جاتی۔ اس کمال کے پس بنائے اور بچے جاتے۔ لریجہ ٹیلر کے چرے پر "مہلر سکولر" قتل کیا جاتا اور پھر اس کی آنکھوں کو نکالا جاتا۔ ان آنکھوں کے ساتھ مرجان میں رچرڈ برن کے جسم سے ملے ہوئے کیا ہوا عضو خاص نکالا جاتا اور مرجان اپنی لٹاکرینگی جاتا۔ ہم جوز کا گناہ جاتا 'مگر تب جب سون مہسن اس سے ہنس طرہ پر لٹاکرینگی باب ہو جاتی تھی۔

چارلس مہسن اور اس کے کسی دیوکار (جن کو وہ اپنا خاندان کہتا ہے) کو عدول بار مہسن کیا گیا۔





جوئیل پر فکین

(1959ء تا)

"ایسی بھی مائیں تھیں کہ میرے ساتھ ایک سے لہجہ لاکھیاں ہونگی۔ ایک لڑکی تو عمری سے چلتی رہا ہوتی تھیں۔ میری موت کے ساتھ فکین ہو جاتی۔"

جوئیل رگن

"معاذ اللہ! وہ لڑکی بڑی اور بڑی لڑکی کے مثل تھی۔"

مرکزی دیکل فریڈلین کا اہتمام میں

لیو یارک کی تاریخ میں جوئیل رگن بدترین سلسلہ وار قاتل کے طور پر شہرت رکھتے ہیں۔ آج کل وہ 30 سال کی تھیں اپنے جرائم کی پاداش میں کالٹ رہا ہے۔ جوئیل رگن نے چار سال کے عرصے میں سترہ عورتوں کو قتل کیا۔ ان عورتوں کے

جوئیل رگن کی لاشوں کو جنگلی جانوروں کے نوچے اور حشرات الارض کے کھانے کے لیے چھوڑ دیں۔ کچھ کو اس نے کئی دن تک اپنی ماں کے ساتھ رہنے والے گھر کے دروازے پر رکھا۔ کچھ کو وہ اپنی ماں کی کار کی ڈکی میں رکھتا اور قصبے میں بھر بھر لے جاتا تھا۔ آکر وہ وہاں کو کہیں لٹکانے لگانے میں کامیاب ہو جاتا۔ ایک مرتبہ تو اس کی ماں اپنی کار میں غریب و

زحمت کرنے باز رہی جبکہ اس کے بیٹے نے ڈکی میں ایک لڑکی کی لاش رکھی ہوئی تھی۔ جوئیل رگن بلا غور فکر ہوا کیونکہ اس کے ڈک پر لائنس پلٹ نہیں گئی ہوئی تھی۔ اس ڈک میں اس کے آخری فکیر لکائی برقی آبی کی لاش ایک تریل میں پلٹ کر رک کے فرش پر رکھی ہوئی تھی۔ جب پولیس کے تعاقب پر اس نے ڈک کو تیز چلایا تو لاش کو دیکھ کر کھانپ کر ہلک سا سننے ہی آگئی۔ جب پولیس نے جوئیل کو گرفتار کیا تو اس نے اپنے جینوں پر ہاسٹریا کریم چارون کی گھٹی سڑتی لاش کی بدولت سے بچنے کے لیے لگا رکھی تھی۔

رگن ایک لے پالک بچہ تھا اور سکول میں دبا دبا رہتا تھا۔ اس پر بار بار رعب لگتا جاتا تھا اور اسے لڑکیوں سے ملنے میں جبری ہوئی۔ اس میں جبرانی کی کوئی بات نہیں کہ اسے اپنے جذباتی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے طوائفوں سے رجوع کرنا پڑا اور پھر بدھ ہی اس نے ان کو قتل کرنے کا وعدہ شروع کر دیا۔ اس کا پہلا فکیر ایڈز کی مریدہ عیادت کی عادی ایک طوائف تھی جو اپنے آپکو سوزی کہتی تھی۔ رگن نے اسے ختہوں کی لڑائی میں استعمال ہونے والی گن کے 12 پٹے کے خالی ٹیل سے اتار دیا کہ وہ مرنے کے قریب ہی ہوگئی پھر اس نے اس کا گھبرا کر کام تمام کیا۔ "میں اسے دیکھوں ہاتھوں سے میں ہل کے صدمہ کی بات نہ رہا تھا۔" اس نے اپنی زندگی کے حالات کھینچے والے ملاوی ک کو بتایا: "اس طرف سے 'لوہ' کی طرف 'لوہ' سے بچے کو۔ مختلف سہولتوں سے۔ مجھے اپنے لوہ جیٹ نہ رہا تھا۔ میں نے اس وقت ششما پہن کر کہا جب میں تھک گیا۔"

رگن نے سوزی کی لاش کو کڑا کر کٹ رکھنے والے تھیلے میں ڈالا اور اسے کھینچا اور خانے تک لے گیا۔ پھر وہ تھوڑی دیر سوچا۔ جانتے پر اس نے قتل کے گھوٹے کرنے کا سوچا۔ اس نے ایک انیس ایکٹو چاقو لیا اور پہلے اس کا سر تن سے جدا کر کے اسے ایک

پینٹ کے لہجے میں رکھا۔ پھر نہیں کس خیال کے تحت اس نے پہلے اس کے گھر
 لائے۔ پھر مختلف اصحاب طیحدہ طیحدہ کر کے ان کو قہقہوں میں بند کر کے جنگلی علاقے میں
 لے گیا۔ سر کو کہیں پھینکا اور باقی دھڑ کے کچھ حصے مشرقی دھارا میں پھینکے۔ ایک ہفتے بعد
 سوزی کے سر والا اب گولف کے کھلاڑیوں کے ہاتھ ۵۔
 رگن کے دیگر سولہ افراد معاشرے کے نامیوس ترین 'تکلیف دہ' اور کمرہ زین
 پہلوؤں کا نقشہ پیش کرتے ہیں۔

مولیٰ بلیک بڑا بھی ایک طوائف قحی جسے اپنے پہلے قتل کے آٹھ ماہ بعد رگن
 نے ہلاک کیا۔ اس کو جان سے مارنے کے لیے اس نے ٹوٹی ہوئی مہر کی ٹانگ اور آبی
 سے کٹا ہوا ہیٹ استعمال کیا۔ اس کی لاش کے ٹکڑے بھی اس نے دفنانے ہی میں کچے
 اب کے اس نے لاش کے ٹکڑے سہت میں رکھے اور ان کو سوکھنے دیا۔ رگن نے بتایا کہ
 وہ پہلے تو لاش کی سہ جڑی کرنے کا سوچتا رہا لیکن پھر اس نے اس خیال کو بیکر ذہن سے
 نکال دیا۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ وہ دھڑ کے استعمال کے چاقو سے کس طرح انجم
 سے سر کو طیحدہ کر لیتا تھا تو اس نے بتایا کہ اگر چاقو یا ہوتا اس کے پھل کو دھیان ہی سے
 استعمال کیا جائے تو کام چل سکتا ہے۔ اس نے پھر انہی دھنوں کو کانٹے کی ترکیب بھی
 بتائی۔ پھر بتایا کہ وہ کس طرح ریڈ وڈ کی ہڈی کے نوپر سے کرکی ہڈی میں سے کاٹا تھا۔
 رگن کی داستان سننے کے بعد ہلاڈی جی نے 2001ء میں لکھا: 'جس نے کئی
 دفعہ یہ محسوس کیا کہ میں ایک جسم برائی کے دہرہ ہوں۔ میں نے ہمیشہ اس بات پر یقین
 رکھا تھا کہ جسم برائی کہیں بھی موجود نہیں ہے۔'

بلیک بڑا کا دھڑ رگن نے ایک دفعہ کے کریم میں رکھا اور اسے ڈس ہائی
 دیا میں بہا دیا۔ جبکہ اس کے بازو اور ٹانگیں اس نے بڑوں کی ٹیڈ میں پیچک دیے۔
 رگن نے اپنی سولہ کھینے والے کو یہ بھی بتایا کہ اسے لاش کے ٹکڑے اس کو پیسنے کے لیے
 کرنے پڑتے تھے۔ قتل کرتا تو آسان ہے مگر اسے سنبھالنا بہت مشکل ہے۔
 قتل کے اس دھڑ کے دھان ۵ طوائفوں سے ملتا رہا۔ اس نے سب کو قتل
 نہیں کیا ۵ ان سے اپنا مطلب ۵۵ اور پس۔ جب کچھ بچوں کے لیے اس کی لاش کھانا
 چلی جاتی تو جب وہ جس طوائف کو گمراہا اسے ہی جان سے مارنا۔ قتل کرنے اور لاش کے

جنگ ۵ ۵۔
 گھر کرنے کا سلسلہ وہ گھر کی چار دیواری ہی میں کرتا۔
 اس کا تیسرا قتل 31 سالہ ہارما جیکب قحی جو طوائف قحی اور غشیات کی
 جانی بھی۔ رگن نے اس کی لاش کو ایک پلاسٹک کے تھیلے میں بند کر کے گتے کے
 لہجے میں دھپائے ڈس کے سپرد کر دیا۔ اسی دن آگ بجھانے والا ٹھہر دیا میں مطلق کر رہا
 لہجے میں دھپائے ڈس کے سپرد کر دیا۔ اسی دن آگ بجھانے والا ٹھہر دیا میں مطلق کر رہا
 قاتلہا چھ گھنٹوں بعد ہی ہارما کی لاش پولیس کو مل گئی۔

قتلہ نمبر 4 سے لے کر نمبر 16 تک میری این ڈی لوسا کی عمر 22 سال کی قحی
 جبکہ ہان لی طوائف اور غشیات کی رسیا کی عمر 31 سال قحی۔ جین اور جسے اس نے جیسی
 قتلہ کے دوران ہلاک کیا اور جس کی لاش کو ایک ڈرم میں ڈال کر دھپائے ڈس کے
 قتلہ کیا۔ 28 سالہ لورین اور یونیم پاگل 'نقشی اور طوائف قحی' میری این ہولین 38 سالہ
 ایک بارہ کو 'نقشے کی عادی طوائف اور جس کی شہادت ابھی تک نہیں ہوئی اور جس سے
 حق رگن کہتا ہے کہ اس نے اسے مارنے کے بعد قتل کے ڈرم میں ڈال کر پیچک دیا
 جبکہ 28 سالہ شائز کو اس نے ایک دھیان طائے میں غالیے میں لپیٹ کر پیچک دیا۔ ایسا
 دھڑ 33 سال کی قحی اور سولہ سی طوائف قحی جسے رگن نے زہانی زہانی محبت کرتے کھ
 ہار کر ہلاک کر دیا۔ ڈاکٹر لوٹل کی عمر 21 سال قحی۔ اس کو قتل کرنے کے بعد رگن نے
 عسقل میں بند کرنے کے بعد دھپائے ڈس ہی میں بہا دیا۔ میری کیتھرائن ولیم جو ہنسلے
 کے قتل میں تالیاں بھانے کا اشتہار دینے والی ہوا کرتی قحی 'جینی سلو کی عمر 23 سال قحی'
 دھیان مارکو کیز سب لشی طوائفیں جسیں جبکہ یہ ایڈز 28 سالہ ایک جی کی لڑکی قحی۔ یہ سب
 رگن کے ہاتھوں موت سے ہم کنار ہو گئیں۔

اپنی گرفتاری پر رگن نے کہا اچھا بھلا بھلا کیا۔ اگر وہ بھلا نہ جانتا تو قتل کرتا۔
 غالب انداز بھی نہیں رہتا جانتا لیکن قصات کے دھان ۵ قلم ہونے سے انکاری ہوا۔
 اس کی سولہ جہات کھینے والے کے مطابق وہ اس بات پر خوش تھا کہ پولیس
 اس کے خلاف سولے ایک کے کوئی قتل ثابت نہیں کر سکی اور اسے صرف 25 سال قید کا
 حکم۔ پھر قریب قریب میں دھشت گردی کا دھان ہوا جس نے رگن کی سہیلیوں کو کہنا
 لیا کہ وہ ۵۵ سولہ کی عمر قید بھگت رہا ہے۔

84



سام کا بیٹا

(1953ء تا)

"میں خود کو ایک باہر کی نئی محسوس کرتا ہوں۔ میں دھڑوں سے لڑوں کے
تعلق قائل نہیں۔ میرا نقل کرنے کا ہر گرام ہے۔ مجھے دکنے
کے لیے آپ کو مجھے ملنا ہوگا۔ تمام پولیس تھوڑے کرے۔ پہلے مجھے
گولی مارو۔ مجھے مارنے کے لیے مجھے گولی مارنا پڑے گا۔ وہ وہاں
بھرت خود مر جائے گا"

ایسا برکھڑ کی طرف سے کچھیں جھڑپ پھڑپائی کو ط

"میں نے وہ تمام بنائیں کر لی ہیں جو ایک مہاش کر سکتا ہے"

اگست ۱۹۵۰ء کے ایک خط سے انھیں سام کا بیٹا

برکھڑ نے ایک نو جوان شیطان کریم کو لکھا

سام کا بیٹا برکھڑ "سام کا بیٹا" لکھا گیا ہے اس کی بھی ایک جگہ ہے۔
"میں نے اسے اور دل کی تمام گہرائیوں سے اس بات پر یقین رکھتا ہے
کہ میں اسے نفسی طور پر متعلق ہے جس نے جب نقل کیے تو "سام کے بیٹے"
"سام کا بیٹا" ہے۔ یہ جبکہ وہ "سٹیوین اسٹائی کولٹ" نو پارک سے استفادہ کرتے
ہیں۔ سام کی قید گزرا رہا ہے تو وہ سام کے کڑوؤں پر شدید محاسن محسوس کرتا

برکھڑ کی اب اپنی ایک ویب سائٹ www.isolothope.com ہے جس پر
اپنی ذاتی نجات کے بارے میں بات چیت کرتا ہے اور اپنے دو جانی احترام کے طور پر
اس کو کسی قسم کے باطنی علم کے فرقے میں پھنس جانے سے خبردار کرتا ہے۔ لیکن وہ
یہ نہیں سمجھتا ہوا لیکن پختہ خیال تھا کہ ایک یا زیادہ ہونے والے سام کے بیٹے
تو کسی شیطانی فرقے کا کام تھا۔

ایک وقت وہ تھا کہ برکھڑ نے ۴۴ کلیمبر مل ڈاگ ریپلور استعمال کر کے
۱۹۷۰ء کے اواخر میں سارے نو پارک میں خوف و ہراس پھیلانے کی کوشش کی لیکن اب
اسے عینیت کے استعمال سے عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق کٹارے کی باتیں کرتا ہے
اور گردی دنیا میں لوگوں کو بتاتا ہے کہ کچا بھاتا ہے۔ اپنے خوفناک اعمال کو برائی
وقت کا کیا دھڑا بتاتا ہے۔ اس طاقت نے اس کو قہر کر دکھا تھا اور اسی کے کہنے پر وہ
کام کرتا تھا۔ وہ لکھتا ہے "میں قطعی طور پر قائل ہو چکا ہوں کہ میرے ذہن میں کچھ
جنت داخل ہو چکی تھی۔" وہ اپنے آپ کو "سابقہ پراسٹر شیطان" بھی کہتا ہے۔

اب برکھڑ عیسائیت کا پرچارک ہے۔ اسی نے ایک پارک کے ٹرک کے طور پر
کیا ہے اور ٹی۔ وی پر سبکی پروگراموں میں شمولیت اختیار کرتا ہے۔ جنیل سی سے اس
کا خلا و کتابت کے ذریعے مسیحیت کی تبلیغ کی انجینی کام کر رہی ہے۔ اسے یہ بھی یقین
تھا کہ اس نے اس کی تمام "کڑوؤں" کے حوالے سے اسے معاف کر دیا ہے۔

ان تمام بد چلن لوگوں سے جن کا اس کتاب میں ذکر ہے "سام کے بیٹے" کی
طریقہ کی نیرست لہذا کہیں کم ہے مگر بھی چھ لوگ اس کے ہاتھوں موت کا شکار ہوئے اور
موت شدید ڈھکی ہو کر مر رہے کے لیے مظہر ہو گئے۔ تاہم نو پارک شہر میں ۱۹۷۶ء تا

1977ء میں اس نے جوقتل کا سلسلہ قائم کیا وہ لوگوں کو بخوبی یاد ہے کیونکہ اس نے پہلے محض قتل برائے قتل کئے۔ ان کا کوئی مقصد نہ تھا، پھر وہ اپنی مرضی سے لوگوں کو قتل کرنے خوشی محسوس کرتا تھا۔ اس کی گرفتاری کے بعد اس کا یہ مقولہ کافی عرصے تک زبان زد عام رہا: ”میں ان کو دکھ نہیں پہنچانا چاہتا تھا میں تو ان کو جان سے مارنا چاہتا تھا۔“

سام کے بیٹے کا طریق کار بڑا ظالمانہ اور سرد مہری کا تھا۔ وہ اپنے غیب زد تک پیدل چل کر پہنچتا خواہ وہ کھڑی کی گئی کار میں ہوتے یا گلی میں پیدل چل رہے ہوتے یا وہ کسی اونچی جگہ پر بیٹھے ہوتے۔ وہ اپنا 44 کیلبر ہل ڈاگ پستول (جو اکثر ایک خاکی کاغذ میں لپیٹا ہوتا) نکالتا اور نزدیک سے ان کی چھاتی یا سر کو نشانہ بناتے ہوئے پوری گولیاں داغ دیتا۔ درجنیہا نے ایک کتاب اپنے چہرے کے آگے کرتے ہوئے اپنا چہرہ کرنا چاہا لیکن برکوز نے کتاب ہی میں سے گولیاں پار کر دیں اور وہ موقع پر ہی ہلاک ہو گئی۔ سام کے بیٹے نے پہلا قتل ڈونا لاریا کا 29 جولائی 1976ء کو کیا جبکہ آخری قتل سٹیسی ماسکوز کا 31 جولائی 1977ء کو کیا۔

جولائی 1979ء سے جولائی 1977 تک تیرہ ماہ کی خونی رنگ راہیں ذیل کے گوشوارہ میں پیش کی گئی ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کسی ناچ کے منظر کی تان ڈسکو ہسٹل ہوتی تھی اور ایک ڈنسی مریض ”44 کیلبر قاتل“ نے ملکوں کو خوفزدہ کر رکھا تھا۔

1976ء

| | | |
|-----------|---------------------|-----------------|
| 29 جولائی | ڈونا لاریا قتل جبکہ | جوڑی دلیٹی ڈی |
| 23 اکتوبر | | کارل ڈیبارو ڈی |
| 27 نومبر | | ڈونا ڈی بیسی ڈی |
| 27 نومبر | | جینی لویجو ڈی |

1977ء

| | |
|----------|----------------------|
| 30 جنوری | کریمین فریڈ قتل |
| 8 مارچ | درجنیہا دس کرشین قتل |
| 14 اپریل | دیجیٹا سریانی قتل |

سالوینور لوپ ڈی
جوڑی دلیٹی ڈی
داریٹ دایلیٹ ڈی
سٹیسی ماسکوز قتل اور
برکوز کی شہرت بطور ”سام کے بیٹے“ کے اس طرح ہوئی کہ اس نے کم جون 1977ء کو نیو یارک ڈیلی نیوز کی کالم نگار جی بریسلین کو لکھا:

”..... میں نہیں جانتا کہ مستقل میں میرے لیے کیا ہے
میں الوداع کہوں گا اور تمہیں اگلی مصروفیت پر ملوں گا؟ یا مجھے یہ کہنا
چاہیے کہ تم اگلی مصروفیت پر میری سبک دتی ملاحظہ کرو گی۔“ سام کی
تحقیق 1944ء لاریا اور دلیٹی کے خون اور گٹر کے حوالے سے یاد
رکھئے۔“

سام جس کا ذکر برکوز نے اپنے خط میں کیا ہے اس کا ہمسایہ تھا جس نے
بہرے ڈور ریٹر پور کتا پال رکھا تھا جو مسلسل بھونکتا رہتا اور اس کی ”بھونک“ میں برکوز
شہین کی آواز میں سنتا جو اسے قتل کرنے کو کہہ رہی ہوتی۔

سام کے بیٹے کے قتل کرنے سے خوف و دہشت کا نیویارک شہر میں خوفناک
جوا کہ ہوا تھا لیکن اس کی گرفتاری اٹلیچن کی ٹیکس ادا کرنے میں لیت و سٹل جیسی گرفتاری
کی طرح بڑے ہی معمولی انداز میں ہوئی۔ وہ اس طرح کہ برکوز کی گرفتاری پارکنگ ٹکٹ
کو پکڑنے کی وجہ سے ہوئی۔ اس سادہ سی گرفتاری پر پولیس نے اس سے روایتی پوچھ گچھ
کی۔ برکوز نے سمجھا کہ وہ اپنے ”کارناموں“ کی وجہ سے گرفتار کیا جا چکا ہے لہذا اس نے
پولیس کو بتایا کہ وہ سام ہے۔

برکوز اپنے مقدمات کے دوران عجیبہ و غریب رہا۔ اس نے خود ہی کہا کہ وہ مجرم
ہے اس نے سام کے بیٹے کے حوالے سے ہونے والے تمام جرائم کو تسلیم کر لیا۔

ذیل میں 4 اگست 2001 کا برکوز کا ایک خط کتاب ہذا کے مصنف کے نام
ہے جو اس کے اپنے جرائم کے بارے میں احساسات اور کفارہ ادا کرنے پر مبنی ہے۔
تقریباً کو خود اختیار حاصل ہے کہ وہ اس خط کے مطالعے سے برکوز کے بارے میں جو
گائیں رائے قائم کریں (مصنف اس خط کو کتاب ہذا میں شامل کرنے کی اجازت دینے پر

بروز کا شمار ہے)

ذی قعدہ بروز کا خط

4 اگست 2001ء

ڈیڑ مسٹر وکٹ

مجھے آپ کا 17 جولائی کا لکھا خط ملا۔ میں آپ کے منصوبے کے بارے میں جان کر بہت متاثر ہوا۔ مجھے آپ کے خط کا جواب دینے کے لیے کافی سوچنا پڑا۔ اس لیے کہ مجھے سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی کہ میں جواب میں کیا لکھوں۔

کسی قسم کی کوئی کتاب جس کا تعلق ماضی سے ہے میرے لیے کوئی کشش نہیں رکھتی۔ میں یقیناً اس موضوع سے خوش نہیں ہوں تاہم میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ میری آج کی زندگی سے متعلق آپ نے اظہارِ دلچسپی کیا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ آپ خدا پر ایمان رکھتے ہیں یا نہیں لیکن وہ مجھ پر بڑا مہربان رہا ہے۔ جبکہ میں اس لائق نہیں تھا۔

جب 1976-77ء کے حادثات ہوئے ان کو اب چوبیس سال ہو رہے ہیں۔ پچھلی صدی کی آخری چوتھائی میں میری زندگی میں بہت کچھ بدل چکا ہے۔ بعض اوقات جو کچھ ہو چکا میرے اوپر ایک آئینی گرفت طاری کر دیتا ہے لیکن میرا یقین ہے کہ سچے مجھے محاف کر دیا ہے۔ آہستہ آہستہ میں ماضی پر حاوی ہو چکا ہوں۔ میں سیکھتا رہا ہوں اور اب بھی خدا کی معافی کو قبول کرنے کے بارے میں سیکھ رہا ہوں۔ بے شک معاشرہ مجھے کبھی محاف نہیں کرے گا اور میں اس حقیقت کا شعور رکھتا ہوں۔

میں جانتا ہوں کہ اب میرا دل پرسکون ہے۔ میں ان لوگوں کے لیے جن کے عزیز واقارب میرے ہاتھوں کو گئے اور ان کے لیے جن کو میرے ہاتھوں دکھ پہنچا اور ان دعا کرتا ہوں۔ واقعی ان کا درد اور غم ناقابلِ فہم ہے۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں ہمہ وقت اپنے اندر تجدیدِ یلیاں لانے کی کوشش میں مصروف رہتا ہوں۔ معاشرے کا میرے سر پر قرض ہے مجھے بہت سے مواقع ملے رہے ہیں کہ میں اندھیرے سے روشنی کی طرف اپنے سفر کی روداد اور مایوسی سے امید کی طرف اپنی مراجعت کا حال پریشان حال لوگوں کو بتاؤں۔

میں نے ان کے فوجی سہیلیں میرے خط سے آگاہ ہیں۔ میں ان کا شکور ہوں۔ میں نے ٹرینڈ سالوں میں بہترین لوگوں سے جڑیں کن غلطیوں میں کی ہیں اور میں نے ان کے فوجی طبقہ بھی ان غلطیوں کے حدودِ جہالت سے آگاہ ہوتا کہ ان کی جہالت

مسٹر وکٹ! میں پہلے یقین دہان سے کہتا ہوں کہ خدا نے مجھے ایک ہی زبان عطا کی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میں نے اپنی آخری سانس تک نیل کے اندر ہی رہتا ہے۔ اس بارے میں میں مطمئن ہوں۔ میرے دل میں ہر صوفیہ سے گزر رہا ہے۔ مجھے کوئی شکایت نہیں۔

نیل میں انٹرنیٹ کی سہولت نہیں اس لیے میں خود تو یہ پروگرام نہیں دیکھ سکتا لیکن اب پادری کوئی فیک اور نیویارک کے ایک دوست نے میری تصاویر بھی ویب سائٹ پر دکھانا شروع کر دی ہیں۔ تاہم معافی طلبی اور امید کا ایک سلسلہ لوگوں تک پہنچ رہا ہے۔

خدا آپ کا حامی ہو اور آپ اپنے منصوبے میں کامیاب ہوں۔

تھیں

ڈیڑ بروز

حرف آخر۔ آپ اس خط کو اس کے کسی حصے کو اور میری ویب سائٹ سے جو کچھ بھی چاہیں اپنی کتاب میں نقل کر سکتے ہیں۔



بروج قاتل

(آسمانوں پر 12 خیالی برج ہیں)

”میں لوگوں کو قتل کرتا ہوں کیونکہ یہ خاصا دلچسپ شغل ہے۔ یہ جنگوں میں جانوروں کے شکار سے زیادہ دلچسپ ہے کیونکہ انسان سب خطرناک جانوروں سے زیادہ خطرناک ہے۔ کسی کو مارنے سے میرے اندر کیف کی لہروں کا طوفان پیدا ہوتا ہے۔ یہ کسی لڑکی کے ساتھ محبت کی شکلیں چڑھانے سے بہتر ہے۔“

بہترین وقت وہ ہوگا جب میں خود مردوں گا۔ میں دوبارہ جنت میں پیدا ہوں گا اور جن لوگوں کو میں نے قتل کیا ہے سب میرے غلام ہوں گے۔ میں تمہیں اپنا نام نہیں بتاؤں گا کیونکہ تم مجھے اپنی زندگی کے بعد کی زندگی کے لیے غلام اکٹھے نہیں کرنے دو گے۔“

مروج قاتل کا خط جس سے حلق پر پھین سے کہا جاتا ہے کہ قاتل ہی نے لکھا۔

”مجھے سزا ہے۔“

مروج قاتل نے ٹی۔ وی ٹاک شو پر سرکاری وکیل میلون بلی سے کہا۔

کیا مروج قاتل اب تک زندہ ہے؟ شاید۔ یہ کوئی ناممکن بات تو نہیں۔ آخری بار جب مروج قاتل کی طرف سے کوئی خط آیا تو 1974ء کا سال تھا اور جب مروج قاتل کی طرف سے کسی قتل کی نئی خبر آئے چھ سال ہو چکے تھے۔ ہاں 1978ء میں بھی ”سان فرانسسکو کرائیکل“ کو ایک خط مروج قاتل کی طرف سے موصول ہوا لیکن اس خط کو قاتل کا خط تسلیم ہی نہیں کیا گیا بلکہ اسے ”غریب“ کہا گیا۔

1974ء میں اخبارات کو مروج قاتل نے چار خطوط لکھے جن میں اس نے اس وقت کی مشہور فلموں کا ذکر کیا جیسے ”دی ایگزٹرسٹ“ (اس خوفناک فلم کو اس نے طرہ حراج کی کامیڈی کہا اور لکھا کہ اس نے اس سے زیادہ اچھی کامیڈی فلم دیکھی ہی نہیں۔) پھر اس نے ”پیڈ لینڈز“ کو خطا یہ لکھا۔ ”دی میکاڈو“ کو اس نے آزادی دلانے والی فوج سے تعبیر کیا حالانکہ اس میں اپنی ہیرسٹ کو اغوا کرنے کی دھمکی تھی۔ اور اسی طرح کونٹ مارکو کرائیکل کے نام سے کالم تھا۔ مروج قاتل کا ہر خط یوں شروع ہوتا۔ ”یہ مروج قاتل لکھ رہا ہے۔“

ماہرین کا خیال تھا کہ میڈیا کی توجہ سے مروج قاتل کے خطوط کی اشاعت سے اور مزید خطوط کی طلب سے مروج قاتل کی انا کو تسکین ہوئی اور اس تسکین کی بجائے مروج قاتل نے اپنی انا کو ایک طرز نیاز کا چہرہ بنا لیا۔ اسے صرف قتل سے ہی خوشی نہ ہوتی بلکہ پولیس کو دھوکہ دینے سے بھی قتل ایک کھیل تماشا بن کر رہ جاتا اور وہ اپنے برے کاموں کو مزید برآباد ترین بناتا۔

مروج قاتل کے جرائم کیا تھے؟ دسمبر 1968ء سے اکتوبر 1969ء تک گیارہ ماہ کے عرصے میں پانچ اموات اور دو زخمی۔ پہلے پانچ افراد میں دو لڑکیاں سے نکلنے جوڑے

اور ٹیکسی ڈرائیور شامل تھے جبکہ دو ڈبوں میں بھی پندرہ سولہ برس کی عمر کے لڑکے تھے۔ بروج قاتل اس قدر سرد مہر تھا کہ وہ نو جوان لڑکے لڑکیوں کو کاروں میں بیٹھے موت سے باہم باتیں کرتے دیکھ کر ان کو اپنا شکار بناتا۔ اس نے ایک نو عمر لڑکی کو 19 اگست 1974ء کو گولیاں مار دیں۔ جبکہ بروج قاتل کا آخری شکار ٹیکسی ڈرائیور سر میں پشت کی جانب ایک گولی سے ہلاک ہوا۔ بروج قاتل نے اپنے دو شکاروں کو ہاندا ہوا پھر انہیں گولہ گرا کر قتل کیا۔ ایک نو عمر لڑکی جب اس کی گرفت سے نکل بھاگی تو اس نے اس کی کمر پانچ فائر کئے۔

بروج قاتل اپنے شکاروں کو موت کی نیند سلانے سے قبل انہیں دھشت زدہ کرتا۔ وہ جہنم سے آئے ہوئے شیطانوں کی مانند اچانک اندھیرے سے نمودار ہوتا۔ بعض اوقات وہ کالا گون اور سر پر کالا ہیٹ پہنتا۔ گولن کی چھاتی پر ایک سفید گول دائرے میں کراس بنا ہوتا۔ یہ گول دائرے کی علامت اس نے ان کاروں پر بھی بنائی تھی جس کے مالکان کو اس نے قتل کیا تھا۔

اکتوبر 1969ء میں ٹی۔ وی پر بات چیت کے پروگرام میں ایک نرم اور لڑکی جیسی آواز میں میلوں نیلی مشہور سرکاری وکیل سے بروج قاتل سے متعلق پوچھا تو بروج قاتل نے اندھیرے میں سے آواز دی کہ ”مجھے سرد ہے۔“ یعنی میرے سر میں ایک درد نہیں بلکہ کئی دردیں ہیں۔ دراصل اس جیلے سے یہ بتانا مقصود تھا کہ بروج قاتل کی منصوبے بنا رہا ہے اور اسے لوگوں کے قتل کے سلسلے میں کئی تداہیر سوچنا پڑ رہی ہیں۔ بعد میں میلوں نیلی کو ایک خط ملا جس کے ساتھ بروج قاتل کے پانچویں شکار ٹیکسی ڈرائیور کی خون آلود میٹھ کا ٹکڑا بھی تھا۔

1971ء میں بروج قاتل نے لاس اینجلس ٹائم کو خصوصی طور پر چل لوگوں کی فلم ”ہیلو سب میرین“ کے حوالے سے ”بلیو میجر“ نامی گانا لکھ کر بھیجا۔ 1974ء میں بروج قاتل نے فرانسسکو کرائیکل میں اپنے آخری خط سے پہلے لاس اینجلس کو دھکی دی کہ وہ پھر سے قتل کرنے کا کام شروع کر دے گا۔ ساتھ ہی اس نے 37 اصوات کی ذمہ داری بھی قبول کی۔ پولیس اب تک یہ کہتی ہے کہ یہ تعداد بہت زیادہ ہے لیکن حقیقت تک پہنچنے کی کوئی بھی راہ نہیں ہے۔

ٹی آرمیوں پر بروج قاتل ہونے کا شہ کیا گیا۔ پہلا شخص بچوں کو لوٹنے کے لئے کا ستنہ مجرم آر تھریوہ الین تھا۔ ایک شخص نے پولیس کو بتایا کہ اس کے ساتھ الین نے لپکا باتیں کی ہیں جو اس کے بروج قاتل ہونے میں دلیل ثابت ہو سکتی ہیں۔ وہ بروج قاتل کی ساختہ ”سی ولف“ گھڑی ہاندھتا ہے۔ کہنی کی علامت خاص بھی گول دائرے کے اندر بنا کر اس ہے۔

پولیس نے الین سے تحقیقات کیں لیکن بے فائدہ۔ گو الین کے پاس بروج قاتل کے جرائم والی تفصیلات تھیں لیکن ایسے بہت سے شہاد موجود تھے کہ وہ بروج قاتل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی وہ کبھی بروج قاتل جیسے کسی شخص سے ملا تھا۔ علاوہ ازیں الین نے دی گئے کامسلسلے لکھنے کا ایک اٹھان بھی پاس کیا اور اس دوران کوئی ایسی شخص علامت سامنے نہیں آئی جو بروج قاتل سے ملتی جلتی ہوتی یا کسی جرم کی جگہ پر اس کا قتل ہوتا اور بروج قاتل سے آر تھریوہ الین کا کوئی تعلق ملتا۔

قاتل سے متعلق کتاب لکھتے ہوئے ”بروج“ (ڈوڈ ٹیک) کے مصنف مارٹن گرے سمٹھ (1986ء) کو اپنے مطالعے اور شواہد سے یہ یقین ہو گیا کہ الین ہی بروج قاتل تھا۔ اس نے ایسے نکات اٹھائے کہ وہ الین پر درست پڑتے تھے۔ اس کتاب کے مندرجات سے تحریک پیدا ہونے پر نئے سرے سے الین سے پوچھ گچھ کی گئی۔ تحقیقات ہوئیں اسے تحویل میں بھی رکھا گیا وغیرہ وغیرہ مگر اسے کبھی بروج قاتل کے افعال کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا گیا۔ وہ 1992ء میں مر بھی گیا تو بھی بہت سے افراد اس ہی کو بروج قاتل قرار دیتے رہے۔

کیا بروج قاتل اب بھی زندہ ہو سکتا ہے؟ 2002ء میں بروج قاتل سے حقائق کچھ نئے 28 برس ہوتے ہیں۔ جن لوگوں اس نے مذکورہ قتل اور دیگر جرائم کئے اس وقت اس کی عمر تیسویں دہائی میں شمار کی جائے تو اس کے زندہ ہونے کے کافی امکانات موجود ہیں۔ وہ اٹھاون سے اوپر عمر کی چھٹی دہائی میں ہو سکتا ہے اور اس بات پر مسکرا سکتا ہے کہ وہ کبھی گرفتار نہیں کیا جاسکا۔

86



ایان بریڈی اور مارہ ہنڈل

(1938ء تا) (1942ء تا)

”یہ ہو چکا لیکن ابھی یہ چھٹ ترین ہے۔ عام طور پر تو اسے ایک ضربی کاٹی ہوتی ہے۔“

ایان بریڈی اپنے کپڑے سے کتے جانے والے
سترہ سالہ ایڈورڈ ایئرز سے برباد ہونے والے خون
خراپے سے متعلق کہہ رہا ہے۔

برائین لین اور ڈیوڈ گرپک (1995ء) کے سلسلہ وار قاتلان کے بارے میں
مرتب کئے جانے والے انسائیکلو پیڈیا میں بریڈی اور ہنڈل کو برائی کے اصول کے حوالے
سے مکمل بیان کیا ہے۔ اس گزے چال چلن کے جوڑے نے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو

لے لیے پہلے انہیں اغوا کیا، جنسی طور پر انہیں ذہن دی بھران سے بدفعلیاں
دہر کرنے سے لے کر ان کو قتل کیا اور شمالی انگلستان میں مائچسٹر کے نزدیک سینڈل ورگھ مورٹائی علاقے
میں 1963-64ء دو سال کے وقفے میں دہاتے رہے۔ یہ دونوں سورتاقلان آج کل عمر قید
کی سزا بھگت رہے ہیں جس میں جھول پر رہائی کی شق بھی نہیں ہے۔

آغاز شباب میں ایان بریڈی جانوروں کو اذیت دے کر خوش ہوتا رہا۔ ایک
مرتب اس نے ایک زندہ بلی کو قبر میں ڈال کر اوپر پھر رکھ دیا۔ وہ محض یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ
بلی کو بھوک پیاسی مرنے میں کتنا وقت لگے گا۔ اس نے نتیجے کے طور پر پڑوس کے بچوں کو
بھی اذیت دینا سیکھا۔ اس کی ماں اکیلی تھی اور پھرے وقت کے لیے بھور کھانا کھانے
والی کے ہوٹل میں ملازم تھی۔ اس لیے ایان کو بھور بچے کے گھر کی دعوت نصیب نہیں
ہوئی۔ دور طفولیت میں ایک سے دوسرے ”پرورش گھر“ میں منتقل ہوتا رہا اور اکثر چوری
چھری اور چھوٹے چھوٹے جرائم سے تکلیف میں رہا۔

21 سال کی عمر میں اسے مل وارڈز نامی ایک کیمیکل پلانٹ میں ملازمت ملی اور
یہ موقع تھا جب اسے غیر ذی روح اور بے ہوشے ہوئے نازی مقولوں، ایڈاپتس اور ایڈا رسائی
کے علاوہ پورٹوگرانی کا شعور ہوا۔ اسی دور میں مارہ ہنڈل نے اس کو بھڑکی کتاب ”3“ غری
”جی“ برنزی زبان میں پڑھتے دیکھا۔ اس کے تقریباً دو سال بعد مارہ ہنڈل کو پلانٹ پر
بور ٹیمپسٹ رکھا گیا۔ اب وہ بریڈی سے سمجھ ہو کر رہ گئی۔ ابتدا میں تو بریڈی نے اس کی
طرف کوئی توجہ نہیں دی لیکن ہنڈل کے مسلسل اشاروں کے نتیجے میں وہ بھی لڑکی میں
پہنچا لینے لگا۔ 1962ء کو نئے سال کی خوشی میں دونوں نے رات اکٹھے گزار دی۔

مور قاتلوں کا علم اکتوبر 1965ء میں ہوا۔ ایک حیرت زدہ اور خوفزدہ سترہ سالہ
نوجوان ڈیوڈ سمیٹھ نے پولیس کو ایک بیدار قیاس کہانی سنائی۔ اس نے بتایا کہ اس نے
ایک قتل ہوتے دیکھا ہے اور پھر لاش کو کچھ بیڑھیاں چڑھ کر ایک بیڈروم لے جانے میں
قائل کی مدد کی ہے اور قاتل اس کی سالی کا بولے فریڈ ایان بریڈی ہے۔ سمیٹھ نے بریڈی
کا کپڑا لے کر نوجوان کو قتل کرتے دیکھا تھا۔

گزشتہ رات سمیٹھ کی سالی مارہ ہنڈل نے اسے کہا تھا کہ وہ اس کے ساتھ گھر
نکلتے چلتے چلتے جب وہ 18 واڑے بروک ایونو مائچسٹر پہنچے تو مارہ نے مجھ سے کہا

ایمان بریلوی اور مائزہ ہٹلے

کہ اس کے یہاں رہنے والے دوست ایمان بریلوی نے اس کے لیے شراب کی بوتلیں رکھی ہوئی ہے۔

سمجھ اُتھر چلا گیا اور باورچی خانے میں رک گیا۔ اسی اثنا میں اس نے رہنے کے کمرے سے آنے والی ایک چیخ سنی۔ وہ بھاگتا ہوا باورچی خانے میں ایمان بریلوی کے سترہ سالہ ایڈورڈ ایوز کو دیکھا۔ سوئٹزرلینڈ کا ایک امیر جس پرست تھا اور اسے ایمان ایک شراب خانے سے لایا تھا۔ خوفزدہ اور دہشت زدہ سمجھ نے دیکھا کہ بریلوی نے اپنے کھانے سے ایوز کا سر پھاڑ دیا ہے۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ ایوز مراضی ہے تو اس نے اس کا دوبارہ کھانے سے ضرب لگائی۔ پھر اس نے ترچے ہوئے ایوز کا گلا چکی کی تار سے ان وقت تک گھونٹنے لگا جب تک کہ وہ مر نہیں گیا۔ پھر اس نے بے رمی سے اس کے جسم کو صاف کر کے اوپر تلخ دیا۔

اس قتل کے نتیجے میں ہونے والے خون خرابے اور تشددانہ موت کے قزاقی اور بعد مائزہ ہٹلے نے سب کے لیے چائے پائی۔

ایوز سمجھ نے پولیس کو بتایا کہ وہ ہر لمحے فوری خطرے میں تھا اور اس نے خاموشی اور قاتل کی رضا کے مطابق کام کرتے رہنے کا فیصلہ کیا یہاں تک کہ وہ خود کو زخمی سلامت وہاں سے نکل سکے۔

بریلوی نے لاش کو اوپر لے جانے کے لیے سمجھ کی مدد چاہی۔ لاش اوپر لے جانے میں مدد کے بعد سمجھ اپنے گھر چلا آیا۔ مگر عجیب ہی اسے لگتی ہوئی اور اس نے سب کچھ اپنی بیوی کو بتایا۔ اگلے دن سمجھ نے صبح ہی صبح پولیس کو بلایا اور اس کی مرئی میں قاتلے پہنچا اور وہاں پولیس کو رات والا سارا واقعہ بتایا۔ ایک درجن سے زیادہ پولیس آفیسرز وارڈ کے پردے کے پیچھے پہنچے اور جب وہ اندر داخل ہوئے تو انہیں ایوز کی لاش اور آگے تل اوپر کے بیڈ روم میں مل گئے۔ جیسا کہ ایوز سمجھ نے بتایا تھا سب کچھ وہی تھا۔

بریلوی اور ہٹلے کو گرفتار کر لیا گیا۔ پھر سمجھ نے پولیس کو یہ بھی بتایا کہ بریلوی نے اسے ان لاشوں کے ہاتھ میں بھی تار لگا ہے جو اس نے سینٹرل دھڑہ میں دبا رکھی ہیں۔ پولیس نے سمجھ کی معلومات کے حوالے سے مزید تحقیق کی اور اسے چار بھائی کی

100 شیطان

ایمان بریلوی اور مائزہ ہٹلے

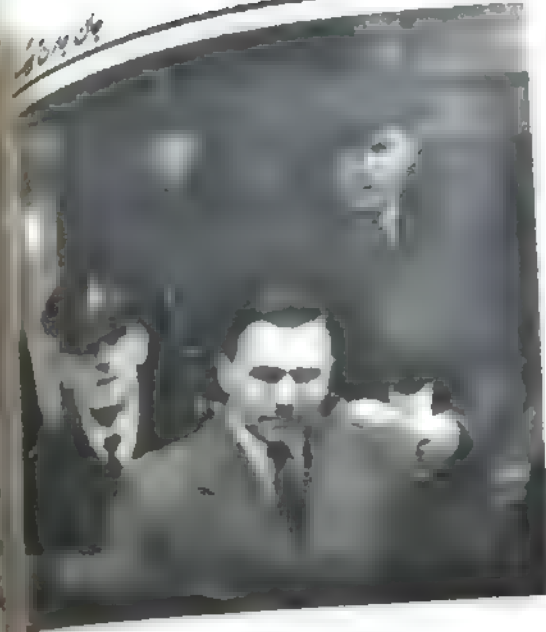
جس میں تین تھیں جن کو بریلوی اور ہٹلے نے اغوا اور قتل کیا تھا اور جنہیں 1963-64ء میں "سیدہ قاتل" پکارا جاتا رہا تھا۔ چاروں کے چاروں بھائی کو بھی تشدد کے بعد قتل کیا گیا تھا۔ بعد میں ٹیپ بھی دریافت ہوئیں۔ ان ٹیپوں میں سے ایک پر دس سالہ لیزلے اپنے دادا نے پر تشدد، بھڑانہ حملے کی آوازیں تھیں۔ ہٹلے مائزہ آواز سے خوفزدہ پیچھے ہٹ کر کچن کی سیڑھی پر چڑھ گئے تھے کہ اس کو اُتار کر دے۔

1965ء میں بریلوی اور ہٹلے دونوں کو عمر قید کی سزا سنائی گئی۔

مقدمے کے دوران ہٹلے نے کہا اسے زبردستی بریلوی کی بے راہ روی اور برادری میں طوط کیا گیا۔ بریلوی نے ان الزامات کی تردید کی اور تاریخ 2000ء کے ایک خط میں لیور پول نیوز ایجنسی (بحوالہ مرڈر آن مورننگ) کرائم لائبریری کام) لے لکھا:

"وہ بی گناہوں کی طرف جلی ہے اور اس نے الزام لگایا ہے کہ میں نے اسے خطبات کے استعمال، دہا بلبر، دھکیوں، جسمانی تشدد اور دیگر قاتل جرائم جو کتاب میں درج ہیں سے بھروسہ کیا۔ اس کے خلاف تمام قاتلوں شواہد، خلاف دعوے کوئی اور تمام شہادتیں فراہمی جہاز پر سے بوجھ کم کرنے کے مترادف ہے۔"

بریلوی کا دھوی ہے کہ ہٹلے اس کے ساتھ محبت کی وجہ سے رضا کارانہ جرائم میں شامل ہوئی اور وہ قتل سے قتل کے گھر میں لگایا ہے۔ ہٹلے کہتی ہے کہ وہ فرسار ہے۔ آج کل وہ قتل میں ہٹلے سے حلقہ ہے ہاں کہ وہ انہماک اور دماغی قاتلوں میں خون کے باغ جانے کی اطلاع کا شمار ہے تو خطبین میں سے ایک کی بات نے کہا کہ یہ حادثہ اناس کی خواہش ہے کہ وہ مرنے سے پہلے ایسی باتوں میں مبتلا ہو۔ حال ہی میں بریلوی جین ماہ کی بھوک ہسپتال پر رہا تاکہ وہ اپنی ساری زندگی قتل میں گزارنے کی بجائے مری جائے۔ عدالت کے حکم پر سرکاری حکم کے تحت اسے قاتل دی گئی۔ وہ فی الحال زندہ ہے۔ اس کے قاتلوں کے لواحقین، عزیزوں اور دوستوں کے لیے اس سے زیادہ کوئی اطلاع نہیں ہے۔



جان جارج ہیگ

تیزابی غسل دینے والا قاتل، قاتل چگاڈر، تیزابی غسل دینے والی عفریت
(1909ء تا 1949ء)

”مجھے اپنے سامنے سلیوں پر تلے انسانوں کا جھل نظر آتا جو آہستہ آہستہ
دھڑکن میں تھم رہے تھے۔ پہلے تو ان دھڑکن کے چوں پر جیم پادش
نہا رہی جو شاخوں سے لٹے کر رہی تھی لیکن جب میں ان دھڑکن تک
گھٹا تو مجھے علم ہوا کہ وہ خون تھا۔ ایک آدمی تمام دھڑکن تک خون سے
کھلے گیا۔ جب اس کا پل بھر گیا تو وہ مجھ تک پہنچا۔
”جی۔“ اس نے کہا لیکن میں تو حرکت بھی نہ کر سکتا تھا۔“

جان جارج ہیگ کو اکثر نظر آنے والا دھڑکا غلاب
سسز اور ہڈیاں تھکن۔ میں نے اسے جیراب سے بھر کر

دھڑکا۔ آپ تل کو کسی لاش کے بغیر کیسے ثابت کر سکتے ہیں۔

ہیگ اپنے وقار میں خود دھاک دیتے ہوئے

جان جارج ہیگ کی برائی اس کی بے حس دلیہ دلیری اور اپنے کرتوتوں کے
واقعی سے چشم پوشی تھی۔ وہ لوگوں کو ان کے مال و دولت کی وجہ سے جان سے ملتا اور پھر
ان کی لاشوں کو چالیس گیلن کے گندھک کے جیراب میں ڈبو کر تحلیل کر دیتا۔ اس کی زندگی
کے کاموں میں انسانی زندگی کو بے حقیقت بنے سمجھنا ’نوع انسانی کی نیکی سے انکار کرنا‘
حق پرستی سے فائدہ اٹھانا اور کسی کو بے مددگی سے قتل کر دینا شامل ہے۔ جب وہ گرفتار
ہوا تو اس نے اپنی دیوانگی کا بہانہ بنایا اور کہا کہ وہ اپنے فکر کا خون پینے کے لیے اس کو
قتل کرتا تھا۔ اس نے حساب لگا رکھا تھا اور منصوبہ بنا رکھا تھا کہ زیادہ سے زیادہ اسے دس
سال کی سزا ہوگی جو وہ نسبتاً آرام سے کسی دماغی اینٹیٹیوٹ میں گزرمے گا۔ تاہم اس کا یہ
منصوبہ کام نہ ہوا۔

جیسا کہ بدکردار اجتماعی قتل کرنے والوں اور سلسلہ وار قاتلوں کی روایت رہی
ہے ہیگ کو بھی مذہبی جنونی والدین نے پالا۔ اس کی ماں اور باپ دونوں ایک مذہبی فری
چرچ کے ملازمہ برادرین سے تعلق رکھتے تھے۔ جنہیں ہائیکل کے حوالے سے بنیاد پرست بھی
کہا جاتا تھا۔ ان کی (سچ اور ایماندارانہ) شہادت ”خاص لوگ“ تھی۔ ان میں قروح کا
دور نہیں تھا اور بچے کی حیثیت سے ہیگ ہر وقت ہائیکل کی کہانیاں پڑھتا ہی نظر آتا تھا۔
ہیگ کے باپ کی عیسائی پر ایک بڑا نشان تھا۔ اس کی حیثیت یا تو یہ اچھی تھی یا
ان کی نیچ کا قدرتی رنگ تھا لیکن اس نے اپنے بیٹے کو بتایا کہ یہ نشان شیطان کی طرف
سے ہے کیونکہ اس سے کوئی گناہ سرزد ہوا تھا۔ ہیگ کو یسین ہو گیا کہ جو کوئی بھی گناہ کرے
اسے ایسا ہی نشان شیطان کی طرف سے لگا دیا جائے گا لہذا وہ خدا کے عائد کردہ قوانین
سے خوفزدہ رہنے لگا۔ اس کی ماں کو ایسا نشان کیوں نہ تھا؟ اس بارے میں ہیگ
کے باپ نے اسے بتایا کہ اس کی ماں تو فریسیہ ہے اور اس نے کبھی کوئی گناہ نہیں کیا ہے
لہذا وہ زندگی میں بے داغ ہی رہے گی۔

ہیگ اس خوف سے ارا دار رہا کہ کسی دن وہ اپنے گناہ کی پاداش میں کوئی

شیطان نشان اپنی حیوانی پرکھائے بیدار نہ ہو مگر ساتھ ہی ساتھ اس نے اس حرم کو
حرام ہونا بھی شروع کر دیا کہ وہ ایک نامعاقبت اعلیٰ میں گناہگار اور مذہبی شخص کا حضور
قلوں کے اتصال کی پیداوار ہے۔ ایک آغاز شباب میں قدم رکھنے والے لوگوں نے
یہ صورت حال صحت مندانہ سوچ رکھنے کے لیے موزوں نہ تھی۔ اس کی نشوونما پانچ حصوں
لکی بات جو بظاہر غلط ہو مگر درحقیقت صحیح ہو کہ اس کی ماں تو بے باغ فرشتہ اور مذہبی تھی
ہے لیکن جب وہ کوئی بدتمیزی کرتا ہے تو اسے جیٹتی ہے۔ یہ تضاد اسے کھٹکے لگا رہا تھا
عمر میں اس نے یہ بھی یاد کیا کہ بعض اوقات اس کی فرشتہ ماں نے اسے اس حد تک چڑھا
کہ اسے خون بھی بہہ نکلا تھا اور وہ خون چاٹ لیا کرتا تھا۔ اس نے اپنے نفسیاتی مسائل
یہ بھی بتایا کہ شاید اسی وجہ سے وہ انسانی خون پینے کا عادی ہو گیا تھا۔

قلوں کے الزام میں گرفتاری اور مقدمات سے پہلے جیک کی بار فروری
جسٹسز میں سزا پا کر جیل جا چکا تھا۔ جب وہ قید میں تھا تو اس نے کسی
مکمل جرم یعنی قتل اور اس کے بعد مقتول کی قیمتی اشیاء اور ملکییتی زمین وغیرہ کو ضبط کر
اور قتل کے ثبوت یعنی لاش کو گم کر کے تحریکی فضا قائم کرنے کا منصوبہ بنایا۔
جیک کی عسکت عملی میں "لاش کی دستیابی" کا نکتہ غلط طور پر سمجھا گیا تھا۔ اس کا
پکا یقین تھا کہ اگر مقتول کی لاش بطور شہادت کے استثنائے کو میسر نہ آ سکے اور وہ اسے بطور
شہادت قتل پیش نہ کر سکے تو ملزم کو قتل کے جرم میں سزا نہیں دی جاسکتی کیونکہ لاش کے بغیر
استثنا قتل ثابت ہی نہیں کر سکتا۔ اس قانونی نکتے کو وہ اپنی قید کے دوران اس شدت سے
بیان کرتا کہ اس کا نام ہی (کارپس ڈیملٹی) "لاش کے بغیر قتل" پڑ گیا۔ جیک نے اپنے
عرفی نام کی ہولناکیوں کی اور چھوٹی کو حیراب میں تحلیل کرنے کے تجربات پر دیکھنے کے
لیے کرنے لگا کہ لاش کو غائب ہونے میں کتنی دیر لگتی ہے۔

اپنے تجربات سے اس نے اپنے جرم کے تین عناصر وضع کئے۔ پہلا قتل نہ ہونا
لوٹ مار اور تیسرا تیزابی حمل۔ جیل سے نکلنے کے بعد اس نے اپنے اس منصوبے پر آٹھ
بار عمل کیا۔ تین قتلوں میں جب "لاش کے بغیر قتل" والا کام نہ آیا تو اس نے اپنے
دفاع کو اپنی دیوانگی کا سہارا دیا۔
وہ دھڑک جس نے اس کے تیزابی حمل کا خاتمہ کیا وہ مسز اولیو ڈیورینڈ ڈیکن تھیں۔

یہ تمام اشیاء مسز اولیو ڈیورینڈ ڈیکن کی تھیں۔
جب جیک نے اپنے دوسرے قتلوں سے متعلق بھی پولیس کو بتایا۔ یہ بھی بتایا کہ
اس نے اپنے مقتولوں کے اجسام کو حیراب میں کیسے اور کب ڈالا اور پھر کچڑ جیسے مخلول کو
کس طرح اپنی درکشاپ کے زیریں خانے میں بھرا۔ پولیس تمام لمبی چوڑی تصدیقات کو

جیک بھی ان باتوں کو جرحی تھی۔ جیک بھی ان باتوں کو جرحی رہتا
تھا۔ آٹھ نے ایک منصوبہ اٹھایوں کے مصنوعی ہاتھوں کو لیٹن ہیل موشوں میں پیچے کا
پیرام بنایا اور اس نے اپنے پروگرام کا اظہار جیک سے کیا۔ جیک نے مسز آٹو کے
پیرام اور کاروباری سوچ کی بڑی تعریف کی اور مسز آٹو کو ہوٹل سے باہر نکل کر اس موٹر
کے سامنے کی ترغیب دی جس سے اٹھایوں کے لیے مصنوعی ہاتھ تیار کئے جاسکیں۔ جب
مسز آٹو ایک مرتبہ اس کے ساتھ ہوٹل سے نکل آئی تو جیک نے اسے اپنے گھر کے بعد
اس ہوتے ہی سر کے پچھلے حصے میں گولی ماری اور اس کی 200 ہزار ڈنٹی لاش کو چالیس
کلین کے کندھک کے حیراب سے بھرے ڈرم میں ڈال دیا۔

مسز آٹو کے دوست اس کی گمشدگی سے پریشان ہو کر اس کی تلاش کرنے
لگے پولیس نے جیک سے بھی پوچھ گچھ کی اور اس کی دھک شاپ کی تلاش لی جس میں
ماں ہی میں استعمال کیا گیا 38 کلیمبر کا ایک پستول برآمد ہوا۔ جیک کو گرفتار کر لیا گیا۔
اس نے جرم کا اقرار کر لیا اور پولیس کو بتایا کہ اس نے مسز آٹو کو اس وقت گولی ماری جب
وہ کچھ موٹر کا معائنہ کر رہی تھی۔ اس کو قتل کرنے کے بعد وہ باہر اس کی کار تک گیا اور وہاں
سے ایک گلاس لایا اور ایک چھوٹے سے چاقو کے ساتھ مسز آٹو کے زخموں میں سوار ہوا
کیا۔ گلاس کو اس کے خون سے بھرا اور پی گیا۔

جیک کے اس اقرار جرم کے بعد پولیس نے اس کی درکشاپ کے ملحقہ محن میں
475 ہزار موری کا کچڑ اور مٹی اکٹھی کی جسے احتیاط سے روٹے اور پھینکے کے بعد انہیں 28
ہزار انسانی چربی، تین انسانی پتے کی پھریاں، بائیس پاؤں کے کچھ حصے جو مکمل طور پر تحلیل
نہیں ہوئے تھے۔ انسانی ہڈیوں کے 18 ٹکڑے، مصنوعی دانتوں کا اوپر اور نیچے کے بغیر
کی تصان کے چبڑے ایک پلاسٹک کے پرس کا سرخ رنگ کا دستہ اور ایک لپ سٹک
کے والی ڈیہ دستیاب ہوئی۔

یہ تمام اشیاء مسز اولیو ڈیورینڈ ڈیکن کی تھیں۔
جب جیک نے اپنے دوسرے قتلوں سے متعلق بھی پولیس کو بتایا۔ یہ بھی بتایا کہ
اس نے اپنے مقتولوں کے اجسام کو حیراب میں کیسے اور کب ڈالا اور پھر کچڑ جیسے مخلول کو
کس طرح اپنی درکشاپ کے زیریں خانے میں بھرا۔ پولیس تمام لمبی چوڑی تصدیقات کو

پال برنارڈ کا دوست وان سرنس اور کارلا کی ساتھی کارکن ڈیم ہڈس ایچ
رہے تھے کہ پال برنارڈ اور کارلا ہومو کا دونوں اپنے لباس سے بے نیاز ہشیانہ حالت
کے ساتھ جانوروں کی طرح ایک دوسرے میں گڈا رہے ہیں۔

وہ دونوں ایک دوسرے کو اکتوبر 1987ء میں نورنومس ہونے والی سوشیوں کے
ڈاکٹروں کی کانفرنس میں ملے تھے۔ دونوں کے درمیان روایتی سی "پلو" پلو۔ اور آپ کی
ہیں؟" جیسی ملاقات ہوئی تھی اور پھر وہ چند ہی گھنٹوں میں کارلا کے ہوٹل روم میں اگلے
ہوئے تھے اور ان کی ابتدائی علیحدگی میں ہونے والی ملاقات کچھ گہرے رنگ ہی اختیار کرتی
تھی۔ پال برنارڈ کو اپنی بیمار ترین خواہش پوری کرنے کا موقع ملا تھا کے تھپے میں تھی
اموات لاقعدا و عصمتوں کی پامالی ناقابل بیان تشدد اور تاجیدا کنارہ درد برپا ہوا۔

کینیڈا کے پال برنارڈ اور اس کی بیوی کارلا ہومو کا کی بے مہار تعلقات میں
بد معاشی واضح طور پر انگریزی لفظ گیسٹالٹ (gestalt) کے معانی پر روشنی ڈالتے ہیں۔
اس لفظ کے معانی یہ ہیں کہ ایسا کل جو اپنے اجزاء کے مجموعے سے زیادہ ہو۔ ریاضی میں
اس لفظ کے معانی فرد افراد اجزاء کا مجموعہ اس کے حاصل جمع کی حقیقت سے بڑے ہونے
کے ہیں۔ مگر ریاضی میں وہ اور دو چار ہی ہوتے ہیں پانچ نہیں ہوتے مگر نفسیات میں ایسا
لفظ صحیح ہوتا ہے۔

ایک ایسے نے پال اور کارلا کی جذباتی شدت اور بے راہ روی سے متعلق کہا
کہ یہ دونوں گیسولین اور فریڈلینڈر ہیں جن کے سائنسی ملاپ سے انتہائی جہا کن ہم تیار ہوتا
ہے۔ اس جڑے کے خاندانوں کے جرائم کے نفسیاتی ماہرین جیورڈی اور محام سب حیرت
میں ہیں کہ اگر یہ دونوں ٹیرے بد معاش اکٹھے نہ ہوتے تو کیا ہوتا؟ یہ علیحدہ علیحدہ ہی
نوع کی کاسٹائیاں کرتے تو دنیا ہی کو لڑا کر رکھ دیتے۔ ان کے ظلم انڈا ارسائی اور سردہری
جیسے اعمال کو انہوں نے سماں بھی بن کر اکٹھا کر دیا۔ ان کی یہ گندی اور فحش صفات علیحدہ
علیحدہ برسر عمل ہوتیں تو کیا ہوتا؟

- ◎ کیا کارلا کی بہن بھی زندہ ہوتی؟
- ◎ کیا لٹری معافی زندہ ہوتی؟
- ◎ کرشن فریڈلینڈر کا حال کیا ہوتا؟

برنارڈ ہومو کا میں سے پرلے رہے کا بد معاش کون تھا؟ (مصنف نے یہاں
یہی اصطلاح dyad استعمال کی ہے جس کا مطلب وہ حامل ہے جو دوستوں یا غلط
۲ مجموعہ ہوتا ہے۔)

اخلاق سے عاری پال برنارڈ اپنے بدترین جاگزی آگھوں سے دیکھے گئے
ظاہروں کی تعبیر چاہتا تھا۔ اس کام میں کتنی انسانی جانیں ضائع ہوتی ہیں اس بات کی
پہچان نہ تھی۔ اس نے کارلا میں نفسیاتی طور پر اپنے اوپر حاوی ہونے والی فحشیت دیکھی جو
مردوں کی سی صفات و حرکات سے اس کے جرائم میں اکسانے سے مددگار ہو سکتی تھی۔ بعد
میں اپنی رضا سے سب کچھ کرنے لگی تھی کیونکہ وہ بذات خود بھی فریڈلینڈر تھی۔

کارلا بڑی پر جوش، تابعدار، سنہری بالوں والی گودی جتنی غیر معمولی نظریں رکھتے
ہل محرت تھی۔ یہاں تک کہ اس نے اپنی چھوٹی بہن کو تیار کر لیا کہ وہ اس کے شوہر کو
خوش کرے۔ اگرچہ بیسی کی موت اس خوش کرنے کے کھیل کا مجوزہ حصہ نہ تھی۔ کیا بیسی کی
موت اتفاقاً تھی؟ (غیر ارادی تھی؟ جن اعمال کی قوت سے اس کی موت ہوئی وہ واضح طور
پر منصوبے میں شامل کئے گئے تھے) کیا ایسے حالات سے کارلا کی تصور واری کم ہوتی
ہے۔ بیسی، کارلا کی بہن تھی لیکن اس نے بڑے جو شیلے انداز میں اس کی دوشیزگی اپنے
شوہر کی نذر کی۔ یہ دراصل کارلا کا اپنے شوہر کے لیے ایک انعام تھا کیونکہ جب وہ علی
بار پال سے ملی تھی تو وہ خود بھی کنواری نہ تھی۔

دسمبر 1990ء میں کارلا مونیخ کے کلینک سے بے ہوش کرنے والی دوائی چما
گئی تھی جو کارلا نے اپنی بہن کو اپنے شوہر کے سپرد کرتے وقت سو گھنے کے لیے دی۔ اس
کی بھی ضرورت شاید نہ ہوتی لیکن کارلا نے اس گھناؤنے عمل کی ویڈیو شپ تیار کی۔ اس
پہلی "تقریب" کے دوران بھی کھل ہوش میں آنے کی فطری جدوجہد کرنے لگی۔ چونکہ
کارلا نے ایسی ہی حرکات جانوروں میں دیکھی تھیں لہذا اسے علم تھا کہ اسے کیا کرنا
چاہیے۔ اس نے بیسی کا رخ بدل دیا۔ جانوروں کی یہ ترکیب انسان کو ماس نہ آئی اور اٹھا
ہونے پر بیسی نے تے کر دی اور پھر بے ہوشی ہی میں اس زہریلی تے کو منہ کے قریب
باکر کھا گئی۔ زہر کے اثر سے وہ دم گھٹنے سے مر گئی۔

بیسی کی موت نے پال اور کارلا کے درمیان کوئی رخنہ پیدا کیا نہ ہی وہ اس

89

دلتے سے پٹھے۔ لکھ لکھ لکھ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں کے وقفے سے پال بھڑا اور کھڑا ہو گیا۔
مقامی ٹریکس یزلی مانی اور کرشن فرخ کو خواہ کر لیا۔ ان کو بھی جیسی تشدد اور تشدد کا
مرتبہ ملا۔ ان کے اقدار غرت پر ان پر چڑھا گیا۔ پالا غران دلوں کو لٹانے لگا۔
کے بعد ان کی دلوں کو پیٹنے کی خاطر ان کے کھڑے کئے۔ ان دو لڑکیوں سے بھی نہیں
نے جو کچھ کیا اس کی بھی انہوں نے دلی غیب تیار کی۔

پال کی ماں آزلوئے جیسی تعلق رکھنے والی عورت تھی (جب پال کی عمر سولہ سال
تھی تو اس کی ماں نے اسے بتایا کہ وہ حرامی ہے) اور اس کا باپ ایک بچے کا قتل (اسے
عدالت سے ایک نو جوان لڑکی پر دست درازی کرنے پر سزا مل چکی تھی اور اس پر پانچ
نو جوان لڑکی سے زیادتی کرنے کا بھی الزام تھا) ان معلومات نے پال کے دل میں
ہپ سے غرت پیدا کی۔ کچھ ماہرین کا خیال ہے کہ اس کے اخراجی کے بارے میں
نے اس کے اندر اس قدر غلامانہ بھردی پیدا کی کہ اس کے اندر اس کا کل اپنے اقدار
بڑھ گیا۔

پچیس سال کی عمر میں اس کی دلچسپیاں ہولناک اور تاریک ہو گئیں۔ جن لڑکیوں کو
محبت اور پیار کی خاطر ملتا ان پر ہی اس کی نیت میں شور آ جاتا۔ آہستہ آہستہ وہ ایک مسلسل
بدکاری کرنے والا "سکارموگ بد محاش" کہلانے لگا۔ یہ نیا نام اسے ذرا بچ بھلا نے
دیا۔

پال بھڑاؤ پر مقدمہ چلا اور اسے تمام جرائم کا مجرم پایا گیا۔ جن میں دو حمل
دبے کے قتل تھے۔ دو مجرمانہ اور قتل پر متعلق ہونے والے جیسی حملے تھے۔ دو غیر قانونی
طور پر قید رکھنے کے الزامات تھے اور الزامات خواہ کے تھے جبکہ ایک الزام انسانی جسم کی بے
رحمی کا تھا۔ اسے کینیڈا میں مانج الوقت زیادہ سے زیادہ قید کی سزا دی گئی جس میں 25
سال قید اور اس کے بعد دیر دل پر رہائی کا بھی امکان ہے (کینیڈا میں موت کی سزائیں
ہے) ایک عدالت نے بھڑاؤ کی سزا سے دیر دل پر رہائی عذف کر دی۔ کارلا ہولڈانے
استاد سے معاملہ کیا اور اپنے شوہر کے خلاف گواہی دی جس کی بنا پر اسے 2005ء میں
دیر دل پر رہائی مل جائے گی۔

ویٹلے ایلن ڈاؤ

(1961ء تا 1993ء)

"تیسرا قدم مرنے کا ہیں ہو سکتا ہے۔ اسے دھڑکنے والی کی طرح
باندھا جائے گا۔ اس کے سر پر چھوڑ جانے کی بجائے جیسا کہ پہلے تجویز
کیا گیا تھا" میں اس کے حق پر دعوت کے اعلان کے لیے دلی کا کرٹیب
لگا دوں گا۔ جب یہ سب کچھ چارہ چھانے کا تو میں پڑے کوئل دے کر یا
اسی طرح کے کسی چیز سے اس کے تھنے بڑھ کر دوں گا۔ اس طرح اپنے
باتوں کی طرف دیکھنے یا اس کی گھٹن کے گرد ہی قہقہہ کرنے کی بجائے
میں پیچھے ہٹ کر قہقہہ یا سکوں گا اور اسے جتن چلی آخری کے پرد
کرتے دیکھ سکیں گے۔ اس طرح اس کی گھٹن پر سے کی کس (دل)
کے نکالنے کی بھی نہیں پڑی گے۔ میں اب اس کا چہرہ آئیں واضح

مرد پر دیکھ سکتا تھا۔ بھلی سے سزائے موت دینا، بخیر سے موت دینا، اچھا طریقہ ہے۔

”میں نے جیل جلا اس سے متعلق سوچا تو توں توں قل کا یہ طریقہ مجھے
پر جوش کرتا گیا۔ میں نے ایک لڑکے کو دہانے کے لیے کچھ ہی طریقے
سوچے تھے۔ پھر میں نے کھدو آکھو کہنے لہ آدم خوری سے متعلق سوچنا
شروع کر دیا۔“

دیسٹے لیٹن ڈاؤ

1989ء میں جب دیسٹے لیٹن ڈاؤ گرفتار ہو چکا تو پولیس نے اس کی رہائی کی
کی تلاش لی۔ جہاں پولیس کو بہت سے ایذا رسانی کے گھریلو ساخت کے اڈے ملے۔ وہاں
پولیس کو بائبل بھی ملی جس میں دیسٹے لیٹن ڈاؤ نے اپنے ہاتھ سے ”شیطان زندہ ہے“ کہ
ہوا تھا۔

دیسٹے لیٹن ڈاؤ شکاری جانوروں کی طرح مردار خود آدم خود لہو حاصل تھا۔ وہ
سزائے موت کا قیدی تھا اور اس کی درخواست پر اسے پھانسی دے دی گئی۔ اپنی موت سے
پہلے اس نے حلیم کیا کہ اس نے کم از کم 250 جرائم کیوں کے حوالے سے کئے ہیں۔ اس
نے یہ بھی کہا کہ اس نے جیل پر جو دست دھازیاں کیں انہی کی سزا کے خوف ہی سے اس
نے جیل کو قتل بھی کیا۔

جب ڈاؤ کی عمر بھی گیارہ سال تھی تو وہ نازی کیمپوں میں دہانے کے نوکل کی
مرواں تصاویر دیکھ کر ششیں عسوی کرتا اور جوش میں آتا۔ تیرہ سال کی عمر ہی میں اس نے
جیل پر دست دھازی بنائے تھیں جنہی کہ شروع کر دی۔ اس کے پہلے کھداس کے چو
سے آٹھ سال کے وہ کزن تھے۔

چودہ سال کی عمر میں اس نے آڈر سے لذت کا حصول سیکھا۔ حصول لطف کے
لیے وہ اپنے جسم کے نازک ترین عضو میں سونیاں چھوتا۔ وہ سائیکل پر سواری کرتے
ہوئے ایک چھری پچھلے پیچے میں اس طرح لگاتا کہ وہ چھری ہار ہار اس کی پشت میں پھنسی

”کڑی یہ مشق اکیلے میں اور برہنگی کی حالت میں کرتا۔ ایک وقت وہ آیا کہ وہ اپنے
جسم کی برہنگی کا مظاہرہ بچوں کو کرتا۔ ابتدا میں تو وہ اپنا چہرہ گھر کی کھڑکی کے پردے سے
چھپاتا اور کھلی سے گزرتے بچوں کے سامنے جسم کا باقی حصہ نکالنے کے لیے پیش کرتا۔ چند
ہفت روزوں بعد بچوں نے اپنے والدین سے اس کے بارے میں شکایت کی تو اس نے اپنا یہ
طریق کار بدل دیا اور بچوں کو سائیکل کے کرب دکھانے کا جن میں آکر وہ لٹ پٹ کر
دھنڈ رہتا ہو جاتا۔ پھر اسے یہ بھی علم ہوا کہ ایسا اسے صرف لڑکوں ہی کے رویہ کرنا
پاچھ۔ وہ اس کی شکایت نہیں کرتے تھے جبکہ لڑکیاں تو ایک کی دس بتاتی تھیں۔

جب ڈاؤ کی عمر سولہ سال کی ہوئی تو اس نے اہمیت پر ماں باپ کی غیر حاضری
میں بچوں کے پاس رہنے کا کام شروع کر دیا۔ اس کام میں بھی وہ بچوں کو ٹوٹا اور تنگ کرتا
رہا۔ پھر اس نے کمپ کو کسٹر کے طور پر ملازمت کر لی۔ وہاں بھی وہ لڑکوں کو ایسے کھیل کھیلنے کا
خطبہ دیتا جن سے اس کی بدفطرتی عیاں ہوتی۔ وہ بچوں کو مردہ دھڑانے کے فوائد بتاتا
تھا کہ بچے اس کی ترغیبات پر عمل کرنے پر آزاد ہو جاتے۔ اس مشق کے نتیجے میں
ہونے والی برہنگی کے بارے میں حکام نے احتیاط اختیار کرنے کو کہا لیکن مشقت چکان
کے لیے ضروری خیال کی گئی۔ اس ہدایت پر عمل کرتے ہوئے اب ڈاؤ نے ایسے بچوں کو
ترغیبات دینا شروع کر دیں جن کو وہ نہیں جانتا تھا مگر یہ احتیاط اس نے اٹھارہ سال کی عمر
میں کی۔

جلد ہی وہ بحریہ میں بھرتی ہو گیا۔ اس کا قیام دیگر مائٹس میں تھا۔ اس قیام کے
دوران میں وہ بچوں کو بحریہ کے مرکز پر بھی کھڑا کرتا۔ موقع ملتا تو لڑکیوں اور سینا گھروں
میں بھی بچوں کو تازتا اور پھنساتا۔ وہ بچوں کو پیسے دکھاتا بھی اور دیتا بھی۔ یہ اس کی بچوں
کو پھسلانے اور پھنسانے کی تکنیک تھی۔ ان قبیح حرکات کی پاداش میں بلا آخر وہ گرفتار
ہوا۔ اسے 19 دن کی جیل کی سزا کے بعد بحریہ کی ملازمت سے فارغ کر دیا گیا۔

آنے والے دنوں میں بھی اس نے ایسی ہی ملازمتیں تلاش کیں کہ اس کی
رسائی بچوں تک ہو۔ اشیاء کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پھنکنا، بچوں کے پاس رہنا، قاسٹ
ڈاؤ کے رہنموان میں کام کرنا اس کی ترجیحات رہیں۔ ان ایام میں اس نے ان مقامات کا
ایک نقشہ تیار کیا جہاں اس نے بچے دیکھے تھے تاکہ وہ وہاں دوبارہ جاسکے اور کسی نہ کسی

بچہ کو خواہ کر سکے۔

بہن نام لے 100 شیطان

1984ء میں ڈاکٹر گرڈر ہوا اس نے ایک دس سالہ بچے پر مجربانہ ہاتھ ڈالا تو اس جرم پر اسے ایک سال کی سزا ہوئی۔ 1986ء میں اپنی عمر کے بھیسوی سال ڈاکٹر بھٹل ہو گیا۔ اب تک وہ تیس بچوں پر مجربانہ ہاتھ ڈال چکا تھا۔ لیکن اس دوران وہ اس تک پہنچ چکا تھا کہ اپنی طلب کے معاملے میں وہ "نہیں" نہیں سن سکتا تھا۔ وہ جوت گزرنے کے ساتھ ساتھ زیادہ ٹیڑھا اور کج رو ہوتا جا رہا تھا۔ ساتھ ساتھ زیادہ عصبانی بھی اس نے گھات لگا کر بچوں کا چچھا کرنا اور خواہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس کا ایک عرصہ سال کا سماعت سے محروم بچہ تھا جس کو اس نے باغیچا اور روٹل

تجربہ 1989ء میں اس نے دس سالہ اور گیارہ سالہ دو غیر بھائیوں کو خواہ کیا ان پر دست درازی کر کے انہیں قتل کر دیا۔ اس نے دونوں کو بار بار کاری ڈھم لگائے۔ اس نے بعد میں بتایا کہ اسے اس کا ردعمل سے بڑا صمیمی فیصل ہوا جبکہ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اس نے کچھ حریہ بھی کرتا ہے۔

ڈاکٹر کو اب بچوں کو قتل کرنے میں بہ نسبت ان سے جنسی اختلاط کے زیادہ لطف حاصل ہونے لگا۔ اب اس نے یہ فیصلہ کیا کہ اسے اب کسی بھی بچے کو خواہ کر کے کسی لڑکی جگہ لے جاتا ہے جہاں وہ اپنی کج رو خواہشات کو پیچھے چاہے اور جتنی دیر چاہے جیسے دے سکے۔ ظالم نے باقاعدہ ایک طریق کار کے اقدامات کی طرہت بنائی کہ وہ کیسے کسی بچے کو اس کے اختتام تک پہنچائے گا۔ اس نے اپنے خواہ کئے ہوئے بچوں پر آدم خوری اور قربانی جراحی بھی کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس بد معاش کی روزمرہ کی ڈائری اس قدر خوفناک تھی کہ اس کو جب عدالت میں ایک وکیل پڑھ رہا تھا تو اس کو سن کر جیوری کا ایک ممبر بے ہوش ہو گیا۔

غیر بھائیوں کے ایک ماہ بعد ڈاکٹر نے ایک چار سالہ بچے کی ازلی کو پھرت لینا اور لگان سے خواہ کیا۔ اسے مرہاں کر کے ایک بستری پر باغیچا دیا۔ پولو رائیڈ کیرے سے اس کی تصاویر بنائیں۔ اس سے زیادتی کی اور پھر اسے کارٹون دکھاتا رہا۔ پھر اس کا گانا کر اس کو ہلاک کیا اور اس کی لاش ایک الماری میں لٹکا دی اور اس کی حریہ تصاویر بنائیں۔

بہن نام لے 100 شیطان

بہن نام لے 100 شیطان

جری پارلیمبر 1989ء میں وہ ایک سینا گھر کے ہاتھ روم سے ایک نوجوان دوس کو خواہ کرنے کی کوشش میں پکڑا گیا۔ جس سرخ رساں نے اس سے پوچھ گچھ کی اس نے واضح طور پر اپنی رپورٹ میں لکھا کہ ڈاکٹر اپنے کلمات جان کرنے سے بھی خط حاصل کرتا ہے اور یہ بچوں سے زیادتی اور ان کے قتل دونوں اقدام سے کیف حاصل کرتا رہا ہے۔

اس پر تین بدترین قسم کے جرائم کے ارتکاب کے اثرات عامہ کئے گئے۔ جری 1990ء میں اسے موت کی سزا سنائی گئی۔ اس نے درخواست دی کہ وہ انٹرویو کے ذریعے سزائے موت کو الٹو اس میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ اس نے پھانسی کے ذریعے سزائے موت کو پسند کیا۔ عدالت میں اس نے کہا کہ اگر وہ قتل کا تو وہ عدالت سے وعدہ کرتا ہے کہ وہ ہر سے حرام زدگی بھی کرے گا اور قتل بھی۔ اس بیان کے بارے میں اس نے کہا کہ حاصل وہ چاہتا ہے کہ اس کی عداوت کو عسوی کیا جائے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ وہ جانتا ہے کہ وہ جنت کو سدھار رہا ہے کہ وہ اپنے قتل بچوں کو چار کر سکے اور ان سے معافی طلب کر سکے۔

امریکہ کی شہری آزادی کی یونین نے ایسے اقدامات کئے کہ وہ ڈاکٹر کی سزائے موت کو اس بنیاد پر رکوا سکے کہ پھانسی ایک بہت سی تکلیف دہ سزا پر عملدرآمد کا طریقہ ہے۔ "یہ ایک غیر معمولی ظالمانہ سزا ہے۔" لیکن 5 جوری 1993ء مائنس جیل میں اسے پھانسی کی سزا دی گئی۔ وہ 1985ء کے بعد پھانسی دے کر ہلاک کئے جانے والا پہلا مجرم تھا۔





کیری ہیڈنک

(1943ء تا 1999ء)

”کوئی شخص جب کتوں کی خوراک اور انسانی بچے کچے امحا خوراک ملنے والے برتن میں ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ ڈالتے سے بھرپور خوراک ہے اور اسے دھو کر کھلاتا ہے۔ خود گالچ کرنے باہر جاتا ہے۔“

پاک بڑھو جوئےز، کیری ہیڈنک کا وکیل

سیاسی طبقے میں ایک گروہ سرکین کا بھی تھا جو کیری ہیڈنک کی سزائے موت کے خلاف تھا اور جس نے امریکی نظام انصاف کو خاصا رسوا کیا۔ کیری ہیڈنک ایک ایسا شخص تھا جسے بدکاری، جیسی بکجروی، ایذا دہندہ، اغوا کنندہ اور ایک قاتل قرار دیا گیا۔ وہ ایک ایسا آدمی تھا جس نے سیاہ فام عورتوں کو اغوا کیا اور قید کیا جبکہ ان عورتوں میں سے بعض

اپنی طور پر معذور تھیں۔ اس نے ان عورتوں کو اپنے دو خانے کے ایک گڑھے میں بند رکھا کہ وہ ان کو حاملہ کر کے اپنا ایک بڑا سا خاندان پیدا کرے۔ وہ ایسا انسان تھا کہ اس نے اپنی ایک شکار کو قاتلوں سے مار دیا۔ اس کو جڑا پھاڑا اس کے امحا جہا جہا کئے اور اس کے گوشت کا قیمہ بنا کر اسے کتوں کی خوراک کے مہرہ خوراک تیار کرنے والے برتن میں ڈالتا اور اس سب کچھ کو اپنے دوسرے قیدیوں کو کھلاتا۔

کھانے کے دوران چلے ہوئے ایک سیاہ رنگ کے کھانے سے ایک انسانی پمپی ہیڈنک کے فرج سے ملی اور ایک پمپی اس چمیں پڑ کے انسانی حوصلوں میں قحی جو پکائے جا رہے تھے۔

ہاں۔ ایسے لوگ موجود تھے جو یہ چاہتے تھے کہ ہیڈنک کو سزائے موت نہ دی جائے۔ کیوں؟ اس لیے کہ ان کا خیال یہ تھا کہ جو لوگ ہیڈنک جیسے کام کرتے ہیں وہ پاگل ہوتے ہیں اور پاگل لوگوں کو ان کے اعمال کی پابش میں موت کی سزا نہیں ملنی چاہیے۔

کلینسی ٹیکسوی ماہر نفسیات نے اپنے ایک مضمون بعنوان ”مہم نہیں“ میں لکھا: ”کیری ہیڈنک کی سزائے موت امریکہ کے لیے شرم کی بات ہے۔ ہمارے نظام انصاف کے لیے شرم کی بات ہے۔“ ساتھ ہی یہ بھی واضح کیا کہ اس کے دماغ کی عمر تیرہ سال تھی۔ اس کا پالنے والا جب وہ قابلِ نگریت جرائم سر انجام دے رہا تھا اس کے افعال کا ذمہ دار نہ تھا۔ اس کا دماغ کا پالنے والا اگرچہ اس کے بچپن کے دماغ کے دوبارہ پیدا ہونے والے حصے کے ساتھ تھا اور یہ اس مصمم حصہ دماغ، ذہن اور حقیقت کا کیا دھرا تھا۔“

ڈاکٹر ٹیکسوی کی آراء سے حلقہ اختلافی دلائل موجود ہیں لیکن ہیڈنک کے معلومات میں جیوری کو وضاحتوں کی ضرورت تھی اور نہ ہی انہوں نے اس کو پاگل قرار دینے کی درخواستوں کی کوئی حمایت کی۔ ہیڈنک کی کہانی میں تو صرف بے تحاشا خوف اور بے حد برائی تھی جو ”مہم نہیں ہے پاگل پن کی وجہ سے“ کی گزارش کو پس پشت ڈال رہی تھی۔ انصاف، انتقام، سزا اور ہیڈنک جیسی بد بچہ کے لیے معاشرے کو دیکھیں کی ضرورت تھی۔ انہی کی روشنی میں عدالت کے فیصلہ ملے۔

برائی کی بہت سی چیزیں ہیں۔ خاص طور پر بھلائی اور نیکی
استعمال جنہی بکروں نے پلیر اور علم برائے علم گیری ایڈنگ کی بھلائی سے بھر جی
1986ء میں شہرانی کی رات ایڈنگ ایک طوائف مختصر یہ کہانی ہے
پیلے تو اس سے جنسی تسکین حاصل کی اور پھر اس کا گھر اس قدر دیکھ کر کہ بے ہوش
تک پہنچ گئی۔ پھر وہ اس کو اپنے دکانے میں لے گیا اور وہاں اسے ایک ٹکسٹ سے
بندہ دیا۔ اس سے بدلتی ہوئی کہ وہ کہتا رہا اور پھر اسے غم غریبی حالت میں پنا
گڑھے میں لے گیا۔ اسے لگا کر اس کے اوپر ایک پانی کا گھونٹہ رکھا اس کے
چہرہ کا ظن رکھ دیا کہ نہیں رہا بھاگ نہ جائے۔ وہ اسے رات بھر کے لیے ایک
گیا اور اگلی صبح شہرانی کے دکانہ ایک سیاق و سباق میں بیٹھی کے ساتھ گڑھے میں پنا
سیاق و سباق میں کو ایک جلی کے ساتھ بندہ دیا۔

شہرانی کے دکانے سے لے کر کرسٹک ایڈنگ نے دونوں محفلوں کو اپنے
خانے میں رکھا اور جب بھی اس نے چاہا انہیں جنسی تسکین کے لیے استعمال کیا۔ پھر
محمد حرم کی خوراک دی اور انہیں بے رحمی سے پیٹے میں ہرگز نہیں چھوڑا۔ پھر اس نے
خانے کے گڑھے کو تھوڑا سا کھلا کرنے میں بھی کچھ وقت صرف کیا۔

زبانہ بدلا۔ فروری 1987ء میں بیٹھرا لڑ سے نالی ایک محبت مرگ اور ایڈنگ
نے آدمی سے اس کے گھر لے گئے۔ اس کے مقدمے کے دوران ایک ایسا جرم صراحتاً
جب ایڈنگ کی ایک زعمہ کی جانے والی کار محبت نے بتایا کہ اس نے ایڈنگ کے کتے
کو دیکھا جو بیٹھرا لڑ سے کے ملکہ کے ہوئے ایک عضو کو اٹھا کر دھانے میں لے
آیا تھا۔ وہ اس عضو کو کھاتا رہا اور وہ دوسری محبتیں اس کو دیکھتی رہیں۔

لڑ سے کی موت کے بعد ایڈنگ جلی کی زعمہ تار کو ان زنجیروں سے بھر دیا
محفلوں کے ساتھ بدلی ہوئی تھیں۔ وہ لڑ سے لڑاؤ کی آخری حالت سے کام لے لے۔
گڑھا پانی سے بھر دیا اور وہاں رہا کے سب محفلوں کو اس پانی میں کھڑا کر دیا اور
سوراج پانی دا کے تلخ سے بد کر دیا۔ اس نے تلخ میں ڈال مشین سے سوراج کر
رکھے تھے۔ ان سوراجوں سے وہ جلی کی تاریں لٹا دیا اور محفلوں کو چمکے دیا اور وہ پانی میں

پہا پنا۔ یہ محبت بیٹھرا لڑ سے جلی کے تلخ سے مرئی گئی۔ چٹنگ سے جلی کے
پانی ایک پنا سے مشا لٹا اور اپنے فرخ میں بکھریا۔

24 مئی 1987ء کو بیٹھرا دھانے چٹنگ کو بھٹی کر دیا کہ اسے اپنے
تے کے دھن سے جے جانے دے اس نے یہ جی کی محبت کیے کے پنا میں لے
ایڈنگ سے دھان کیا کہ وہ بیٹھرا لڑ سے کی جگہ پر گرنے کے لیے ایک محبت رکھ لے کر
بر آئے گی۔ ایک بد اس کے چنگ سے تلخ کے دھان لے اپنے لڑ سے فرخ
لے کہ وہ پنا سے جت کر لے اس فرخ چٹنگ کر دیا۔
بد اس سال بعد ایڈنگ کو لڑ سے محبت دی گی۔

91



تھیوڈور لیکزنسکی

یونا بمبار

(1942ء تا)

”اس کو اتنا بے لگاؤ اتنا کہ جب وہ مر جائے تو جہنم نزدیک ہو۔ شیطان کا اصل مسکن وہی (جہنم) ہے۔“

سوں موزر، قاسم موزر جو لیکزنسکی کے بھائی سے ملا گیا

تھیوڈور لیکزنسکی کی دہشت گردانہ سرگرمیاں خالصتاً برائی تھیں کیونکہ وہ ایسا لوگوں کو جان سے مار رہا تھا اور لولا لنگڑا ہوتا رہا تھا۔ وہ ایک نکتہ ہر خاص و عام کو ذہن نشین کرانا چاہتا تھا اور وہ نکتہ کیا تھا؟

وہ نکتہ یہ تھا کہ ٹیکنالوجی ایک بری شے ہے۔ لیکزنسکی کے لکھے ہوئے ناپ شاپ ضخیم منشور کے ابتدائی اور اختتامی پیرا گراف

یہ لکھا ہے کہ۔
منفعتی انقلاب اور اس کے نتائج نسل انسانی کے لیے چاہ کن رہے ہیں۔ ان لوگوں کی اوسط زندگی بڑھ گئی ہے جو ترقی یافتہ ممالک میں رہتے ہیں لیکن انہوں نے معاشرے کو کھوکھلا کر دیا ہے زندگی کو بے مقصد بنا دیا ہے انسان کی تدریج کی ہے بہت سی نفسیاتی بیماریاں پھیل گئی ہیں اور قدرتی زندگی اور طبی دنیا کو سخت نقصانات پہنچائے ہیں۔ صنعت و حرفت کی مسلسل ترقی صورت حال کو مزید خراب کر دے گی۔ یہ لازمی طور پر انسانی زندگی کو بدترین اخلاقی گروٹ اور قدرتی زندگی کو بڑے نقصانات سے دوچار کر دے گی۔ شاید یہ خوفناک سماجی برائیوں کو جنم دے اور نفسیاتی امراض بڑھانے کا موجب ہو۔ ترقی یافتہ ممالک بھی صنعت و حرفت سے طبی بیماریوں کا شکار ہو سکتے ہیں۔“

اپنے مقاصد کی تفریح اپنے منشور میں کرنے کے بعد وہ ”ہم“ کے حوالے سے اپنا نکتہ نظر بیان کرتے ہوئے ایک انقلاب کی نوید دیتا ہے اور برملا کہتا ہے کہ اس انقلاب میں کسی قسم کا دنگا فساد نہیں ہوگا۔

”چنانچہ ہم منفعتی نظام کے خلاف ایک انقلاب کی حمایت کرتے ہیں۔ یہ انقلاب متحد بھی ہو سکتا ہے اور نہیں بھی ہو سکتا۔ یہ انقلاب فوری طور پر برپا بھی ہو سکتا ہے اور آہستہ آہستہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ کچھ دہائیوں پر پھیلا ہوا ہو۔ ہم کوئی پلشن کوئی نہیں کر سکتے۔ تاہم ہم عمومی انداز میں منفعتی نظام کے کرتا دھرتا افراد سے کہتے ہیں کہ وہ معاشرے کی صورت حال کے پیش نظر انقلاب کی راہ ہموار کریں۔ یہ کوئی سیاسی انقلاب نہیں ہوگا۔ اس کا مقصد حکومت کی تبدیلی نہیں ہوگا بلکہ معاشی اور صنعتی بنیادوں پر موجود

معاشرے کو بدلنا ہوگا۔

تھیوڈور کیکونسکی

سولہ سال کی عمر ہی میں کیکونسکی نے گھریلو ساخت کے بم بنانے شروع کر دیے۔ اپنی گرفتاری کے وقت وہ اپنے ساختہ بموں سے سولہ دھماکے کر چکا تھا جن کے نتیجے میں تین اموات ہوئی تھیں اور 23 افراد مجروح ہوئے تھے۔ اسے مجرم قرار دیا گیا (لیکن ایک سوڈے کے باعث) اسے موت کی سزا نہیں دی گئی بلکہ چار عمر قیدیں اور تین سال قید کی ایک سزا جس میں جیل پر رہائی کی گنجائش نہیں تھی سنائی گئی۔ لیڈرل جی کارلینڈ بریل نے کیکونسکی کی سزا پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یونا بمبار کے اعمال "ناگفتنی اور غیر فطری" ہیں۔

کیکونسکی کی گھریلو دہشت گردی 1978 سے 1995ء تک چلتی رہی۔ اس کے اہداف ایئر لائنیں، کمپیوٹر کے ماہرین، طبی سائنسدان، اشتہار بازی کے سرکردگان اور اداکار کے انتظامی سربراہان رہے۔ کیکونسکی نے لکھا کہ ان لوگوں کو ہدف بننے کی وجہ یہ ہے کہ یہی لوگ صنعتوں میں کام کرتے ہیں اور یہی لوگ انسانوں کو انسانوں سے اور انسانوں کو فطرت سے جدا کرنے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ایسی سازشیں کرنے کے طرم بلکہ مجرم ہیں جو لوگوں کے ذہنوں، رویوں بلکہ اعتقادات کو بدلنے والے ہیں۔

امریکن تاریخ میں 11 ستمبر کی ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر دہشت گردی سے پہلے اگر کسی دہشت گردی کا درجہ اول تھا تو وہ یونا بمبار کیکونسکی کا تھا۔

19 ستمبر 1995ء کو نیویارک ٹائمز اور واشنگٹن پوسٹ جیسے موثر روزناموں نے کیکونسکی کے 35 ہزار الفاظ پر مشتمل اس کا منشور شائع کیا۔ کیکونسکی کے بھائی ایڈا کیکونسکی نے اس شائع شدہ منشور میں محاورات اور ضرب الامثال میں اپنے بھائی کے شائع کردہ "ٹیڈز لیٹرز" میں اس قدر مشابہت پائی کہ اس کا تھا شک کہ بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے اپنے ایک دوست کے ساتھ مل کر اپنے ہی بھائی سے متعلق تحقیق کی۔ اس تحقیق کے بعد وہ ایف۔ بی۔ آئی کے پاس گیا۔ ایف۔ بی۔ آئی نے ڈیوڈ کیکونسکی کی شہادت کو ورنی اور ٹھوس پایا لہذا تھیوڈور کیکونسکی کو 1996ء میں گرفتار کر لیا گیا اور اس پر یونا بمبار ہونے کا الزام لگایا گیا۔

بعد میں ہونے والی تحقیقات میں پولیس اور ایف۔ بی۔ آئی نے مومنا کیہن کی

تھیوڈور کیکونسکی

اپنی باریک بینی سے تحقیقات کی جہاں انہیں بہت سے زندہ بموں کو ناکارہ بنانا پڑا۔ وہاں سے یہ کوئی ثبوت نہ ملا کہ وہ بم وہاں کس کے لیے رکھے گئے تھے۔

یونا بمبار کی تاریخ وار کارکردگی

کارکردگی

تاریخ

- 25 مئی 1978ء — تاتھ ویسٹرن یونیورسٹی کے کیمپس میں ایک بم پھٹا۔ صرف ایک آدمی مجروح ہوا
- 9 مئی 1979ء — تاتھ ویسٹرن یونیورسٹی کے کیمپس میں ایک اور بم پھٹا۔ ایک شخص زخمی ہوا۔
- 13 نومبر 1979ء — ایک امریکن ایئر لائنز کی پرواز کے دوران سامان رکھے والے حصے میں ایک بم دھماکہ ہوا جس کے دھوکے میں سانس لینے سے بارہ افراد زخمی ہوئے۔
- 10 جون 1980ء — یونا پیڈ ایئر لائنز کے صدر کو اس کے گھر کا کو میں زخمی کیا گیا۔
- 8 اکتوبر 1981ء — اوتاہ کی یونیورسٹی میں پرنس کلاس روم میں ایک بم پالا گیا جسے کامیابی کے ساتھ وہاں سے ہٹایا اور ناکارہ بنا دیا گیا۔
- 5 مئی 1982ء — ویڈر ہلٹ یونیورسٹی میں بغیر کسی نقصان کے ایک بم دھماکہ ہوا۔
- 2 جولائی 1982ء — الیکٹریکل انجینئرنگ اور کمپیوٹر سائنس کے ایک پروفیسر یونیورسٹی آف کیلیفورنیا برکلی کی فیکلٹی لاؤنج میں دھماکہ ہونے سے زخم آئے۔
- 1983ء — اس سال کوئی حملے نہیں ہوئے۔
- 1984ء — یہ سال بھی 1983ء کی طرح گزرا۔
- 15 مئی 1985ء — یونیورسٹی آف کیلیفورنیا برکلی کے کمپیوٹر روم میں بم دھماکے سے ایک شخص زخمی ہوا۔
- 13 جون 1985ء — یونگ کارپوریشن کو سمجھا جانے والا ایک بم کامیابی سے ناکارہ بنا

دیا گیا۔ کوئی شخص زخمی نہیں ہوا۔

1986ء — کوئی حملہ نہیں ہوئے۔

1987ء — سالٹ لیک سٹی میں ایک کمپیوٹر سٹور میں یونا بمبار کی نشان دہی ہوئی۔

1987ء تا 1992ء — کوئی حملہ نہیں ہوئے۔

جون 1993ء —

یونا بمبار نے نیویارک ٹائمز کو اپنے خیالات سے آگاہ کیا۔

22 جون 1993ء —

یونیورسٹی آف کیلیفورنیا سان فرانسسکو کے نسلی تواریث کے ایک پردیفر ڈاکٹر چارلس ایپ شین اپنے گھر میں بم پھٹنے سے زخمی ہوئے۔

24 جون 1993ء —

نیو ہیون، کونیکٹیکٹ میں ہیل یونیورسٹی کے پردیفر ڈیوڈ جیورجس اپنے دفتر میں بم پھٹنے سے زخمی ہوئے۔

10 دسمبر 1994ء —

ایڈور ٹائزنگ کے شیعہ کا سربراہ تھامس موزر اپنے گھر نے جی میں بم پھٹنے سے ہلاک ہوا۔

24 اپریل 1995ء —

لکڑی کی صنعت کا ایک پرزور حمایت کرنے والا گھبرٹ برٹ اپنے دفتر ساکرامینٹو میں ایک بم پھٹنے سے ہلاک ہوا۔

19 ستمبر 1995ء —

واشنگٹن پوسٹ اور نیویارک ٹائمز نے مشترکہ طور پر یونا بمبار کے منشور پر مبنی 34,497 الفاظ کو شائع کیا۔

فروری 1996ء —

ڈیوڈ کیکونسکی نے ایف۔ بی۔ آئی کو بتایا کہ اس کے خیال میں اس کا بھائی تیموڈ کیکونسکی یونا بمبار ہے۔

3 اپریل 1996ء —

مونٹانا کیمپن سے تیموڈ کیکونسکی کو گرفتار کیا گیا۔

22 جنوری 1998ء —

تیموڈ کیکونسکی نے مدی کو مطمئن کرنے کا ایک سودا بحیثیت مدعا طلبہ کیا جس کے نتیجے میں اسے چار عمر قیدی اور 30 سال کی نذر محروم پر رہائی کے بغیر سنائی گئی۔ اس سودا کاری سے کیکونسکی نے موت کی سزا کے امکان کو ختم کیا۔ لہذا یونا بمبار کا خوف اور دہشت کا دور اختتام کو پہنچا۔

☆

92



ایڈی گین

”پلین فیلڈ کا بوجھ“، ”پلین فیلڈ کی بدروح“

(1906ء تا 1984ء)

”میں ڈاکو نہیں ہوں“ میں نے سرمایہ اور کیش رجسٹر اس لیے چھینے کہ میں یہ

دیکھتا چاہتا تھا کہ اس کا سودا کار دھوکا کھاتا ہے۔“

ایڈی گین کا چہرہ ہلکا سا ہونے پر مائل

لوئیس رابرٹ ہلاک نے اپنے ناول ”سانگھ“ کے چاٹ کا کردار مارمن طس کو

ایڈی گین کی کہانی سے حاصل کیا۔ ڈائریکٹر ٹوب ہوپر نے اپنی فلم ”دی فیکس جین

سایمیرا“ کے کردار لیمبرٹس میں بھی ایڈی گین ہی کی عکاسی کی۔ لوئیس تھامس جیورس

نے اپنے سلسلہ وار قاتل جیسی کے کردار کی بنیاد ”مل بملو“ میں پلین فیلڈ کے بوجھ پر رکھی۔

کلب نے اپنے ہونے "بھیت" کے بچہ کی خاموشی "میں بھی بھیت فیتہ کی بدولت کی رہا ہے۔
خوبی یہ کمال کھینچنے کا عمل جس کا ڈاکٹر جیتھر جی شوقین تھے جس میں بھیت نے جنم لیا
یہی تین کی شخصیت کی جہالت ہی چٹن کی ہیں۔

یہی تین آف بھیت فیتہ ایک مددگار اور قاتل اور بڑی مشہور تھے جسے
فیتہ کے لوگ ایک "اٹھا" شرمیلہ اور بے ضرر فرد خیال کرتے تھے۔ کین کے منہ سے اس
سے حق جہ نہیں جانتے جب ان کو اس سب کچھ کا علم ہوا تو تب تک بہت دیر ہو چکی تھی
وہ ایک لاشوں سے غیر معمولی دلچسپی رکھتے "اٹھا" قبروں سے مردے پھرتی کرتے ہوئے
خلاف کے لباس کا شوقین "آدم خود اور قاتل تھا۔ وہ کیا کرتا تھا جاننے کے لیے پتہ
جانیں۔

○ سوپ کو عورت کی کھوپڑی میں ڈال کر پوتا تھا۔

○ اس نے انسانی ہوتوں کا بنا ایک سوہاگل اپنے باہر بی خانے میں لٹا رکھا تھا۔

○ ایک چاقو رکھا تھا جس کا دست انسانی ہڈی سے بنا ہوا تھا۔

○ اس نے جھوٹ کے ایک ڈبے میں انسانی اعضاء خصوصاً (آٹھ لہجہ اور
ایک تازہ) ڈال رکھے تھے۔

○ اس کے رہائشی کمرے میں ایک کرسی پڑی تھی جس کے بازو حقیقی انسانی بازو
تھے۔

○ اس نے عورتوں کی چھاتیوں کے مختلف نمونوں کا ایک مجموعہ سنبھال رکھا تھا۔

○ ایک بڑے ڈبے میں انسانوں کی ناکیں جمع کر رکھی تھیں۔

○ مردانہ خصوصی عضو جس میں بکرہ میں سنبھال رکھے تھے اسی فرج میں بکرہ
استریاں اور دل بھی رکھے ہوئے تھے۔

○ عورتوں کی سانس کی کمال کا ایک کوٹ بنا رکھا تھا۔

کمر میں وہ عورتوں کا اندر دیکھ کر بھارت۔

○ عورتوں ہی کی کمال کی اس نے روی کی نوکری بنا رکھی تھی۔ بعض ایہوں کے
شیز بنا رکھے تھے۔

○ ایک میز پر اس نے مردوں کی پتلیوں کی ہڈیاں بھاری تھیں۔

○ انسانی دلوں کو وہ بھون کر کھاتا تھا۔ جب وہ گرفتار کیا گیا تو برٹش وڈان کا دل
پلیٹ میں کھانے کے کمرے میں پڑا ہوا تھا۔

○ اپنے بستر کے سرہانے کے پالیوں پر اس نے انسانی کھوپڑیاں چھڑیوں کے
سہارے کھڑی کر رکھی تھیں۔

○ ایک کرسی پر عورتوں کی کمال کا خلاف چڑھا رکھا تھا۔

○ عورتوں کے چھروں کی کمال وہ دیواروں پر چپاں کرتے ہوئے تھا۔

○ انسانی کھوپڑیوں کی کمال کو رگ کی صورت میں پہنتا۔

اس قسم کے بھانہ طرز عمل کے باوجود ایڈی کین سے متعلق یہ یقین سے کہا جاتا
ہے کہ وہ صرف میری ہو گئی اور برٹش وڈان یعنی دو قتلوں کا ذمہ دار تھا۔ (گو بہت سے
ماہرین جرائم آج تک یہ کہتے چلے آ رہے ہیں کہ اس نے اور قتل بھی کئے ہیں تاہم خود
اس نے انہی دو قتلوں کے علاوہ کسی اور قتل کرنے کا اعتراف نہیں کیا۔)

اپنے مقدمے کے دوران اسے قاتل تو قرار دیا گیا لیکن ساتھ ہی اسے پاگل بھی
کہلاتا گیا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اسے اپنی معروریت کی بھیم اور گناہوں کے پن کا احساس
نہ تھا جتنا کہ عامتہ الناس کو تھا۔ جو چند لاشیں اس کے کمرے میں ان میں اسے صرف
ان دو سے بدترین سلوک کا شہور اور احساس تھا جن کو اس نے قتل کیا تھا۔ باقی تو اس کے
جرائم سے پہلے ہی مر چکے تھے۔

ایڈی کین 27 اگست 1906ء کو آگسٹ اور جارج کین کے ہاں پیدا ہوا۔ یہ ایک
ایسا جوڑا تھا جسے کبھی غلطی سے بھی "سائل کے والدین" نہیں کہا گیا۔ جارج ایک یادہ کو

کمزور شخص کا شرابی تھا اور اپنی بیوی کے قبضہ قدرت میں تھا۔ آگست ایک چارچونہ پر مبنی
ضد اور ظالم شخصیت کی موت تھی۔ وہ ایک مذہبی جنونی صورت بھی تھی لہذا اس نے اپنے
دونوں بیٹوں ایڈی اور اس کے سات سالہ بھائی کے ذہنوں میں جنس اور صحت سے متعلق
ایسے خوفناک اور مہلک خیالات بھرے کہ وہ ماں والی طرح وہ اپنے شوہر سے نفرت کرتی تھی
اور اپنی دعا میں وہ بچوں کو گھٹے چکنے کے لیے مجبور کرتی تھی کہ ان سے دعا منگائی کہ ان کا
شوہر جانچ بھر مر جائے۔

صاف ظاہر ہے کہ ایڈی نے صحت مندانہ ماحول میں پرورش نہیں پائی تھی۔
بحث اب تک جاری ہے کہ ایڈی کی ماں کے بے چنگ روہنے واقعی اثر رکھتی تھیں یا نہیں
برتاؤ اور فائر اسٹیج کے برتاؤ نے بیٹے کو کیسے ملین فیلڈ کا بوجھ اور ملین فیلڈ کی بددعا
دیا؟ کیسے اپنے بیٹے کی سوچ ہی بدل دلی؟ اسے انسان نہ رہنے دیا بلکہ طریت بنا دیا۔
کافی یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ آگست کی فزول ترخیل کی وجہ سے اس
کے دلوں میں بے برائی، جنسی ضروریات اور عورتوں کی بدفطرتی سے اس قدر احترا ہوئے کہ
انہوں نے ساری عمر شادی ہی نہیں کی۔ ایڈی صنفِ مذکر کے جسم اور خاص اعضاء کے
حق تعالیٰ تصورات میں کھو گیا۔ اس نے عورتوں کے اجسام کی ساخت سے حلق پر ہوتا شروع
کیا اور قبروں کے مردے اکھاڑنے اور مردہ عورتوں کے اجسام سے کھیلنے لگا۔ خصوصی تہذیب
ان کو جنس مخالف بنانے والے اعضاء پر دیتا۔

آگست اور اس کے بچوں نے ملین فیلڈ میں 1914ء میں 1935ء تک ایک فارم
خریدا۔ آگست نے جب ایڈی پیدا ہوا اسی سال بچپن فردنی کا کامیاب شروع کیا۔ بچوں
بھائیوں کو سکول میں دوست بنانے کی اجازت نہ تھی۔ ایڈی ماں کا زیادہ چھوٹا اور فراموش
تھا۔ 1944ء میں ہنری جنگل کی آگ میں جل کر مر گیا جبکہ ان کا باپ جانچ 1940ء
میں پہلے ہی مر چکا تھا۔ اب ایڈی اکیلا ہی ماں کے ساتھ رہ گیا۔ چار سال بعد ایڈی کی
ماں بھی مر گئی تو ایڈی تنہا رہ گیا کہ وہ اپنی بیمار بیکار اور بڑا سرگرمیوں میں آزادانہ لکھے
اس کی تربیت اور ترجیحات میں اس کی ماں نے اسے جو سکھایا تھا وہ قدرے نہیں بلکہ بہت
زیادہ الٹ ہو گیا۔ اس نے نازیوں جیسی بے راہروی اختیار کی اور تارہ قبریں مردوں سے
خالی کرتے لگا۔

قبروں کو بونے کا کام اس نے ماں کی موت کے فوراً بعد شروع کیا۔ چھ ماہ
تحت کی موت ہو جاتی وہ وہیں فوراً کھجی جاسمہ کھن کھن میں شامل ہوتا تھا۔ یہ بچہ یاد
رہتا کہ زیادہ دیر رکھی تھی اور کئی مریزائیں اس کے کام کی نہ تھیں۔ وہ ایک تو قہر سے ہی
خاک سے نکلتی اور دوسرے ان کی کھال اور جسم سے کھیت ان کے اعضاء کے کئی
ہرے نہ رہتے۔ وہ کئی سال تک یہ سلسلہ چلاتا رہا اور اس نے انسانی اعضاء کا ایک
بڑا بچا بچا کر لیا۔

1954ء کے موسم سرما میں ملین فیلڈ کی ایک بڑی مالکہ ہنری ہوکن تم ہوئی۔
ہنری کو ایڈی کی پہلی محنت خیال کیا جاتا ہے (اگرچہ اس سے پہلے بھی کئی کشتہ گیس ہوئی
تھیں جن کا کوئی سراغ نہیں ملا تھا اور بعض انہیں بھی ایڈی کے کھاتے میں ڈالتے ہیں لیکن
اس کا کوئی قاعدہ نہ ہوا)۔ تین سال بعد ایڈی نے برائے ہڈوں کو گولی مار دی اور برائے
کے بیٹے کی ایک اطلاع پر ایڈی کو بطور قاتل کے گرفتار کر لیا گیا۔ یہی وہ موقع تھا جب
ایڈی کے فارم پر واقع بھیاک اور خوفناک چھاپ گھر کا علم دنیا کو ہوا اور برائے ہڈوں کی
لاش بھی بدترین حالت میں قبروں کی تراش فراش کرنے والے شیف کے پیچھے سے ملی۔
ایڈی 1964ء میں سرطان کے مرض سے مر گیا اور اسے اس کی ماں کے پہلو
میں دفن کر دیا گیا۔



لی ہاروے اوسوالڈ

(1939ء تا 1963ء)

”گھاس والے لیے پر ساریوں کا حجاب بھی اصل تاریخ کا قہرل میں ہو سکتا۔ لی ہاروے اوسوالڈ کو اس کی مڑی مڑی اور ناقابل مرآت غیب نامی نے مجبور کر دیا اور وہی 22 نومبر 1963ء کو اپنے چاروں دادہ قاتل تھا۔ زبردست اور غالب شہادتوں کی روشنی میں کچھ کہہ کر خون میں ڈوبے ہوئے ہاتھ لیے ہوئے غصے کو بے گناہ ثابت کرنے اور اس صدمہ کا جس کو اس نے قتل کیا ہے غصہ اڑانے کے مترادف ہے۔“

جیرالڈ ہڈنز — سوالہ ختم

اب اکیسویں صدی میں بھی یہ مسئلہ متنازعہ رہے کہ آیا 22 نومبر 1963ء کو

دنیاں، ٹیکس میں صدر کینیڈی کو ہلاک کرنے والا واحد گمن بدمذہبی تھا۔ جب مورخین قتل سے متعلق لکھتے ہیں تو ان کے نامکمل جملوں ”مفروضہ قاتل“ اور ”ظاہر قاتل“ کر دیا گیا۔ جن سے مراد اوسوالڈ ہے، ٹھٹھک کر رہ جاتے ہیں۔ سازشوں کے مفروضوں کے ماہرین 1963ء ہی سے یہ یقین رکھتے ہیں کہ اوسوالڈ صدر کینیڈی کو قتل کرنے کی پیچیدہ سازش کا ایک مہرہ تھا اور اس سازش سے تمام سیاسی اتحاد پسندوں، منظم جرائم کرنے والوں، ملکی تختہ پرانوں اور فیڈل کا مشرو پر ہاتھ ڈالنا مقصود تھا۔

کیا کچھ اور لوگ اس قتل کی سازش میں ملوث تھے یا نہیں؟ لیکن یہ شہادت سہرحی کہ لی ہاروے اوسوالڈ نے اپنی رائفل سے صدر کینیڈی کے سٹروں کے قافلے پر تین قاتر کئے جن میں سے دو صدر کینیڈی کو لگے اور اس کی موت واقع ہو گئی۔ اس کتاب کے مقاصد کے پیش نظر اوسوالڈ امریکہ کے صدر کا قاتل ہے اور بلاشبہ ایک مجسم ”برائی“ ہے۔ اگر اس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہوتے تو وہ بھی ”برائی“ کے خلاف فیصلے میں شامل ہوتے کیونکہ وہ اوسوالڈ کے جرم کو گنڈا کرنے کے کام آتے۔ تاریخ ہمیشہ اوسوالڈ ہی کو صدر کینیڈی کا قاتل بتاتی رہے گی۔

لی ہاروے اوسوالڈ 1939ء میں نیو اورلینز لوئی زئی آنا میں پیدا ہوا لیکن وہ بچپن میں یہاں تک ابتدائی تعلیم کے دوران بھی فورٹ ورتھ ٹیکساس میں رہا۔ 1958ء میں جبکہ اس کی عمر سترہ سال تھی فورٹ ورتھ ہی سے تھارتی بحریہ میں شامل ہوا اور جاپان میں راولر پیٹر کے طور پر کام کرتا رہا اگرچہ اس کی ترقی درجہ اول کے آپریٹر کے طور پر ہوئی لیکن 1959ء میں اس نے اپنی مجبوریاں ظاہر کر کے تھارتی بحریہ سے فراغت حاصل کر لی اور ایک ہی ماہ بعد وہ ماسکو میں تھا اور اس نے روسی شہری بننے کی درخواست دی۔

روسی حکومت نے اس کی روسی شہریت حاصل کرنے کی درخواست مسترد کر دی اور اسی وقت سے اس کی برپادی کی ابتدا ہوئی۔ اس نے ایک ناکام خودکشی کی کوشش کی۔ اس کے بعد اسے روس میں رہنے کی اجازت تو دے دی گئی لیکن اسے امریکی شہری ہی شمار کیا گیا۔ بحریہ نے اس کی اس ناکام کوشش کا انکار کیا تو اس نے اسے تارک وطن شمار کرتے ہوئے اس کی فراغت کے پرچے میں باعزت سکندری کی بجائے بے عزتی کی سکندری لکھ دیا۔

اس وقت چونکہ وہی زمین بھی طرح طرح کی تھی کہ وہ ایک ایک ٹکڑے میں
جست میں ترقی ہو گیا۔ دونوں نے شہر کی طرف سے 10 سچے پورے زمین کے
اس وقت کا ایک ملک اس کے آگیا اور وہ اس میں رہائش اختیار کی۔

جون 1963ء میں اس وقت نے ایک دلی علاقہ جگہ ملک میں رہائش
خریدی۔ یہ دونوں تھیں اس نے بذریعہ ڈاک جعلی ہم ملک ہاتھ پر خریدے۔ چنانچہ
30 ستمبر 1963ء میں اس کا راجہ تھا جس کے لیے اسے 29.95 ڈالر کا کرنہ تھا۔
اس نے اس انجمن کی بندوبست کے 100 سے خریدا اور پھر اسے جڑی ڈاک سے پتہ
پوسٹ بکس نمبر پر بھیجا۔ اس رہائش سے اس نے سچے ڈی۔ پتہ نامی ایک ملک
کنیڈی کے قتل کے بعد قتل کیا۔

مارچ میں اس وقت نے 21.85 ڈالر کا مٹی آرڈر کلیمر سپرنگ گڈز مارچ 1964ء
کو بھیجا اور اس نے 6.5 ملی میٹر کی دھنگ مار کرنے والی مین لجر کارکنو کارپوریشن
ایک اعلیٰ فوجی رائل جس کی قیمت 12.28 ڈالر تھی بھی خریدی۔ اس نے پھر اس وقت
کی دور میں بھی 7.17 ڈالر میں خریدنے کا آرڈر بھی بھیجا۔ اس وقت کا صدر قاضی
کو اس قدر نمایاں اور دست بستی کہ غیر تربیت یافتہ کاپی بھی ماہرین کی طرح لکھنا
سکتا تھا۔

اسی رائل کو اس وقت نے صدر کنیڈی کے قتل میں استعمال کیا تھا۔
اس وقت اپنے پلازا کی چھٹی منزل پر ٹیکس کی لائٹ دہری پر رکھی جانے والی
کتابوں کے گتے کے ڈالوں سے بنائے گئے چھاپہ ماروں جیسے کونسل میں امیون سے
فرز کش تھا۔ صدر کنیڈی کا مرنوں کا قتل گھاس دہری پھاڑی کے قریب سے ہوائی ٹرین
سے طم کو مڑا تو اس وقت نے صدر کنیڈی پر ٹین قاتل کے۔ (گھاس دہری پھاڑی کا مقام
جہاں ابراہیم دےپ دوار نے کھڑے ہو کر گلیاں پلٹے دکھانے کی گھریلے قلم خوں کے قاتل
سے تیار کی۔) صدر کنیڈی چھت دہری ہو جانے والی کار میں تھے (اسی غیر محفوظ کار میں
سوار ہونے کی اجازت بھی صدر کو آخری بار دی گئی تھی) صدر کی ایلی جنکی ٹیکس کا گڈز
کا نیلی دہری مرن کا نیلی بھی صدر کے مرن تھے۔

اس وقت نے پہلا قاتل 12.30 پر کیا جو "مس" ہو گیا۔ تین سیکڑ میں اس نے

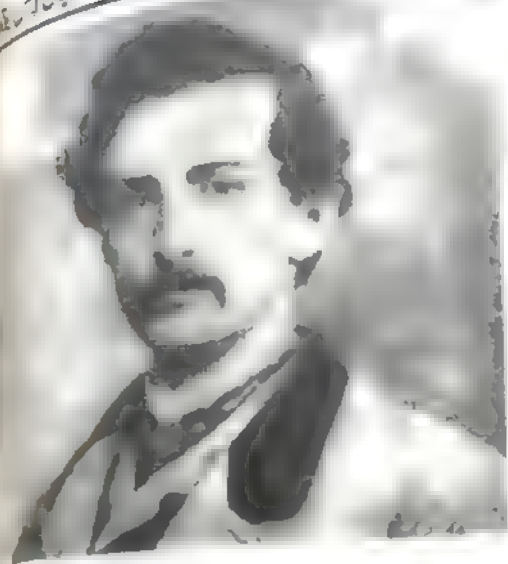
جسٹس کے 100 شیڈ یہ صدر اس وقت کے گڈز کو لگے پانچ سیکڑ میں اس
نے تین ہزار تیر سو کوئی صدر کنیڈی کی کھوپڑی کو لٹا دی گئی۔ سز کنیڈی نے لٹا دی
ہونے کے بجائے پھر پھر ہوئی تاکہ صدر کی کھوپڑی کے قاتل سے کوئی
نہیں کرتے۔

تین منٹ کے بعد اس وقت کتاب کو لائٹ دہری پر رکھے جانے والے دہری سے
پھر تین سزینٹ پہنچا اور وہیں سے ایک بس لے گئی جس کے قریب گھر پہنچا کہ وہ سمجھ
بچہ دین دلا رہا تھا حاصل کرے۔ جب وہ گھر سے باہر نکلا تو اس کا پولیس دفتر
طرز سنی پتہ اس کے سامنے کھڑا تھا کوئی سڑک تھی یا نہیں اور جڑوں ڈی پتہ اس
سڑک میں شریک تھا یا نہیں لیکن اس وقت نے رہائش سے تین قاتل کے اور تینوں پولیس
دفتر کو جس گلی میں ڈیر کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد 1:35 پر دہری کے وقت اس وقت ٹیکس فیز میں چھ پولیس
خروں کے مقابل تھا (جو شد و دے سے اپنے ساتھی کے قاتل کو تلاش کر رہے تھے) اسے
پس نے اپنے حصار میں لے لیا۔ اس دہری شام اور رات بھر بغیر کسی دیکل کی موجودگی
کے اس وقت سے پوچھ گچھ کی گئی اور پولیس نے اعلان کر دیا کہ اس نے صدر کا قاتل گرفتار
کر لیا ہے۔

اگلی صبح جبکہ اس وقت کو ایک اور جگہ لے جایا جا رہا تھا اور اس کے ہاتھوں پر سڑاغ
رسانوں نے جھکڑیاں ڈال دی گئیں جبکہ وہی نے اس وقت کو صحنے میں ایک گولی مار
دی۔ اس وقت سرکاری طور پر صدر اس وقت کا قاتل ثابت کئے جانے سے پہلے ہی اس کے
لے خاموش ہو گیا۔





جان وکس بٹھ

(1838ء تا 1865ء)

”یہ ملک سفید قام لوگوں کے لیے بنایا گیا تھا نہ کہ سیاہ قاموں کے لیے۔ اور نہ ہی یہ ملک اس لیے بنایا گیا تھا کہ غلامی کو ہماری عقیدہ کے کسان شرف کی نظر سے دیکھا جائے۔ یہ ایک نعمت ہے۔ اس لیے میں ہمیشہ اسے خدا کی مہربانی تصور کرتا رہا ہوں (ان کے لیے بھی اور ہمارے لیے بھی) کہ اس نعمت کو اس نے اپنی پسندیدہ قوم کو عطا کیا۔“

جان وکس بٹھ نے ایک خط اپنی بہن آبیہ کو لکھا کہ وہ اپنے بچے فریڈ پر سرسبز پھول چاند کی طرح بچے ہیں۔ کفن جو سیاہ مخروط کی ٹکڑی سے بنا ہے اور اپنی مخصوص جگہ پر رکھا ہے اس پر انہوں نے بار کی اور اعتقاد سے پھول سجائے ہیں۔

یہ تازہ پھولوں کی چھان عطا میں ہیں کہ انہوں نے یہ تازہ پھولوں کے ڈبیر ان کے گھر کو اور اس کو یہ بتا رہے ہیں کہ ہم (پھول) اس کے لیے لب بھی لگائی ہیں۔ رات بے حد خاموشی سے اتری ہر سمت سکون تھا کہ اس کے وسیع میدانوں کے سال بج کے سال فتم ہو چکے تھے کارل بیٹھروگ۔ ابراہم لیکن

ایک اخباری ضمیمہ سفید اور سیاہ چھپائی میں 1865ء میں ملاؤنیا میں چھپا گیا جس میں فورڈ جمیز میں لیکن کی نشست گاہ کے قریب قاتلانہ حملے سے پہلے جان وکس بٹھ کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں پستول ہے اور انسان اور حیوان کی ملی جلی شکل میں بیٹھوں وہاں شہر ہے جو بذات خود شیطان ہے اور وہ جان وکس بٹھ کو صدر ابراہم لیکن کی طرف انگلی سے اشارہ کر کے یہ سمجھا رہا ہے کہ اس کا ہدف وہ سامنے بیٹھا ہے۔ اس وقت عام طور پر یہ سمجھا جاتا تھا کہ جو بھی ایسا گھناؤنا فعل سرانجام دیتا ہے وہ شیطان کی خدمت کر رہا ہوتا ہے۔

اپنے قتل کے وقت لیکن نے اپنے میز پر ایک لٹافہ رکھا ہوا تھا جس میں موت کی دھمکی پر مبنی اسی (80) خطوط تھے۔ ان میں سے کوئی خط بھی جان وکس بٹھ کی طرف سے نہ تھا۔ اس لٹافے سے متعلق لیکن کے اپنے سیکریٹری آف سٹیٹ ولیم ہنری سیمور نے کہا: ”میں جانتا ہوں کہ میں خطرے میں ہوں لیکن میں اس قسم کی دھمکیوں سے بے گمان ہونے والا نہیں ہوں۔“

اپریل 1865ء میں لیکن نے ایک خواب دیکھا کہ وہ نیند سے بیدار ہوا ہے اور وہاں ڈاکٹر ہاوس کے ایک مشرقی کمرے میں بیٹھا ہے جہاں اس کی اپنی لاش رکھی ہوئی ہے۔ خواب ہی میں وہ اپنے ایک محافظ سے پوچھتا ہے کہ اسے کیا ہوا ہے تو اسے بتایا گیا کہ ایک قاتل نے صدر کو گولی مار دی ہے۔ اس مرطے پر ایک غم ناک چخ لوگوں کے منہ سے نکل اور اس سے صدر کی آنکھ کھل گئی۔ وہ جو کچھ اس نے دیکھا تھا اس سے دل سا

کیا۔ یہ خواب صرف دو ہفتے کی مختصر مدت میں سچ ثابت ہوا۔

جان وکس

جان وکس یوتھ ایک نسل پرست قاتل تھا۔ اس نے امریکہ کے صدر ایبراہم لینکن کو قتل کیا جس سے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ امریکہ کا ایک ایسا راہزن تھا جس نے اپنے کا کوئی راہنما اگر کوئی ہوا ہے تو وہ جارج واشنگٹن تھا اور کوئی نہیں۔ یوتھ نے صدر ایبراہم لینکن کو اس لیے قتل کیا کہ وہ انسانی غلامی کے خلاف تھا جبکہ ایبراہم لینکن اس وقت امریکہ سے ختم کر رہا تھا۔ قاتل کا خیال تھا کہ صدر امریکہ "سفید فام" لوگوں سے دھڑک رہا ہے۔

یوتھ کا اصل منصوبہ تو یہ تھا کہ وہ صدر لینکن کو اغوا کرے گا اور پھر اس کی بھلی کے عوض 1860ء میں ریاست ہائے متحدہ سے الگ ہونے والی ریاستوں کے یہی راہنماؤں کو رہا کرائے گا۔ تاہم اس کے اس منصوبے کی ضروریات زندگی فراہم کرنے میں تنظیم نے مخالفت کی۔ اس منصوبے کی بجائے یوتھ نے صدر کے قتل کا منصوبہ بنالیا۔

14 اپریل 1865ء کو "گڈ فرائی ڈے" کا دن تھا۔ جان وکس یوتھ صبح ہی صبح فورڈ تھیٹر میں داخل ہو گیا اور اس نے صدر کی نشست گاہ کے ایک دروازے کے قریب میں ایک چوکور سوراخ بنالیا۔ جب تھیٹر کے مالک نے یہ سنا کہ صدر امریکہ تھیٹر میں شام کو ہونے والا پروگرام دیکھنے آ رہے ہیں تو اس نے دو باکسر پر مشتمل ایک نشست گاہ صدر کے ان کے ساتھیوں کے لیے مخصوص کر دی۔ یوتھ نے جو چوکور سوراخ بنالیا تھا اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ خود اندر داخل ہونے کے بعد اس سوراخ میں ایک روک پھنسا دے گا تاکہ کوئی اور شخص اندر داخل نہ ہو سکے۔ اس نے اپنے کام کو سرانجام دے کر ہمارے کارنامے بھی سوچ رکھا تھا۔

صدر اور ان کے ہمراہی رات تقریباً آٹھ بج کر چوبیس منٹ پر تشریف لائے۔ صدر کا محافظ جان پارکر صبح ہی صبح تھیٹر میں آ گیا تھا اور صدر کے ہاکس کے باہر ڈیڑھ ڈالے ہوئے تھا۔ پارکر کو پہلے ہی سے اعزازہ ہوا کہ وہ جہاں ہے وہاں سے پروگرام نہیں دیکھ سکے گا لہذا اس نے اپنا مکانہ ایسی جگہ کر لیا جہاں سے وہ واضح طور پر کھیل دیکھ سکتا تھا۔ پارکر اس وقت بھی اپنی پہلے کی مقررہ جگہ پر نہیں تھا جب صدر تشریف لائے اور نہ ہی وہ اس وقت وہاں تھا جب جان وکس یوتھ ہاکس میں داخل ہوا اور اس نے اپنے پیچھے

دروازہ۔ وہ اتلا لگا دیا۔ اس وقت تقریباً دس بجکر 13 منٹ ہوئے تھے۔

جس میں داخل ہونے کے بعد یوتھ نے دیکھا کہ صدر لینکن ایک جمونے والی کرسی پر بیٹھ ہوا ہے جو تھیٹر کا ایک خاص اہلکار صدر امریکہ کے لیے گھر سے لایا تھا۔ وہ بڑھتا ہوا صدر تک پہنچا اور اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنا 44 کلبر کا پستول نکالا اور اس کی تالی صدر کے بائیں کان کے اوپر رکھ کر فائر کر دیا۔ گولی سر میں چھن کر دائیں آنکھ کے پیچھے آ کر رک گئی۔ لینکن فوری طور پر بے ہوش ہو کر آگے کی سمت کو گر۔ جلت میں یوتھ نے ایک فخر نکالا اور اس سے میجر رتھ یون کو ضربیں لگانے لگا جو صدر اور مسٹر لینکن کی پارٹی کا ایک رکن تھا۔ یوتھ نے اسے بائیں بازو کے اوپر زخم لگائے پھر وہ یہ کہتا ہوا "خاتم سے یہی کچھ ہوگا۔" باکس سے باہر کود گیا۔ یہی وہ الفاظ تھے جو یوتھ نے جیل میں سزا پر قیصر دم کو قتل کرتے ہوئے کہے تھے۔

قاتل یوتھ کا پاؤں جہاں کودنے کے عمل سے چڑا تھا وہاں آرائشی پردے کی لکڑیوں میں اس طرح پھنسا کہ اس کا پایاں گھٹنا جوڑے سے ٹوٹ گیا۔ پھر بھی وہ تھیٹر سے باہر نکل کر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر فرار ہو گیا۔

صدر لینکن 15 اپریل 1865ء ہفتے کے دن سات بجکر 22 منٹ صبح تک بے ہوش رہا اور پھر امریکہ کے سولہویں صدر نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ ڈاکٹر سوسنیل نے جسے بعد میں یوتھ کا ساتھی اور سازشی کہا گیا جبکہ اس نے اس بات سے اور یوتھ کی شناخت سے بھی انکار کر دیا کہ وہ کون ہے اور کیا ہے اور اس نے کیا کہا ہے۔ اس نے یوتھ کا علاج بھی کیا۔ (ڈاکٹر کے لواحقین بعد میں بھی یہ کوششیں کرتے رہے کہ ڈاکٹر کا نام سازشیوں کے ساتھ نہ لیا جائے۔)

آخر کار یوتھ کو ایک اناج کی کٹھڑی میں گھیر لیا گیا۔ اسے کٹھڑی سے باہر نکالنے کے لیے حکام نے کٹھڑی کو آگ لگا دی۔ اسے کٹھڑی سے نکالنے کے لیے گولی ماری گئی۔ جس کے تھوڑی دیر بعد وہ مر گیا۔





لیون۔ ایف۔ زولگوز

(1873ء تا 1901ء)

”میں نے صدر کو اس لیے مارا کہ وہ اچھے لوگوں کا دشمن تھا۔ میں نے اسے اچھے لوگوں کی مدد کے لیے مائدہ تمام دنیا کے سخت کشوں کے لیے مارا۔ مجھے کوئی افسوس نہیں ہے۔“

صدر کے قاتل لیون ایف۔ زولگوز کے آخری الفاظ جو اس نے جلی کے جھکے دیے جانے سے پہلے کہے۔

”اسے ایک اور جھکاؤ۔“

موت کے لیے جلی کے جھکے دیے والے کو ایک امریکی

ہایت

جب لیون ایف۔ زولگوز نے ریوا اور کاٹریگر دیکھا اور انتہائی قریب سے صدر ولیم جیمس پر دو فائر کئے تو وہ ان بزدل بدکرداروں میں شامل ہو گیا جنہوں نے امریکہ کے صدر کو قتل کیا (یا ان کو قتل کرنے کی کوشش کی)۔

صدر کے قاتلان ہمیشہ ناکامی سے دو چار ہوئے۔ یہ یکی بات ہے۔ انہوں نے بے شک ایک جان لے لی ہو لیکن ان میں سے کسی نے بھی ایسے غلط اور فضول مقاصد جو ان کے ذہنوں میں بہیمانہ واردات کو سرانجام دیتے وقت تھے، کبھی حاصل نہیں کئے۔

زولگوز ایک شریک تھا۔ شریک اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ ہر قسم کی حکومتیں دباؤ ڈالنے والی ناپسندیدہ ہوتی ہیں اور انہیں کسی بھی جائز یا ناجائز طریقے سے ختم کر دینا چاہیے۔ اس کا یقین تھا کہ وہ اگر لیڈر کو قتل کر دے گا تو اس طرح وہ امریکن جمہوریہ کو بھی موت کے گھاٹ اتار دے گا۔

6 ستمبر 1901ء کا دن تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے صدر سے ہاتھ ملانے والوں کی قطار لمبی ہی ہوتی چلی جا رہی ہے۔ صدر بین امریکن کے میلے پر بطلو، نیویارک میں ”ٹیمپل آف میوزک“ میں تھا اور وہ وہاں ایک خوش کن صدارتی فریضہ ادا کر رہا تھا۔ سربراہ حکومت امریکہ ہونے کے باوجود وہ امریکن لوگوں سے ہاتھ ملا کر ان کی خوشنودی حاصل کر رہا تھا۔ گویا خوشیاں بانٹ رہا تھا۔

صدر میکینلی جب عام لوگوں سے ملتا تو بہت عمدہ لگتا۔ وہ اس قدر تپاک اور خوش دلی سے لوگوں سے ملتا کہ وہ یہ سمجھنے لگتے کہ صدر انہی کا ہے اور وہ صدر کے ہیں حالانکہ وہ ہر ایک سے صرف ایک سینکڑ یا ڈیڑھ سینکڑ کے لیے ملتا تھا۔ میکینلی کی لوگوں سے ہاتھ ملانے کی رفتار ایک منٹ میں 45 افراد کی تھی۔

عام طور پر میکینلی کے عوامی طور پر ہاتھ ملانے کی تقریرات میں اس کے محافظ اس کے پیچھے بائیں طرف کھڑے ہوتے۔ اس طریقے سے محافظین ہر اس شخص کو دیکھ سکتے تھے جو صدر تک پہنچنے والا ہوتا۔ اس دن خاص طور پر محافظین کو صدر کے سامنے کھڑے ہونے کو کہا گیا تاکہ صدر بین امریکن جون میلنر صدر امریکہ میکینلی کے ساتھ بائیں سمت کھڑا ہو سکے۔

لیکن۔ ایسے نہ

چار بجے کے قریب زولگوز صدر میکسی سے ہاتھ ملانے کے لیے اپنی ہاتھ
 خنجر تھا۔ جب اس سے اگلے آدمی نے صدر میکسی کا ہاتھ چھوا تو زولگوز صدر میکسی
 سامنے آگیا۔ اس نے اپنے دائیں ہاتھ کے گرد بادل اس طرح لپیٹ رکھا تھا جیسے
 نے پٹی باندھ رکھی ہو۔ اس بادل کے نیچے 32 کلیمبر آئینہ جیون ریخ اور صدر میکسی
 نے زولگوز کا پٹی والا دایاں ہاتھ دیکھ کر اس کے آگے بڑھائے ہوئے دائیں ہاتھ کی طرف
 متوجہ ہوا اور اپنا ہاتھ احرار بڑھایا۔ لیکن وہ وقت تھا جب زولگوز قاتل نے ہتھول دیا۔
 زولگوز نے صدر میکسی پر دو قازر کئے۔ پہلے قازر نے صدر کی چھاتی کو نشانہ بن
 لیکن ایک ہٹن نے صدر کا دفاع کیا۔ دوسری گولی نے اس کے پیٹ کو کاٹ کر رکھ دیا۔
 آدھ انچی ریزہ کی ہڈی سے دور رہی جبکہ بائیں چھاتی کے ٹیل سے پانچ انچی نیچے رہی۔
 گولی اس کے معدے کو آگے پیچھے سے چرتی ہوئی گزری۔ بائیں گردے کا پورا کاہر
 بھی اڑ گیا اور گولی اس کے لیلے میں پھنس کر رہ گئی۔ میکسی کے حواس قائم رہے لیکن وہ کو
 نہیں رہ سکا۔ مگر کیا۔ جب صدر کو احساس ہوا کہ اسے گولیاں مار دی گئی ہیں تو اس نے
 زولگوز کو نظرت اور حقارت بھری نظروں سے دیکھا تاہم اس نے اپنے کانٹین اور خنجر بھس
 کو ہدایت کی کہ وہ اس کے قاتل کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔

بین امریکن کے ہسپتال میں صدر کو فوری طور پر پہنچایا گیا اور اس کے دو آپریشن
 ہوئے۔ پہلے آپریشن میں صدر کے معدے کے سوراخ کو سیا کیا تاہم وہ صدر کے لیلے میں
 پھنسی گولی کو تلاش نہ کر سکے۔ دوسرا آپریشن چار دن کے بعد ہوا جس سے پیٹ میں وہ
 جانے والا ایک کپڑا نکالا گیا۔

گولیاں لگنے کے پانچویں دن صدر کو بھوک محسوس ہوئی لیکن اس سے لگے دن
 بڑی آنت میں آپریشن کے دوران میں جراثیم سے پاک ماحول نہ ملنے کی وجہ سے ٹیکریا
 پھوٹ پڑی جس سے اس کی مجموعی صورت حال بگڑتی چلی گئی۔ اگلی صبح 2 بج کر پندرہ منٹ
 پر صدر آنجمانی ہو گیا۔

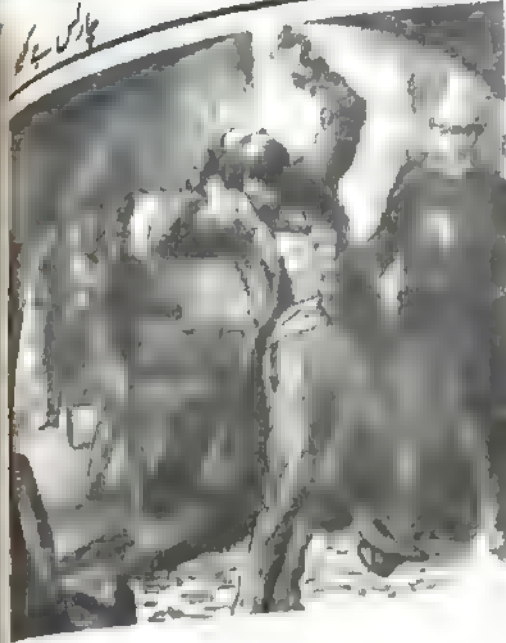
جہاں تک زولگوز کا تعلق ہے اسے فوری طور پر گرفت کر لیا گیا اور اسے پولیس
 اور خفیہ وائلوں نے اس قدر چڑھا کہ موت کے قریب تک پہنچ گیا۔ تاہم وہ اپنے منہ سے
 سامنا کرنے کے لیے دعوہ رہا۔ 23 ستمبر 1901ء کو صدر امریکہ کا قاتل ہونے کا فیصلہ

لیکن۔ ایسے نہ

سی۔ ایس۔ ایچ کے جیکوں سے اسے مزائے موت دینے کا حکم ہوا۔
 زولگوز نے اپنے سب سے بدترین فعل پر غامت محسوس نہیں کی بلکہ وہ اس وقت ہنس رہا
 تھا کہ اس نے جو کچھ کیا ہے اسے اچھا کام سمجھ کر لیا ہے۔

تحقیقات کے دوران پتہ چلا کہ زولگوز ریخ اور اس کے دوست ایچ گولڈ مین کے
 خیالات و نظریات کا حامی تھا۔ اس انکشاف پر ایچ گولڈ مین کو بھی پوچھ گچھ کے لیے پولیس
 نے اپنی تحویل میں لیا۔ وہ بھی پولیس کی تحویل ہی میں تھی کہ صدر میکسی کی موت کی خبر
 آئی۔ اس نے صدر کی موت پر رتی بھر ملال یا حسد کا اظہار نہیں کیا بلکہ جس پولیس کی
 تحویل میں تھی اسے یہ احساس دلایا کہ اسے صدر سے مرنے یا جینے سے کوئی سروکار نہیں
 ہے۔ ان غیر جذباتی اور خفہ حراج کے انٹرویو کو شائبہ کہ انہوں نے گولڈ مین سے کوئی
 یہ سوچ نہیں کیا جیسا کہ زولگوز سے کر چکے تھے۔ سوائے نظریات کی پیمانی کے کوئی اور
 شخص زولگوز اور گولڈ مین میں جڑت نہیں ہو سکتا۔ یہ پتہ چلا کہ زولگوز نے گولڈ مین کی ایک
 تقریر سن لی تھی اور اس سے متاثر ہو کر اسے یہ خیال آیا تھا لیکن ایچ گولڈ مین نے اسے صوبہ
 جہت دینے سے گولڈ مین کو بلا کر رہا کر دیا گیا اس کے خلاف کوئی جرم ثابت نہ ہوا۔
 میکسی کی موت کے دو سال بعد امریکن کانگریس نے اس کے پتھر پر پتھر کو سرنگ
 کی سرزمین سے نکالنے کا قانون نافذ کیا۔ ۱۹۱۹ء میں گولڈ مین کو پتھر میں سے نکال دیا گیا۔
 29 اکتوبر 1901ء کو زولگوز کو الیکٹریسیٹ کر دی گئی۔ اس کے پتھے کے جھل جھل
 کہ اس کی لاش چرا نہ لی جائے اور اس کے اعضاء قطع نہ ہوں گے۔ جانے اس کے تھکن پر
 گولڈ مین کا تیزاب چھڑک دیا گیا۔

چارلس بے گٹھیو



چارلس بے گٹھیو

(1841ء تا 1882ء)

"16 جون 1981ء واشنگٹن

امریکن لوگوں کے نام

چارلس بے گٹھیو گزرتے ہوئے ذہن میں صدر کو ہٹانے کا خیال آیا۔ کوئی بھی دی
روح میرے مقصد کو نہیں جانتا تھا۔ خیال میرے ہی ذہن سے اٹھا اور میں
نے اسے اپنے ہی تک محدود رکھا۔ میں انتظامیہ کے حق میں اور طاقت میں
اختیارات بڑی احتیاط سے بڑھتا رہا اور آہستہ آہستہ میری سوچ میرا معاملہ
کرتی چلی گئی کہ صدر کو ہٹانا ایک سیاسی ضرورت ہے کیونکہ جن لوگوں نے
اسے (صدر) بنایا انہیں سے اس نے غداری کی اور جمہوریہ کی زندگی کو
خدوش بنادیا۔ یہ قتل نہیں ہے سیاسی ضرورت ہے۔

چارلس بے گٹھیو

چارلس بے گٹھیو

تقریباً تمام مورخین اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ چارلس بے گٹھیو پائل
تھا۔ ہو سکتا ہے کہ مورخین سچ ہی کہتے ہوں لیکن اس میں قطعی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ
وہ ایک بدترین حد تک ناپسندیدہ آدمی تھا۔ براؤننگ ٹیکنین (گلیور ہولوں کے دیس کے ستر
کے بعد ایسے قد کے مردم آزار لوگوں کے دیس میں گیا تھا جہاں وہ خود ہوتا تھا۔ اس فرضی
دیس کا نام براؤننگ ٹیکنین تھا۔) والے قصے کی طرح خدا واسطے کا مردم آزار تھا۔ وہ ایک
پہلے درجے کا جموٹا، دھوکے باز، فہم کرنے والا، لچا اور بیوی کراٹے پر اٹھانے والا اور
اہل ترین خود پرست بھی تھا۔

ان تذکرہ "خوہیں" کے باوجود وہ اس کتاب کے لیے منتخب افراد کی فہرست
میں شمولیت کا اہل نہ تھا لیکن وہ ایک صدر کا قاتل تھا۔ اس نے صدر جمز اے گارفیلڈ کو
سیاسی فائدے کے لیے قتل کیا۔ گٹھیو کی نزکیت (خود پرستی) کا یہ عالم تھا کہ جب اسے
صدر کے قتل کے احرام میں جیل میں رکھا گیا تو اس نے وہاں سے جزل شیرمان کو خط لکھا
کہ وہ اپنے فوجی دستوں کو حکم دے کہ وہ اس جیل کو جس میں وہ بند ہے اپنے حصار میں
لے لیں۔

جزل شیرمان کے نام

میں نے حال ہی میں صدر کو قتل کیا ہے۔ میں نے اس کو ہر ممکن جلت سے
دوسری دنیا میں بھیجنے کی خاطر اسے جتنی چاہیں تھیں اتنی گولیاں ماریں۔ اس کی موت ایک
سیاسی ضرورت تھی۔ میں ایک قانون دان، عالم دین اور سیاستدان ہوں۔ میں پر عزم لوگوں
میں سے پر عزم فرد ہوں۔ میں جزل گرائٹ کے ساتھ تھا اور میں نیویارک میں ووٹ
طلب کرنے کی مہم میں اپنے ہم خیال دوسرے رفقاء کے ساتھ تھا۔ میں جیل بھیجا جا رہا
ہوں۔ مہربانی فرما کر اپنے دستوں کو حکم دیں کہ وہ فوری طور پر جیل کو اپنے قبضے میں لے
لیں۔ نہایت احرام کے ساتھ۔ چارلس گٹھیو

اس خط کے حصول کے بعد جزل شیرمان نے لکھا: "میں کہنے والے کو نہیں
جانتا۔ کبھی اس سے حلق نہ پایا اسے دیکھا نہیں۔ میرے علم میں نہیں۔"

چارلس بے کو

2 جولائی 1881ء کو چارلس بے کیلھو نے صدر گارفیلڈ کو ایک ٹرین ڈیو پر غصہ بنایا۔ اس نے دو فارے کئے۔ پہلا فارے تو صدر کے بازو کو چھوتا ہوا گزر گیا جبکہ دوسرے فارے کی گولی صدر کی پیٹ سے گزر کر اس کے لبلبے تک پہنچی۔ بادی انکسٹریس یہ فارے بھی ہلکے نہیں تھا اور یہ نہیں سوچا جاسکتا تھا کہ اسی سے صدر کی موت واقع ہو جائے گی۔

1881ء میں ڈاکٹر لوگ ابھی یہ یقین نہیں رکھتے تھے کہ آپریشن کے دوران بھی تمام اوزاروں اور فضا کو جراثیم کی آلودگی سے پاک ہونا چاہئے۔ یہی نہیں بلکہ زخموں کی جانچ پڑتال اور دیگر طبی تقاضے بھی جراثیم کی زد میں نہیں آنے چاہئیں۔ اس خیال کو بھی پذیرائی حاصل نہ تھی کہ ہوائیے جراثیم سے لدی اور اٹی پڑی ہے جو ہر آن کھلے زخموں پر حملے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ طبی ساز و سامان کو بھی جراثیم سے پاک نہیں کیا جاتا تھا اور ڈاکٹر لوگ بھی اپنے ہاتھوں کو آج کے ڈاکٹروں کی طرح جراثیم کش صابن سے نہیں دھوتے تھے۔

بدقسمتی سے صدر گارفیلڈ کا چیف سرجن ڈاکٹر ڈی۔ ڈبلیو۔ ہلس اس کتبہ مگر سے تعلق رکھتا تھا جس کے نزدیک طبی طریق کار میں صحت و صفائی اور جراثیم کشی میں دقت ضائع کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ صدر گارفیلڈ کے معالج تو کئی دن صدر کے جسم میں ۱۱ گولی ہی تلاش کرتے رہے جو امدد کھسی تو نظر آتی لیکن باہر نکلتی نظر نہیں آتی تھی۔ اس مل میں وہ اپنے نا صاف ہاتھ اور جراثیم آلودہ طبی اوزار ہی استعمال کرتے رہے۔ نتیجے کے طور پر صدر گارفیلڈ کے خون میں زہریلے اجزاء شامل ہو گئے اور وہ 19 ستمبر کو بخود ہی میں اپنے گھر سے اس جہان فانی سے رخصت ہو گیا۔ اس کے آخری ایام سخت تکلیف میں گزرے۔ ڈاکٹروں سے اس کے آخری الفاظ بھی یہ تھے: ”کیا تم اس درد کو نہیں دیکھ سکتے؟“

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اس کی موت کا سبب کیلھو کی گولی تھی لیکن صدر گارفیلڈ کی موت کو ”علاج گاہ کی موت“ کہا بھی کسی طرح بے جا نہ ہوگا۔ صدر کے معالجین اسے گوشت اٹھانے اور براڈی ہر روز میا کرتے رہے لیکن اسے اکثر تے بھی

چارلس بے کیلھو

ہوتی رہی اور چھ ہفتوں کے اندر اندر اس کا وزن اسی پونڈ کم ہو گیا۔ اس کے ڈاکٹر اطباء سوپ، پتلی کچھڑی، دودھ، دکی اور انجون کی وجہ سے اس کا انتہا بھی کرتے رہے۔ جلد ہی اس کے زخموں سے پیپ رسنے لگی اور اس کا چہرہ سو جتنے لگا۔ صدر کو اپنے ڈاکٹروں سے چہرے پر لگائے گئے کٹ بھی برداشت کرنے پڑے کہ اس کی سوجن کم ہو۔

صدر کی موت کے بعد ایک ہومیو پیتھک جریڈے نے لکھا کہ طب جدید میں صدر کی صحت کا معاملہ بدترین بد انتظامی اور غلط علاج کا معاملہ ہے۔

یہ سارا معاملہ جو پیدا ہوا اور یہ جو موت آئی۔ اس کا ذمہ دار چارلس بے کیلھو ہے جس نے خصوصی طور پر ایک قیمتی نیا اور خوبصورت 44 کلو گرام ہلڈاگ پستول صدر کے گلے کے لیے خریدا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس کے پستول کو ”عجب گھر“ میں جانا ہے اور وہاں اسے اچھا نظر آنا چاہیے۔





سون سمٹھ

(1971ء تا)

”وہ گیند کو آگے لے جانے کا فن سیکھ نہیں سکے، انہیں ہائیکل پر سوار ہونا سیکھنا نہیں چاہا، انہوں نے اپنا پہلا دن سکول میں نہیں گزارا۔ سون جانتی تھی کہ وہ ان بچوں کو جان سے مار رہی ہے۔ وہ جانتی تھی کہ وہ ان کو پانی میں لٹا رہی ہے۔ اس کا اہجام کیا ہونے والا ہے۔ اور آپ کس طرح اس کو معافی دے سکتے ہیں جو ایسی ”برائی“ ہے۔“

سون سمٹھ کا ساتھ شہر ڈیڑھ سمٹھ۔ مانگیل اور الگس سمٹھ کا باپ

”کوئی میرے بچوں کو دکھ نہیں دے سکے گا۔“ وہ میری زمی تھی۔“

پولیس کے دو دو سون سمٹھ کا جان۔ غیر ملکی طہ پانی کا میڈ استعمال کرتے ہوئے اعتراف جرم کر گئی

پولیس کی طرف سے سون سمٹھ کے معاملے کی تشکیل نو ایک ناقابل برداشت نف اور حقیقت تھی۔ سمٹھ کی برگنڈی حردا میں ہوا کا گزر اس قدر ناممکن تھا کہ اس کے گردن میں ڈوبنے سے پانی بہرتے ہوئے پورے چھ منٹ صرف ہوئے۔ ذرا یہ تصور سننے کی کوشش کیجئے کہ سمٹھ کے لڑکوں مانگیل عمر تین سال اور الگس عمر چھ ماہ جو کار میں اپنی مٹی نشتروں کے ساتھ بندھے ہوئے تھے کے ساتھ کیا ہوا ہوگا؟ جب گھوڑے میں اٹی لگتی ہوئی کار میں جھیل کا رخ پانی ان تک پہنچا ہوگا۔

ڈاکٹر رائے جی مسٹر اپنی کتاب ”انسانی تھوڑا اور علم میں برائی“ مئی 1999ء

میں بتاتا ہے کہ برائی کے دو بڑے اجزاء نقصان دہی اور نفرتگری کے بند کھول دیتا ہے۔ اس کوئی کو استعمال کرتے ہوئے اگر دیکھا جائے تو بچوں کی قاتلہ سون سمٹھ دو جرائم کی مرکب ہوئی۔ پہلی برائی اس نے یہ کی کہ اس نے اپنے دو بیٹوں کو جان سے مارا اور اس برائی کے ذہن میں حریہ اضافہ یہ جھوٹ بول کر کیا کہ سیاہ قاصوں نے اس کی کار چھین لی ہے اور اس کے کتے پر ظلم کیا ہے۔ اس جھوٹ میں تیسرا جرم یہ تھا کہ اس نے مقامی آبادی کو جبری کیرولینا کے سیاہ قاصوں کے خلاف الزام تراشی کر کے ایک زبردست الجھل بنا کر دی۔ اس کے اعتراف جرم تک قوی رخ پر ہر سمت خوف و ہراس پھیلا رہا۔

25 اکتوبر 1994ء کو شام نو بجے کے قریب سون سمٹھ خوفزدہ اور گھبراہٹی ہوئی ’مٹائی‘ چلتی ’چلتی‘ چلاتی اور پریشانی کے عالم میں شرے میکلو کے گھر داخل ہوئی اور بتایا کہ ایک سیاہ قاص آدمی اس کی حردا کار چھین کر بھاگ گیا ہے جس میں اس کے دو معصوم بچے کھلی لاشت پر بچوں سے بندھے پڑے تھے۔

سنالے میں ڈالنے والی ’جوتی‘ اس اناکاری کے نو دن بعد ذرائع ابلاغ ’قانون دانوں اور قانون نافذ کرنے والے افسران اور کتے کے افراد کے سامنے سون سمٹھ نے اعتراف کیا کہ اس نے خود ہی اپنی کار کو انا دھکیل کر جوہن ڈی لاگ نامی جھیل میں ڈال دیا تھا اور اس کے بچے کھلی لاشت پر بندھے ہوئے تھے۔

بعد میں اسی ڈیوٹی جانے والی کاری سے ایک خط برآمد ہوا جو سون کے ایک ساتھ برائے فریڈ کا تھا۔ اس پر ”بیاری جیل“ (سون) کو لکھا گیا تھا کہ وہ سون سے اپنے تعلقات ختم کر رہا ہے کیونکہ اب وہ دو بچوں کی موجودگی میں یہ مناسب نہیں معلوم

ہوتا کہ وہ اس سے اپنے تعلقات استوار رکھے کہ وہ کسی آنے والے وقت میں دہلیزداروں میں مسلک ہو سکیں۔ اب لوگ اس بات پر یقین کرتے ہیں کہ سون نے اپنی سوچ کی بنیاد پر "حمت کی زندگی" کی ریلوٹ دور کرنے کے لیے مصمم نکل کی زندگی سے کھلی۔ گویا اس نے اپنے محبوب کو یقین دلایا کہ اس کی خاطر وہ بڑی سے بڑی قربان دے سکتی ہے اور اسے بچوں کے بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہ تھی۔ اور یہ کہ اپنے تعلقات کو اب بھی قائم رکھ سکتے ہیں۔

یہ حلیم شدہ بات تھی کہ سون سمجھ ایک مشکل زندگی گزار رہی تھی۔ یہی خطرات کسی حد تک اس کا دفاع بھی ثابت ہوئیں۔ اس نے کئی مرتبہ خودکشی کی کوشش کی اس کے سوتیلے باپ نے عصمت دہی کی نیت سے اس پر دست دھاری کی وہ اپنے حقیقی باپ کی خودکشی کی وجہ سے ماں کے ساتھ رہنے پر مجبور تھی۔ ڈیڑھ سمجھ کے ساتھ شادی میں بھی اسے دشواریاں پیش آئیں۔ شادی کے بعد کے دکھوں کے اس دور میں بھی اسے کئی جہتی تعلقات کی ضرورت تھی اور اسے حمت اور ہمدردی کی سخت طلب تھی اور وہ اس کی کھاتی تھی جب اسے ملا ہوا سہارا ہی چھوڑ رہا تھا تو وہ گہرے رنج و غم اور وقتی طور پر مدد کا ہاتھ ہو گئی۔ اسی کے مقدمے کے دوران ایک ماہر ڈاکٹر نے کہا کہ اگر وہ وقتی طور پر مستحکم ہوتی تو بچوں کے گل بھی نہ ہوتے۔

تاہم اب تو قتل ہو ہی چکے تھے اور جرم قتلہ کا اقبال تھا پھر بھی عدالت نے مجرمہ کو موت کی سزا نہیں دی۔ اسے تیس سال کی قید کی سزا سنائی گئی اور وہ اگر زندہ رہی تو 2025ء میں جیل دل پر رہا ہو سکے گی۔ اس وقت اس کی عمر 53 سال ہو چکی ہوگی۔ ڈیڑھ سمجھ جو بچوں کا باپ بننے کے لیے وہ سون کا جرم بھی معاف نہیں کرے گا اور جو لوگ اس کو جیل دل پر رہا کراتے ہیں کوشاں ہوں گے وہ ان سے ملے گا اور ہر وہ اقدام کرے گا کہ سون کا انتقام قتل میں قہر ہی سے ہو۔

سون کے علاوہ بھی لکسی مائیں ہیں جنہوں نے اپنے بچوں کو جان سے ہٹا

1- اینڈریا جکسن

انڈریا نے 2001ء میں اپنے پانچ بچوں کو نہانے کے عاب میں ڈھک دیا اور پھر

پولیس اور اپنے شوہر کے سامنے اعتراف جرم کر لیا۔ اس کے وکیل صفائی نے پوسٹ مارٹم رپورٹ پر اعتراض اٹھاتے ہوئے کہا کہ طرہ شدید دماغی بحران کا شکار ہے۔ اس صورت حال کے بعد استقامت طرہ کو سزائے موت دلوانے کے اور نکات پر غور کر رہا ہے۔

2- مہلیسا ڈوریکسلر

ڈوریکسلر بچوں کو قہر جی میر کرانے والی عصمت تھی۔ اس نے سمجھ کے کنارے ایک بڑی پرہیز کو ختم دیا اور اسے کوڑا کرکٹ میں پھینک دیا جہاں وہ مر گیا۔

3- شان ہیرڈ

یہ جڑی طور پر مصدومیت ہے اس کی ذہانت کا آئی۔ کیو۔ لیول 88 ہے جبکہ عمر تیس سال ہے۔ اس نے 1997ء میں اپنے 18 دن کے بچے کا گلا گھونٹا اور اس قدر مارا کہ وہ مر گیا۔

4- ایلی گراس برگ

اس نے 1996ء میں ایک ہوٹل میں ایک بچے کو ختم دیا۔ اس نے اور اس کے لمبے فریڈ نے بچے کا سانس روکا اسے چنا اور مارنے کے بعد اس کو ایک کولے والن میں پھینک دیا۔

5- ڈارلے رومنگر

1996ء میں رومنگر نے بڑی سنگدلی سے اپنے 18 بچوں کو گہرے رنج و غم کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

6- دیوہا گرین

گرین ایک ڈاکٹر ہے اس نے اپنا 1994ء میں اپنے گھر کو آگ لگائی اور اپنے دو بچے مار ڈالے۔ جے فصل (بڑھاپہ) نامی شہرت یافتہ کتاب الین رولڈ نے گرین کی کہانی پر لکھی ہے۔

پھر سے زندگی اپنے جیسی جہیزت کی تسکین کرتے رہے۔

نچر پورن بزم پھر میں مل سے ایک ہے اور لب ۱۱ میل میں لپٹا ہوا
کی برکت رہا ہے۔ سر کی تمام نصف جہاز کی سر تو رت ہے جس کی کوئی کوئی
سے جانی نہیں دے سکتا اس کے لیے پور جس نے پانچ ریاستوں میں کم از کم
پھر ہر پچھلے سے زیادہ جیل میں ہر کس سے (سولے خدا کے) دیکھ کر ہے۔

نچر پورن کی عمر اس وقت ۱۵ سال تھی جب اس نے ایک بار ملازم کے
دست میں لپٹا لیا۔ باہرین کا خیال ہے کہ وہ انھوں نے اس کی عمر کو پچھلے سے پیسے کی
لکڑی نوپت کی سرگرمیوں کر چکا تھا۔ ایک بار ملازم کا تو اس کا پیلا مسٹر ملکہ تھا۔

۱۹۵۹ء میں کینٹھک پوری بننے کی سہ حاصل کرنے کے بعد پور پور
جسٹ میری جرجی شعل اسٹل ہوا جیسا جیش میں تھیوت کیا گیند ہرے کی کینٹھک
وہ جس کی طرح جسٹ میری میں بھی گرا کر سکھ گیا تھا۔

جسٹ میری سکھ میں پور کے تمام بچوں سے کمر دوسرے ملازم کی ہمت
میں "سنگ مل" (۱۷۵۰ سالوں میں) کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس نے پانچویں تھ چلے
کریڈ کے طلبہ طالبات کو اپنے اصنافے خاص کو پھونکے کی ترغیب دی۔ وہ چاہتے تھے
کیونکہ ملازمین سے ملازمت کے تعلقات میں کافی آگے نکل کر تھ گئے تھے۔ ہر
بچہ ایسا کرتے ہوئے وہ بچوں کے حوالہ پر اپنے ہاتھ بھی رکھ لیتے اس نے انھیں
لو کہیں میں کوئی تیز نہیں رکھی جلدی وہ اس قدر بنام ہوئی کہ سکول کے تمام طلبہ
طالبات نے اس ہتاک پھری سے نہایت کے لیے جی و پھر شروع کر دی۔ ایک بچہ کی
کمرت باہل یا باہر سے کے کوئے سے آواز لگا: "کام پور آ رہا ہے۔" تو جانی بچے
قوراً جگہ جہاں وہ آ رہا تھا علی کا شروع کر دیتے۔

تمام قہر پور پور ہوا "ہوا ہوا ہوا" قہر قہر قہر سے بچوں کو دھتکارا
سے اٹھ جاتے۔ کیا کیا شرمناک حرکتیں کرتا کہ ہر کس کمر قہر کو کافی سمجھیں۔ پھر
کی ایک کثیر قہر نے قہر پور کی کار جسوں کی قہر سے موبائی اسٹن ہرے کی۔
پھر قہر پور کو قہر کر لیا گیا کہ اس کے جیسی جیے کو کم کرنے کے لیے ہتھل میں اسے
کلی کے جیسے ہر علاج کے لگائے گئے لیکن اس کی نالی خواہشات برقرار ہیں۔ اس نے

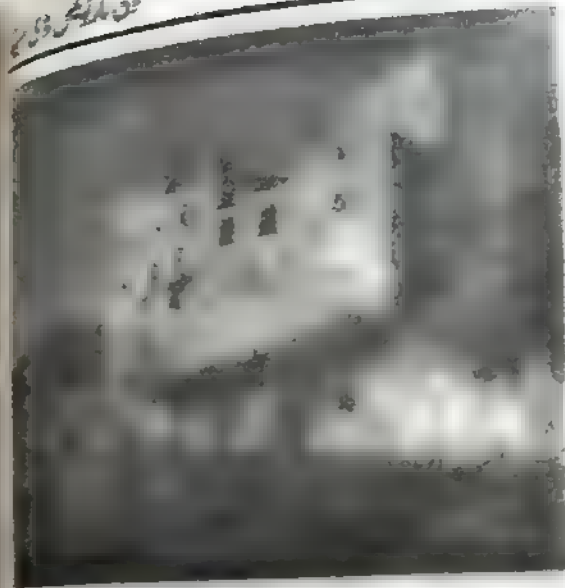
کلی کی نہ ہوئی۔ اسے ایک اور دیہات میں تبدیل کر دیا گیا جوں کی پچھلے ہی اس نے اپنی
نہایت کاروباریوں دوبارہ شروع کر دیں۔

برل ۱۹۵۷ء میں ہر موبائی اسٹن اسٹن سے کاروباری کار، فرسٹ کی گئی۔
برکوس دیہات سے ہٹا دیا گیا لیکن اسے گرفتار نہیں کیا گیا۔ اس مرتبہ اسے پھر اس
کے حوالے اور اسے میں نیو میکسیکو بھیجا گیا۔ توقع تھی کہ وہ اپنی بیوی خواہشات پر
وہ رہے گا مگر اس اصلاحی ادارے سے فراغت ملنے ہی اسے ایک دیہات سے دوسرے
دیہات میں تبدیل کیا گیا لیکن ہر جگہ ہی اس کی بچوں سے دوسرے دیہاتی کرنے کی
حالت تھی۔

پور پور بھی گیا اپنی حرکات سے باز نہ آیا۔ یہی تک کہ ۱۹۵۷ء میں خود
اس نے پاپ کو لکھا کہ اسے پھری ہونے کے دکھوں سے نجات دے دی جائے۔ پاپ
نے اس کی درخواست منظور کر لی۔ اس کے قہرے ہی عرصے بعد قہر نے شعل کر لی کہ
وہ پور بچوں کا باپ بنے۔

پھری نہ کسی شہر ہر پاپ ہونے کے بعد وہ اس کا "طرح" نہیں دیتا۔
بہی بچوں کی تلاش میں رہتا۔ وہ اپنے کڑواں سے بدگش آہد اس نے اس کی پر
نوراً جو اس کے بچوں کی گرائی کرتی تھی۔ بلکہ اس کی سب سے بھی سبکی سوک گیا۔
فریک فریڈرک ایک نو جوان تھا جسے چھپن میں قہر پور نے قہرے دی تھی۔
اس نے قہر پور کو دیکھا تو اسے سنی سکھانے پر ل گیا۔ اسے یہ بھی خبر ہوئی تھی کہ
جسٹ میری بچوں کے قہر کے جیسی وہی پڑتے ہیں۔ وہ بچوں کے لیے اب بھی خطرہ
سے اس نے اپنے ہی ساتھیوں کو جو قہر پور کے قہر رہے تھے انھیں کہہ دیا کہ اس نے سب
سے نہایت ایک شیب میں ریکارڈ کے قہر پور کو بھی بلو ہوا اس سے ہونے والی کشتی بھی
تھوڑا کر لی۔

اس کی کوششیں بدامان ہو گئیں۔ اسے وہ بچوں سے توفیق کرنے کے
نہ میں حالت نے ۱۹۵۵ء میں انھوں سے کئی سال کی سولے قہر سولے آواز کی
اپنے کڑواں کی سزا جگہ رہا ہے۔



دی مارکونیس ڈی سیڈ

(1740ء تا 1814ء)

”آگاہ رہے کہ تمام عہد جسمانی میں کوششیں۔ غلام وہ کسی بھی صورت میں ہوں کہ اس جگہ سے تہرج کر دیا جائے۔“

مارکونیس ڈی سیڈ کی کتاب ”سڈم“ (تورے میں)
 فلسفین کے اس شعر کا ذکر کرتا ہے جس کو تمام
 ہادی کی جہ سے چل کر دیا گیا) میں ایک سویتا
 ”حق“ کے خلاف ہے۔

اپنی موت سے پہلے مارکونیس ڈی سیڈ بڑے عزم کے ساتھ دس جلدوں میں
 ایک ناول لکھ رہا تھا۔ اس ناول کا نام ”ظہور نیلے کے لہام“ (دی ڈیز آف ظہور نیلے کا)

”نصرت کی نقاب کشائی“ (نچر ان ویلڈ) تھا۔ جس میں لازمی طور پر ایک فہرست مردوں
 اور عورتوں کی جانی بچانی جنسی کمزوریوں کی تھی۔ جب ڈی سیڈ یہ قدیم تاریخ اور روایات پر
 مبنی رزمیہ لکھ رہا تھا تو وہ جرج ٹیکن (فرانس) کے پاگل خانے میں بند تھا۔ اس کے مرتے ہی
 اس کے ناول ”ظہور نیلے کے لہام“ کے مسودے کو فوری طور پر ڈی سیڈ کے بڑے بیٹے کے
 پاس لے جایا گیا جس نے اسے فوری طور پر جلا دیا۔

ڈی سیڈ کے وارث کی طرف سے اس قدر بڑی حرمت و عدالت کا رد واپس پر تبصرہ
 یہ ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے تحریر کا معیار اچھا نہ ہو یا مارکونیس ڈی سیڈ کے بڑے بیٹے نے اپنے
 باپ کی پہلی تصنیف ”سڈم میں 120 دن“ پر ہی ہو اور اس نے سوچا ہو کہ ڈی سیڈ کی
 تحریروں کو دنیا میں دور دور تک پھیلا نامناسب نہیں ہے۔ کچھ بھی ہو ڈی سیڈ کے بیٹے کا یہ
 فیصلہ اپنے باپ کے ادبی کام کی شہرت کا آئینہ دار نہ تھا۔ اغلب خیال اس فیصلے کے بارے
 میں یہ ہے کہ ڈی سیڈ کے بیٹے نے نئی نوع انسان پر (باپ کی عظیم تصنیف کو جلا کر)
 پڑی سہیلی اور نوازش کی تھی۔

اگر آپ نے مارکونیس ڈی سیڈ کی کوئی تحریر نہیں پڑی اور نہ ”کم“ ”کولر“ دیکھی ہے
 جو مارکونیس ڈی سیڈ کی زندگی کی غیر واضح اور معمولی عکاسی کرتی ہے (تاہم اس میں
 مارکونیس ڈی سیڈ کی کتب سے کچھ اقتباس ضرور ہیں) تو آپ ویب سائٹ
www.angelfire.com/ho/SIMENS سے رجوع کر سکتے ہیں جس میں ”سڈم کی
 ایک سویتا دن“ کا مکمل مسودہ پڑھ یا دیکھ سکتے ہیں۔

ہم اعتراض کرتے ہیں کہ دنیا بھر کی تاریخ میں بڑے لوگوں کی صف میں
 مارکونیس ڈی سیڈ کو شامل کرنے سے انکھلتے رہے ہیں۔ وہ ایک قلم کار تھا جو کمزوری میں
 خوش تھا اور جس نے غریبوں اور دلی زندگی سے کم تر رہے کی زندگی گزاری لیکن وہ اپنے رسوا
 کن طرز عمل اور کتابوں کی وجہ سے زیادہ یاد رکھا جاتا ہے۔ بہ نسبت اس کی نسل کشی کی ہم بھر
 خوشاک و ہشت گردی کے اعمال سے۔ (بروں کی اس کتاب کی فہرست میں کئی کا طرز عمل
 ڈی سیڈ سے بہت کم اور کچھ ہے) تاہم ”سڈم“ کی اصلاح جس کے سنی دوسروں کو

عذاب دے کر خوشی اور فرحت محسوس کرنے کے ہیں مارکونیس ڈی۔ سید کے نام سے وضع کی گئی ہے۔ گویا مارکونیس ڈی۔ سید کا ذاتی تشخص اس قدر جامع اور عالمی تھا کہ نفسیات میں جنسی اور جذباتی تسکین اور مسرت کے لیے دانستہ دوسروں پر تشدد کرنا ایسا ہی اور ان کو حال سے بد حال کر دینے کے عمل کو اس کے نام یعنی ”سید ازم“ سے موسوم کر کے مارکونیس ڈی۔ سید کو زندہ جاوید بنا دیا۔

تذکرہ بالا اہمیت کی وجہ سے یہ ضروری ہو گیا کہ مارکونیس ڈی۔ سید کا نام ہماری کی فہرست میں شامل کیا جائے۔ (کوئی تاثر بعض اوقات گہرے علم و تحقیق پر مبنی ہوتا ہے) ہماری تحقیق و تجسس کا پلڑا ”سڈوم میں 120 دن“ پڑھ کر ہماری ہوا۔ صحیح معنوں میں یہ کتاب کریہہ اور لچر جنسی ایذا رسانوں پر مشتمل ہے کہ ان کو خوفناک ’دہشت ناک اور بدترین کہنا ان کی صحیح ماہیت سے آگاہ کرنے میں ناکامی کے مترادف ہے۔

ڈی۔ سید نے بعض اوقات جان بوجھ کر پادریوں اور مذہبی لوگوں کے خلاف ان کو ستانے کے لیے لکھا۔ اس کی تحریروں میں شراب کے دیوتا یا فوس کے دم دیوان میں منائے جانے والے دن پر ہونے والی شراب نوشی اور رقص و سرود میں شامل ہونے والوں کے جوش، غلبہ و جنس اور عیش پرستی کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اپنے مقدس میزبانوں کو جنسی عمل کا موقع آنے سے پہلے ہی کولوں کھدووں میں گرا لیتے۔ تصور کیجئے کہ یہ کیسے مناظر ہوتے ہوں گے اور لوگ ان مناظر کی کیسے پذیرائی کرتے ہوں گے جبکہ ان ایام میں چمچ ہی اصل حکمران ہوا کرتا تھا اور بادشاہ لوگ عوامی تقاضوں کے پیش نظر پاپ کے احکامات میں تھوڑی بہت تبدیلی کرنے پر مجبور ہوتے تھے۔

ڈی۔ سید ایک ذہن بیزار ’دو جنسیا‘ ایذا دہندہ اور کجرو غرض تھا۔ وہ جنسی بد اخلاقی، بد کرداری اور بد معاشی پر لکھ کر خوشی محسوس کرتا تھا اور زن و مرد کے تعلقات میں واضح تانے بانے بننے پر اور ان تعلقات میں عدت پیدا کرنے پر کمال رکھتا تھا۔ وہ جو کچھ سوچتا اس کو حقیقی بنانے پر عمل طوع پر مصروف ہوتا اور پھر وہ سارا گندہ منہ قلم کے ذریعے قراطیس پر بکھیر دیتا۔ یہی اس کے غور و فکر کا کمال تھا اور ”سید ازم“ کی اصطلاح ماہرین

نفسیت کی طرف سے اسے خراج تحسین ہے۔

جو کچھ اس نے ”سڈوم میں 120 دن“ میں لکھا اس کے بارے میں قاری کو ”مغرور“ کرنا بھی وہ اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہے کہ عین ممکن ہے کچھ لوگ صدمات کا شکار ہی نہ ہو جائیں۔

مارکونیس ڈی۔ سید کوڈے میٹن ہیوس میں جون 1740ء کو پیدا ہوا۔ چند سال کی عمر تک اس نے مسیحی کالج میں تعلیم پائی۔ پھر وہ ملٹری تربیتی سکول میں داخل ہو گیا۔ اس کی عمر انیس سال تھی جب اسے ”برگنڈی ہارس“ میں کنیشن بنا دیا گیا۔ وہ سات سالہ جنگ میں لڑتا بھی رہا۔ پھر اس نے فوج چھوڑ دی اور باپ کی خوشنودی کی خاطر اس کی مرضی سے شادی بھی کر لی۔ شادی مارکونیس کو سدھار نہ سکی۔ شادی کے چار ماہ بعد ہی وہ قحطی غلے میں کچھ جرائم کرتا ہوا گرفتار ہو کر جیل جا پہنچا۔

جیل سے رہا ہوتے ہی وہ پانچ سالہ رقص و سرود اور شراب نوشی کے جشنوں میں شریک ہونے لگا۔ اس شرکت ہی میں وہ کجرو ہو گیا اور اپنی کجروی کا دائرہ اس نے نیپلے ڈانسروں ’طوائفوں‘ اداکاراؤں ’سوسائٹی گرلز‘ اور ہر اس عورت تک پھیلا دیا جس کو وہ اس دائرے میں داخلے کے لیے کہہ سکتا تھا۔

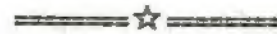
1768ء میں ایٹریکی التوار اس نے ایک طوائف کو ورغلا دیا اور اسے اپنی ایک پوشیدہ رہائش گاہ پر لے گیا۔ وہاں اس کو انتہائی بے رحمی سے کوڈے مارے۔ وہ ڈی۔ سید کی قید سے بھاگنے میں کامیاب ہوئی اور پولیس کے پاس پہنچ گئی۔ اسے پھر جیل بھیج دیا گیا۔ قید سے رہا ہوتے ہی وہ اپنی سابقہ روش پر چل نکلا۔ اب کے ابتدا اس نے اپنی سالی سے کی۔

1772ء میں ڈی۔ سید نے چار لڑکیوں سے باہم جشن منانے کا پروگرام بنایا۔ اس نے ان پر قوم لوطہ سا سلوک کیا۔ ساتھ ہی ایک لڑکی کو لعل چوٹے کی مٹی کی گولی کھلا کر بے ہوش کر دیا۔ پھر وہ اٹنی بھاگ گیا تاہم اسے گرفتار کر کے پھر سے جیل کی ہوا کھانے بھیج دیا گیا۔ جیل سے اس نے ”دو مرتبہ بھاگنے کی کوشش کی مگر پکڑا گیا۔ نتیجے کے طور پر

اسے چھ سال کی قید سنائی گئی۔ اسی قید کے دوران میں اس نے "سڈم میں 120 دن" لکھی۔

1789ء میں انقلاب فرانس کے دوران اپنی کوششوں کے نیچے کے قیدیوں کو اس نے خوب اکسایا، لہذا اسے پھر سے جرنن کے پاگل خانے میں بھیج دیا گیا۔ اس نے جیل کے دوران خوب لکھا۔ اس دور کی تحریروں میں "الائن اور والکور" جھانن، طویل اور مختصر کہانیاں اور "ادبی آدمی کا شعبہ کارکردگی" شامل ہیں۔

ڈی۔ سڈ کو انقلابی ٹریبونل نے رہا کر دیا لیکن 1801ء میں اسے پھر گرفتار کر لیا گیا۔ یہ گرفتاری اس کی تحریروں کی وجہ سے عمل میں آئی۔ اب کے اسے رہائی نہیں ملی اور دسمبر 1814ء میں وہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اپنے دور میں مارکویس ڈی۔ سڈ کو ایک عرفیت سمجھا گیا۔ اس "سمجھ" کی وجہ اس کی تحریروں تھیں۔ انہیں کی وجہ سے اسے قید اور نفرت ملی لیکن اس کے اعمال بھی تو قابل نفرت اور کریمہ تھے۔



| Repl | Reply Wri |
|---------|-------------|
| Subject | |
| 000 | Re applicat |
| 000 | ILOVEYOU |
| 000 | ILOVEYOU |
| 000 | ILOVEYOU |
| 000 | ILOVEYOU |

100

کمپیوٹر وائرس کے خالق

(1981ء تا)

"دیٹا انصاف پر ہیں۔ ہماری خوش کن برائیاں ہم سے لیے ہلکے پیاریاں پیدا کرتی ہیں۔"

ولیم جیپیٹر "سنگ لیئر" سے اقتباس
ایک نمبر 5 مئی نمبر 3

کمپیوٹر کو شوقیہ استعمال کرنے والے اور اس شوق کی آڑ میں معلومات تک ناواجب رسائی حاصل کرنے والے hacker اور کمپیوٹرز کو اشارتی ہدایات دینے والے معصوبہ ساز Programmers ہی وہ لوگ ہیں جو کمپیوٹروں میں بیماریاں پیدا کرنے کے لیے کمپیوٹر وائرس تخلیق کرتے ہیں۔

کیا یہ ہیکرز اور پروگرامرز مجسم برائی ہیں؟

کیا وہ دنیا کے بڑوں میں شامل کئے جانے کے معیار پر پورا اترتے ہیں؟

مندرجہ بالا دونوں سوالوں کا جواب بڑی سی "ہاں" میں ہے۔

کمپیوٹر آج کی دنیا کو تازہ دم اور رواں دواں رکھتے ہیں۔ کوئی کاروباری فرد جسے کمپیوٹر کے پیار وائرس (virus) کی وجہ سے مال کی فہرست (ہیب جسٹک) نہ ملے تو وہی جان سکتا ہے کہ اسے کتنی وحشت اور پریشانی ہوگی۔ کاروباری لین دین، معلومات اور رسل و رسائل، عوامی افادیت وغیرہ کی دنیا برقیاتی نظام اور تجارت کی وجہ سے باہم جڑتے ہیں اور یہ جڑنگی کمپیوٹر کی مرہون صفت ہے۔

کمپیوٹر وائرس کوئی افادی مقاصد سرانجام نہیں دیتے بلکہ الٹا کمپیوٹروں کے نظام کو اور کاروباری اداروں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ مسلسل چلتے کاموں میں رکاوٹیں ڈالتے ہیں اور برقیاتی ذرائع سے پہنچنے والی معلومات، تعلیم اور سرکاری وغیرہ سرکاری اہم ترسیلات میں قفل پیدا کر دیتے ہیں۔ یہ بھی ایک حقیقی بات ہے کہ سارے وائرس موذی اور غیبت نہیں ہوتے وہ کمپیوٹر کو کام کے لیے تیار کرتے وقت سکرین پر بے ضرر قسم کا پیغام لکھ دیتے ہیں لیکن ایسے بے ضرر وائرس ضرر رساں وائرسوں کے مقابلے میں آنے میں شک کے باوجود ہوتے ہیں۔

ضرر رساں وائرس دوسرے اہم پروگراموں کی مانند ہوتے ہیں لیکن وہ اصل معلومات کی بجائے جعلی معلومات مہیا کرتے ہیں۔ یہ اصل پروگراموں کی جتنی نقل ہوتے ہیں۔ نقل و صورت اور خطوط و خانے ایک جیسے رکھنے کی وجہ سے دوسرے اصل پروگراموں سے ان خود بخود متعین ہو جاتے ہیں۔ ایسے وائرس جو خود کو ای میل کے ذریعے پھیلاتے ہیں (Worms) کہلاتے ہیں۔ جن وائرسوں کو ہیکرز اور پروگرامرز کمپلیٹ کے بھیج میں جلی دیتے ہیں ان جن ہائرس کہلاتے ہیں۔ بدخواہ پروگرامرز جو وائرس تیار کرتے ہیں وہ ان کو انجینئرس کی دنیا میں انتہائی جذبے کے تحت دہرست چلی پھیلاتے اور زندگیوں میں قفل برپا کرنے کے لیے دھکیل دیتے ہیں۔

انتہائی وائرس ٹھانی انسک کے ذریعے پھیلاتے گئے کیونکہ ان دنوں کمپیوٹر میں ہارڈ ڈرائیو کا سسٹم ٹھنک تھا۔ پروگراموں کو چلانے کے لیے اور بنیادی معلومات اور

اعداد و شمار وغیرہ یعنی data اکٹھا اور محفوظ کرنے کے لیے لاپلائی ڈسکوں سے کام لیا جاتا تھا۔ کمپیوٹر استعمال کرنے والے بعض اوقات معلومات اور data میں شرکت کر لیتے تھے۔ شرکت کا رجحان عام تھا۔ اس دور میں وائرس کے حملے کو غلطی یا سبک اتار کر یا کمپیوٹر کو بند کر کے روک لیا جاتا تھا۔

آج کل کمپیوٹر پر انٹرنیٹ کا بھی بڑا بوجھ ہے۔ انٹرنیٹ کے لاتعداد اور وسیع کنکشن ہیں۔ میٹ ورکوں کی تعداد بھی بڑھ گئی ہے۔ بین الاقوامی میٹ ورک بھی ہے۔ ہارڈ ڈرائیو بھی بڑی بڑی منجائش والی ہیں۔ ایک زبردست انقلاب آپکا ہے۔ کمپیوٹر کی دنیا تبدیل ہو چکی ہے۔

موثر وائرس جسے "ڈیڈلی" وائرس کہا جاتا ہے کیا کر سکتا ہے؟

ڈیڈلی کا مطلب ہی قاتل، سخت ضرر رساں اور مہلک ہے۔ یہ وائرس ہارڈ ڈرائیو سے سارا ڈیٹا اڑا کر کمپیوٹر کو مضر بنا سکتا ہے۔ ہارڈ ڈرائیو میں ڈیٹا کو بدل سکتا ہے۔ سخت سے بدلتی گئی کاروباری اور معلوماتی فائلوں کو تباہ کر سکتا ہے اور ان کی جگہ جعلی فائلوں کو تشکیل دے سکتا ہے۔ کسی شخص کی خفیہ رکھنے والی فائل کو اس کی مرضی کے بغیر یا اس کے علم میں لائے بغیر دوسرے کو یا دشمن کو منتقل کر سکتا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ یہ وائرس اپنے آپ کو چھپا بھی سکتا ہے اور پھر کسی دن کسی وقت اچانک دوبارہ نمودار ہو کر سارا سافٹ ویئر کا نظام برباد کر کے کمپیوٹر کی تیزی اور سہولت کو ناکارہ بنا سکتا ہے۔ یہ اتنا خالص وائرس ہے کہ زندگیوں کو اوپر لے کر سکتا ہے۔ اگر اس کا سراغ نہ لگایا جائے اور اسے غیر موثر نہ بنایا جائے تو یہ لاکھوں کروڑوں کا نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔

کمپیوٹر وائرس کی تخلیق کرنا اور اسے کمپیوٹروں پر پھیلاتا ایک بغض پر مبنی اور بزدلانہ کام ہے۔ ایسا دانستہ طور پر کرنا ایک الیکٹرانک دہشت گردی ہے۔ انسانی دہشت گردی جسمانی تشدد اور جانوں کے ضیاع پر ہوتی ہے۔ وائرس پھیلاتا خود کار بناتی دہشت گردی ہے جو کسی خصوصی مقام سے نہیں آتی۔ بس آتی ہے اور اس کا نشانہ مصوم اور شک و شبہ سے بالاتر لوگ ہوتے ہیں۔ یہ اپنے پیچھے ناقابل تصور تباہ کاری چھوڑ جاتی ہے۔ یہ کاربناتی دہشت گردی جسمانی خود پر ڈھی کرتی ہے اور نہ ہی فوری طور پر پر کسی کو جان سے مارتی ہے۔ ہاں یہ اداروں کو ڈھی بھی کرتی ہے اور جان سے بھی مارتی ہے۔

ایسے لوگ جو ملین اور بلین بطور مالیات پبلک کے لیے اکٹھے کرتے ہیں ان کے کمپیوٹروں پر وائرس کا حملہ ظاہری نقصان سے کئی گنا زیادہ جہاں کن ہوتا ہے۔ ان کو کمپیوٹر کا نظام بحال کرنے ڈیٹا سبھا کرنے اور تلف شدہ معلومات دوبارہ اکٹھا کرنے پر کافی خرچ کرنا پڑتا ہے۔ باہم گڈ نہ ہو جانے والی دستاویزات، فائلیں اور دوسری معلومات کو دوبارہ کار آمد بنانا انسانی دہشت گردی سے جہاں ہونے والے معاشرے کی تعمیر کے مترادف ہوتا ہے۔

کمپیوٹروں پر پہلا وائرس حملہ "لیک کلوز" نامی وائرس نے 1981ء میں کیا۔ یہ وائرس کبھی تلاش نہیں کیا جاسکا۔ پھر آئی۔ ایم۔ بی۔ ایم۔ ایم۔ ایس اور ڈی۔ او۔ ایس کمپیوٹروں پر 1986ء میں "برین" نامی وائرس حملہ آور ہوا۔ 1987ء میں stone کے نام سے نھزی لینڈ سے وائرس آیا جو بڑا کامیاب وائرس تھا۔ اس نے بہت سے کمپیوٹروں کو نقصان پہنچایا۔ 1995ء کی وڈوز کے لیے جو وائرس تیار کیا گیا اس کو استعمال کے لیے 1996ء کا پلیٹ فارم استعمال کیا گیا۔ 1999ء کا Love Bug نامی وائرس ای میل کے ذریعے دنیا بھر کے لیے چھوڑا گیا۔ اس نے کمپیوٹر نظام کو دس بلین ڈالر سے زیادہ کا نقصان پہنچایا اور اس سے کاروبار بھی تباہ ہوئے۔

کمپیوٹر استعمال کرنے والوں کے لیے وائرس طاعون کی بیماری کی طرح مہلک ہیں۔ ان وائرسوں کی تخلیق کرنے والے برقیاتی دہشت گردی کے ذریعے بہت خطرناک جہاز پہنچا سکتے ہیں۔ یہ برقیاتی جہاز لا سکتے ہیں جو انسانی دہشت گردی کرنے والے حیاتیاتی اور کیمیائی ہتھیاروں سے لا سکتے ہیں۔



[illegible]

علی پلازہ، 3 مزنگ روڈ، لاہور۔ فون: 014

Email: takhleeqat@yahoo.com

www.takhleeqat.com

